براہوئی لسانیات

محقق

پروفیسر جاوید اختر

براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) پاکستان کوئٹہ

براہوئی لسانیات

پروفیسر جاوید اختر

قیمت	۳۰۰ رُپئی
تعداد	۱۰۰۰
باراول	۲۰۰۸ء
باردوم	۲۰۱۵ء
کمپوزنگ	الجمیل کمپوزنگ سینٹر کوئٹہ 0300-3898601
پریس	یونائیٹڈ پریس سیٹھ اسماعیل روڈ کوئٹہ
پبلشر	براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) پاکستان
	پوسٹ بکس نمبر 563 جی پی او کوئٹہ

انتساب

اپنی والدہ ماجدہ کے نام، جس کی آغوش میری اولین
درس و ترتیب گاہ کی حیثیت کی حامل ہے اور جس کی میٹھی میٹھی لوری
نے میرے اندر لسانیاتی شعور پیدا کیا۔

فہرست

اظہارِ خیال

مادری زبان سے محبت ایک فطری امر ہے۔ گوکہ مجھے لسانیاتی تحقیق پڑھنے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں البتہ علم کا ذوق ضرور رہا ہے۔ براہوئی لسانیات پر اس سے پہلے انگریزوں، غیر زبانوں اور اہل زبان محققین نے بھی لکھا ہے۔ لیکن پروفیسر جاوید اختر کی زیر نظر کتاب براہوئی لسانیات اور معلومات سے متعلق بہت دلچسپ ہے۔ اس لیے میں نے اسے پورا پڑھا۔ جاوید صاحب کا تحقیقی کام فنی مہارتوں کے علاوہ مدلل اور مضبوط ہے۔ جاوید اختر کی محنت اور علمی استطاعت اور لیاقت کی وجہ سے مجھے بھی لسانیات سے شغف ہونے لگا ہے۔

جاوید صاحب کی زیر نظر کتاب براہوئی زبان کی لسانی نسل سے متعلق تضاد کے گھتے سلجھانے میں کافی مددگار ثابت ہوگا۔ اس لیے جب براہوئی لسانیات سے متعلق کام کرنا مقصود ہو تو اس کتاب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ لسانیات سے متعلق علمی استعداد میں اضافہ کے لیے کتاب ہذا قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

فقط والسلام

ایم صلاح الدین مینگل

ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان

چیئرمین براہوئی اکیڈمی پاکستان

درشانِ خیال

براہوئی زبان وادب خصوصاً براہوئی لسانیات پر تحقیق کے حوالے سے پروفیسر جاوید اختر کا مستند کام ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہمیشہ تحقیق میں انصاف سے کام لیا ہے جو ایک ماہر لسانیات کا خاصہ ہوتا ہے۔ ان کا کام تذبذب سے پاک ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ تحقیقی اصولوں کے عین مطابق غیر حقیقی اور غیر مستند باتوں پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ جدید اور سائنسی اصولوں کے مطابق اپنا تحقیقی کام سرانجام دیتا ہے۔

کسی تحریر پر سطحی تنقید و اعتراض کرنا آسان ہوتا ہے لیکن جو اسکالرز تنقیدی اصولوں کے مطابق تنقید کر کے غلط باتوں کا جواب بھی بتاتے ہوں اور وہ بھی مستند حوالوں اور مضبوط دلیلوں سے تو ان کی علمیت اور فضیلت سے انکار کرنا جہل کے مترادف ہوتا ہے۔ جس طرح کہ پروفیسر جاوید اختر اپنی اس کتاب میں شامل واحد بخش بزدار کے دو مضامین کا مربوط، مدلل اور حقائق کی روشنی میں جواب دیا ہے۔ یہ جوابات پروفیسر جاوید اختر کی علمیت، فضیلت اور دانشورانہ عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ انھوں نے مدبرانہ انداز میں واحد بخش بزدار کے اپنے ٹیکسٹ کو کتاب میں دے کر اس پر انتہائی مختصر بحث کی ہے اور جامع جواب دیا ہے کہ انھوں نے طویل اور غیر ضروری مباحثوں سے احتراز کیا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے اکثر محققین مستعار یا دخیل الفاظ کے تقابل سے براہوئی زبان کا لسانی رشتہ ہند آریائی، ہند ایرانی، الطائی، تورانی وغیرہ سے جوڑا ہے۔ جسے ماہر لسانیات غلط قرار دیتے ہیں۔ جس طرح کہ پروفیسر جاوید اختر اپنی کتاب ہذا میں فرماتے ہیں۔

> ”یہ بات لسانیات کے طالب علموں سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مستعار یا دخیل الفاظ کی بناء پر کسی زبان کی اصلیت کا نہ تو کھوج لگایا

جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی لسانی گروہ بندی کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے
میں کسی زبان کی بنیادی یا اساسی لغت اور اس کا صرفی و نحوی ڈھانچہ ہی
حکم کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس طرح سر ڈینس برے جارج ابراہام گرائرسن چارلس
میسن ایم بی ایمینیو اور ادریانو وی روسی براہوئی زبان پر ایرانی اثرات
کا کھلے دل سے اعتراف تو کیا ہے مگر اس کے باوصف بھی براہوئی
زبان کو ایرانی زبان قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے ایک دراوڑی زبان ہی
قرار دیا ہے.......... کیونکہ مستعار الفاظ خواہ تعداد میں جس قدر بھی
کثیر ہوں زبان کی اصلیت اور اس کی لسانی گروہ بندی کی بنیاد قرار
نہیں دیئے جا سکتے۔ لہٰذا براہوئی اپنی اساسی دراوڑی لغت اور صرفی و
نحوی ڈھانچے کی بنیاد پر ایک دراوڑی زبان ہے۔''

دانشوروں کے مضامین میں چھوٹی موٹی کمزوریوں کا ہونا عام سی بات ہوتی ہے۔ لیکن براہوئی زبان لسانیات تاریخ ثقافت کو خصوصی طور پر جان بوجھ کر منتشر کیا جا رہا ہے تا کہ وہ ایک نقطے پر جم نہ سکے۔

براہوئی جب سے ایک مخصوص سیاسی ناروا داری کی بھینٹ چڑھ گئی ہے اس وقت سے براہوئی کے ساتھ اس طرح کے ناروا رویے معمول بن گئے ہیں۔ اس مخصوص سیاست کے حامل یا اس سے خوفزدہ دانشورین ایک طے شدہ پروگرام کے تحت براہوئی کو خواہ مخواہ چیستان بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، اور براہوئی زبان و تاریخ کے لیے چیستان کا لفظ استعمال کر کے پرفریب دلی مسرت پاتے ہیں۔ جس کا اعتراف پروفیسر جاوید اختر ان الفاظ میں کیا ہے۔ براہوئی زبان کی ابتداء (Origin) اور براہوئی نسل کی ابتداء دو الگ الگ موضوعات ہیں۔ مگر براہوئی زبان کی ابتداء کے مسئلے کو ماہر لسانیات مؤرخین اور ماہر نسلیات نے براہوئی نسل کی ابتداء کے ساتھ ایسا خلط ملط کیا ہے کہ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہو کر چیستان کی صورت اختیار کر گیا ہے۔''

اس غرض کے لیے ان کی تک بندہ قابل دید ہے۔ اس سلسلے میں اس کتاب میں شامل واحد بخش بزدار کی خیال۔ کے جواب میں پروفیسر جاوید اختر کا ایک جواب ملاحظہ ہو۔ جو ناقص تحقیق کی وجہ سے لطیفہ بن کر اُبھر رہا ہے۔

جواب: ''اول تو براہوئی کا لفظ ''مُرو'' مندرجہ بالا دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے صوری و معنوی اعتبار سے واضح مماثلت کا حامل ہے۔ دوم براہوئی لفظ ''مُرو'' آئرش لفظ Muley سے ایک سطحی لفظی مماثلت کا حامل ہے۔ لیکن معنوی اعتبار سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے کیونکہ بے سینگ جانور کا مفہوم غیر متعینہ اور وسیع ہے اس میں ہر وہ بے سینگ جانور مثلاً گھوڑا، گدھا، خچر، اونٹ وغیرہم بھی آسکتے ہیں۔ صرف خرگوش ہی کیوں؟ سوم براہوئی اور آئرش کا لسانی تعلق نہ تو علاقائی (Areal) ہے نہ ہی گروہی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار کس طرح اور کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ براہوئی کا لفظ ''مُرو'' آئرش لفظ Muley: (Hornless Animal) سے ماخوذ ہے؟''

واحد بخش بزدار کی یہ اور اس نوع کے دیگر بہت سے سطحی دعوؤں پر پروفیسر جاوید اختر کا عمیق نظر مرکوز رہا ہے۔ اور ان کا علمی اور تحقیقی بنیادوں پر مدلل اور مبسوط جواب دے چکے ہیں۔ ان کی روشنی میں یہ واضح ہوتی ہے کہ واحد بخش بزدار کی براہوئی لسانیات میں موقف کیوں مضبوط اور ٹھوس نہیں اور کیوں متذبذب اور متزلزل دلائل کا انبار ہے۔ جس طرح کہ پروفیسر جاوید اختر اپنی زیر نظر کتاب میں لکھتا ہے کہ

''فاضل مقالہ نگار (واحد بخش بزدار) حسبِ معمول بحث کی طوالت میں الجھ کر اپنے اصل موضوع سے کوسوں دور جانکلتا ہے اور پھر وہ بھول جاتا ہے کہ اس کا نقطہ آغاز کیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے مؤقف کو نہ تو قاری پر واضح کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے دعویٰ کو ثابت کرسکتا ہے۔ اس نے

بحث کا آغاز ''تھوٗ'' اور اس کی دراوڑی زبانوں کے الفاظ تا'' کا'' اور
'' تکے'' کے مماثلت سے کیا تھا۔ اس کی اس پوری بحث سے ثابت
نہیں ہوتا کہ آیا براہوئی لفظ ''تھوٗ'' مندرجہ بالا الفاظ سے مماثلت کا
حامل ہے یا نہیں؟ مگر فاضل مقالہ نگار ڈینس برے کو بُرا بھلا کہنے کے
بعد بلوچی لفظ گوات کا دیگر دراوڑی زبانوں میں ہوا کے لیے الفاظ
سے موازنہ کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور ان الفاظ کو بلوچی لفظ گوات سے
ماخوذ قرار دے دیتا ہے۔ حالانکہ یہ بات اس کے دائرۂ بحث سے کوئی
تعلق نہیں رکھتی ہے اور پھر مزید طوالانی بحث میں الجھ کر کول' سنتالی'
بھومیج' منڈالا اور گیاتی زبانوں کو دراوڑی تصور کر بیٹھتا ہے۔ حالانکہ
یہ زبانیں منڈایا آسٹروایشیائی لسانی خاندان کی زبانیں (Austro
Asiatic Family of Languages) ہیں۔''

پروفیسر جاوید اختر کا لسانیاتی بنیادوں پر براہوئی کو دراوڑی اور پروٹو دراوڑی پیش کرنے پر ایک واضح تحقیقی کام موجود ہے۔ اس کتاب میں بھی انھوں نے اپنے مذکورہ تحقیقی مؤقف کی پاسداری میں مزید پیش رفت کی ہے۔ جیسے کہ وہ اپنے زیر نظر کتاب میں لکھتے ہیں کہ

> '' لہٰذا براہوئی اپنی اساسی دراوڑی لغت اور دراوڑی صرفی ونحوی ڈھانچے کی بنیاد پر ایک دراوڑی زبان ہے اور یہ دراوڑی عناصر ماہرین لسانیات کی حیرت کا سبب بنے ہوئے ہیں۔''

مزید لکھتا ہے کہ

> ''براہوئی دنیا بھر کی قدیم ترین قوموں میں سے ایک ہے جو اپنی نسلی خصوصیات کے لحاظ سے دراوڑی ہے۔ بلوچستان کے مختلف مقامات پر حضری یا اثری تحقیق (Archaeological Research) اور نسلیاتی مطالعے (Ethnographical Study) نے براہوئی قوم

کی دراوڑی نسلی خصوصیات کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے۔
مثال کے طور پر بلوچستان کے مختلف مقامات مہر گڑھ، بھاگ، چھلگری، پیرک، ژوب، کیچی بیگ، طغو اور دیگر مقامات سے برآمد ہونے والی مادرِ ارض کی مورتیوں اور اصنام کی شکل و شباہت اور خدوخال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پروٹو آسٹریلوی (Proto-Australoid) قوم کی شکل و شباہت اور خدوخال سے مشابہہ ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں تراشنے والی قوم قدیم آسٹریلوی تھی۔ کیونکہ ہر قوم اپنی شکل و شباہت اور خدوخال کے مطابق اپنے دیوی دیوتاؤں کو تراشتی رہی ہے۔ یہی قدیم آسٹریلوی قوم ہی دراوڑ اقوام کی اسلاف میں سے ہے۔"

چونکہ پروفیسر جاوید اختر کا مندرجہ بالا پیراگراف زیرِ نظر کتاب میں شامل واحد بخش بزدار کی ایک مضمون کا جواب سے لیا گیا ہے۔ واحد بخش بزدار براہوئی کو دراوڑ ماننے سے منکر ہے۔ جسے اس نے اپنے انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ منتشر دلائل کی بنیاد پر وہ کہیں ٹک نہیں سکتا۔ اس لیے پروفیسر جاوید اختر اس نتیجے پر پہنچ کر کہتا ہے کہ

"فاضل مقالہ نگار (واحد بخش بزدار) براہوئی کے ہند و یورپی، ہند و آریائی اور کئی دیگر زبانوں کے اثرات کے تحت تجزیہ کرنے کے بعد بھی کسی خاص نتیجے پر پہنچنے میں ناکام ہوتا ہے اور وہ قارئین کے ذہن میں پیدا ہونے والے اس سوال کو کہ "آخر براہوئی زبان کا تعلق کس لسانی خاندان سے ہے؟" کو بغیر کوئی تسلی بخش جواب دیئے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے مقالے کا یہ الجھا ہوا نتیجہ برآمد کرتا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ جس طرح "دردک" زبانوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ یکساں طور پر ہند و ایرانی اور ہند و آریائی اثرات کی حامل زبانیں ہیں بعینہٖ اسی طرح براہوئی کے بارے میں یہ کہا جا سکتا

ہے کہ (Medo-Elamite) یعنی میدی زبان کے ساتھ ساتھ معدوم ایلامی (Elamite) زبان سے بہت حد تک مختلف کسی قدیم اور معدوم ایرانی زبان کی حامل ایک ایسی منفرد زبان ہے جو دراوڑی گروہ سے قطعی طور پر مختلف اور جداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے فاضل مقالہ نگار (واحد بخش بزدار) کی ذہنی و فکری الجھن ظاہر و باہر ہے۔ اس نے پورے مقالے میں محض لفظی بازی گری اور لفظی گورکھ دھندے سے کام لے کر الفاظ کے سطحی موازنے سے براہوئی زبان کے دراوڑی تشخص کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اسے آخر میں غیر دراوڑی زبان بھی ثابت نہیں کرسکا ہے۔ اس نے اپنے ایک اور مضمون "ہمارا مشترکہ لسانی ورثہ" میں بھی براہوئی کے بارے میں ایسی ہی الجھی ہوئی غیر واضح اور مبہم رائے کا اظہار کیا ہے۔"

آگے جا کر پروفیسر جاوید اختر براہوئی زبان کے متعلق مختلف نظریات کا تجزیہ کرتا ہے۔ جن میں دراوڑی، ہندو یورپی یا ہندو آریائی اور تورانی یا الطائی نظریات شامل ہیں۔ اس تجزیے میں وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے۔

۱۔ "براہوئی بالعموم دنیا بھر کی اور بالخصوص برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے، اور یہ ایک دراوڑی زبان ہے جو بلوچستان اور افغانستان میں براہوئی قوم کی زبان ہے اور اس کا علاقہ ابتدائی ہڑپائی جدید حجری عہد کی ثقافت (Early Harappan Neolithic Culture) کے قدیم خطوں تک پھیلا ہوا ہے

۲۔ براہوئی زبان پروٹو ایلامی اور پروٹو دراوڑی زبانوں کے مابین ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلوچستان میں اس کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ پروٹو دراوڑی لوگ بلوچستان کے راستے سے

ہندوستان میں داخل ہوئے اور کلی گل محمد (نزد کوئٹہ) اور مہر گڑھ دور اول (۷۰۰۰ تا ۶۰۰۰ ق م) میں جدید حجری ثقافت (Neolithic Culture) کی بنیاد رکھی۔ موجودہ دراوڑی اقوام قدیم دراوڑی نوع سے چار ہزار تا ایک ہزار کے درمیان یعنی ۵۰۰ سال قبل مسیح کے درمیان الگ ہوئیں اور برصغیر کے مختلف علاقوں میں پھیل گئیں۔ ان میں قدیم براہوئی (Proto-Brahui) پروٹو دراوڑی نوع سے سب سے پہلے الگ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم دراوڑی زبان کی بہت سی لسانیاتی باقیات تاہنوز براہوئی میں محفوظ ہیں"

ان کے علاوہ لسانیات سے متعلق دلچسپی رکھنے والے قاریوں کے لیے زیرِ نظر کتاب میں تقابلی لسانیات (براہوئی بلوچی معنویات کا اختلاف) اور نقشوں کے ذریعے براہوئی اور دراوڑی زبانوں کی ازسرِنو گروبندی بھی دکھائی گئی ہے۔ پروفیسر جاوید اختر کی یہ کتاب براہوئی لسانیات سے متعلق معلومات، تجزیات اور فنی تحقیق کا ایک مکمل خزینہ ہے۔

پروفیسر سوسن براہوئی
جنرل سیکرٹری
براہوئی اکیڈمی پاکستان کوئٹہ

گُل سر سبد

میں نے پروفیسر جاوید اختر کی کتاب ''براہوئی لسانیات'' کا بالاستعیاب مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس جیسی منفرد کتاب آج تک اس موضوع پر نہیں لکھی گئی ہے۔ اس میں براہوئی زبان کے متعلق متضاد نظریات کا تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا ہے اور براہوئی کی تاریخ کو جدید حجری عہد سے لے کر موجودہ عہد تک اجاگر بھی کیا گیا ہے، جس میں دراوڑوں کی سندھ، پنجاب اور جنوبی ہند کی جانب ہجرت، دراوڑی تہذیب وثقافت اور براہوئی کے اس میں کردار کی اہمیت کو نہایت صراحت سے پیش کیا گیا ہے۔ نیز براہوئی کا قدیم دراوڑی زبان اور جدید دراوڑی زبانوں سے موازنہ کر کے ان کے درمیان حیرت انگیز مماثلتوں کا مطالعہ انتہائی مدلل، مفصل اور عالمانہ انداز میں کیا گیا ہے اور براہوئی سندھی اور سرائیکی زبانوں کا تقابلی مطالعہ کر کے ان میں اشتراک ثابت کیا گیا ہے۔ اس میں دراوڑی الفاظ، قدیم دراوڑی الفاظ اور براہوئی کی اساسی لغت وفرہنگ سے نہایت مفصل بحث وتمحیص کی گئی ہے جو اس قدر کافی ہے کہ اگر کوئی اس کو بنیاد بنا کر براہوئی و دراوڑی فرہنگ مرتب کرنا چاہے تو اس کو سارا مواد تیار شدہ حالت میں دستیاب ہو سکتا ہے۔ براہوئی اور بلوچی کے باب میں ہر دو زبانوں کے باہمی اثرات، اشتراک اور معنویاتی اختلاف کو بھی واضح کر دیا گیا ہے جو انتہائی معلوماتی، انوکھا، نیا اور دلچسپ پہلو ہے، جسے تاہنوز ماہرین لسانیات نے نظر انداز کیا ہے۔

المختصر یہ کتاب اپنے مواد، تحقیق وتدقیق اور اسلوب کے اعتبار سے لسانیات میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ جو موصوف پروفیسر جاوید اختر کے گہرے اور سنجیدہ لسانی وتاریخی شعور کا پتا دیتی ہے۔ وہ اولیں مصنف ہے جس نے براہوئی کو دراوڑی قرار دے کر اس کا صحیح

اور اٹوٹ لسانی رشتہ پروٹو دراوڑی زبان سے مربوط کیا ہے۔ اس سے پہلے براہوئی کے متعلق دراوڑی نظریئے میں ماہرین لسانیات اور دانشوروں نے تذبذب' فکری الجھن اور متضاد بیانات کا اظہار کیا ہے جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کے باب بعنوان ''براہوئی کے متعلق متضاد نظریات'' میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ جب کہ مصنف موصوف نے سب سے پہلے براہوئی کا مربوط' مبسوط اور منضبط و مدلّل دراوڑی نظریہ پیش کیا ہے جس کا اعتراف بہت سے براہوئی ادیبوں نے بھی کیا ہے۔ جیسے کہ نذیر شاکر براہوئی اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

> ''(جاوید اختر) پہلا دانشور ہے جس نے براہوئی کو پروٹو ڈریوڈین قرار دیا ہے، جب سے انھوں نے براہوئی کا پروٹو ڈریوڈین نظریہ پیش کیا ہے تقریباً مقامی براہوئی ماہرین لسانیات بشمول راقم الحروف نے اس نظریئے کی تقلید میں اپنی تحقیقی کاوشیں پیش کرنے کی جستجو کی ہے، بہرحال پروفیسر جاوید اختر براہوئی زبان میں ادبی' تنقیدی' تاریخی' ثقافتی' لسانیاتی تحقیق کے وہ شہہ سوار ہیں' جن کے قلم کی تازگی اور سچائی نئے گوشوں کی دریافت میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ان کے براہوئی قومی و لسانیاتی نظریئے کو نہ صرف تسلیم کیا جارہا ہے بلکہ ان کی تقلید بھی کی جارہی ہے۔'' (نذیر شاکر براہوئی، دیباچہ براہوئی آبادکاری کا سیاق و سباق مصنف نینا سوڈلر، مترجم جاوید اختر، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ۲۰۰۶ء ص نمبر ۱۱)

زیرِ نظر کتاب ''براہوئی لسانیات'' تاریخ' ماقبل تاریخ' لسانیات' تہذیب و ثقافت اور نسلیات و حضریات کے بہت سے پوشیدہ پہلوؤں اور سربستہ رموز کے حجابات کو منکشف کرتی ہے، تاریخی و لسانی شعور دیتی ہے، اور قارئین کے سامنے کئی نامعلوم نکات' حقائق اور لاجواب مسائل و اشکال اور سوالات کے جوابات' صراحتیں اور وضاحتیں پیش کرتی ہے، جو آج تک بوجوہ منظرِ عام پر نہیں آسکے ہیں یا انھیں آنے ہی نہیں دیا گیا ہے۔

ان سب حقائق کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ پروفیسر جاوید اختر لسانیاتی' سماجی' طبقاتی' تاریخی اور تہذیبی شعور کی اس نہج پر پہنچ گیا ہے جہاں اس سے زیادہ کوئی بھی پڑھا لکھا، فہیم و فیلسوف، تاریخی وجدلیاتی مادیت کا مدّرک' حضریات کا عالم وفاضل، ماہر نسلیات اور مارکسی نقاد، محقق، فرہنگ شناس اور ماہر لسانیات بلوچستان بھر میں نہیں ہے۔ اس کی زیر نظر کتاب تحقیقی کتاب ''براہوئی لسانیات'' تاریخ' حضریات' لغات' نسلیات اور لسانیات کے طالب علموں اور عام قارئین کے لیے انتہائی معلومات افزا' دلچسپ اور مفید ہے۔

قاضی عبدالستار عارف بلوچ
پرانا بابو محلّہ قلات بلوچستان
مورخہ: ۷ اگست ۲۰۰۸ء
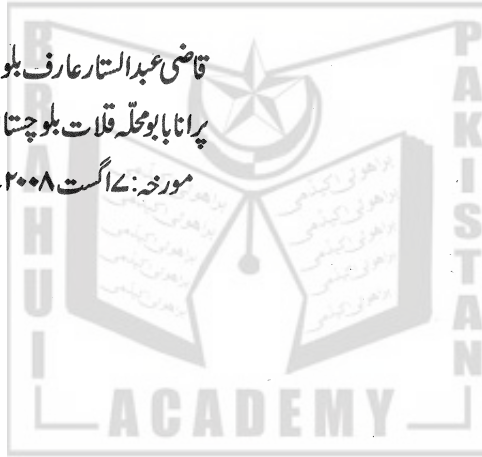
براہوئی زبان کے متعلق متضاد نظریات

براہوئی زبان کی ابتداء (Origin) اور براہوئی نسل کی ابتداء دو الگ الگ موضوعات ہیں مگر براہوئی زبان کی ابتداء کے مسئلے کو ماہرین لسانیات، مورخین اور ماہرین نسلیات نے براہوئی نسل کی ابتداء کے مسئلے کے ساتھ ایسا خلط ملط کیا ہے کہ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوکر چیستان کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

براہوئی زبان کے بارے میں یوں تو کئی نظریات ہیں لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو یہ نظریات تین بڑے نظریات کے ضمن میں آتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دراوڑی نظریہ

۲۔ ہندو یورپی یا ہندو آریائی نظریہ

۳۔ تورانی یا الطائی نظریہ

براہوئی زبان کے بارے میں دراوڑی نظریہ پیش کرنے والوں میں انگریز اور دیگر مستشرقین، ماہرین لسانیات اور مفکرین شامل ہیں جن میں ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ (Dr. Ernst Trumpp)، بشپ کالڈویل (Bishop Caldwell)، گرائرسن (Grierson)، ڈینس برے (Denys Bray)، جولز بلاخ (Jules Bloch)، ایم بی ایمینو (M.B Emeneau)، ٹی برو (T. Burrow)، ایم ایس انڈرونوف (M.S Andronov)، ذولبیبل (Zvelebil) اور کئی دیگر کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

براہوئی زبان کے بارے میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ براہوئی زبان کا تعلق ہندو آریائی یا ہندو یورپی زبانوں کے خاندان سے ہے اس نظریئے کے داعیوں میں مقامی دانشور شامل ہیں۔ جن میں میر گل خان نصیر، میر عاقل خان مینگل، پروفیسر عبداللہ جان

جمالدینی، ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، پروفیسر عزیز مینگل، عبدالقادر اثیر شاہواڑی، آغا نصیر احمد خان احمدزئی اور کئی دیگر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

براہوئی زبان کے بارے میں تیسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک ساقائی (Scythian) زبان ہے جو تورانی یا الطائی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔اس نظریئے کے داعیوں میں بھی مقامی دانشور شامل ہیں جن میں میر عاقل خان مینگل، آغا نصیر احمد خان احمدزئی، اور ڈاکٹر عبدالرزاق صابر قابل ذکر ہیں۔

آریائی نظریہ:

مؤخر الذکر پہلے نظریئے کے داعیوں کا موقف یہ ہے کہ براہوئی ایک ہندو آریائی زبان ہے اور بلوچی و براہوئی زبانیں ہم ماخذ ہیں۔ برطانوی ماہرین لسانیات نے براہوئی زبان کو محض تعصب اور اپنے سامراجی مقاصد کی بناء پر دراوڑی زبانوں کے خاندان میں غلط طور پر شامل کیا ہے تا کہ براہوئی اور بلوچ اقوام کو تقسیم کر کے وحدتِ اقوام بلوچ کو پارہ پارہ کر کے بلوچستان پر قبضہ کر سکیں۔اس رائے کا اظہار ان دانشوروں نے اکثر و بیشتر اپنی تحریروں میں کیا ہے۔مثال کے طور پر میر گل خان نصیر اپنی کتاب ''کوچ و بلوچ'' میں اس رائے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں اس طرح کرتا ہے:

> ''انگریز جس نے نہ صرف ہندوستان پر دوسال تک حکومت کی بلکہ تمام ایشیاء جس کی مٹھی میں صدیوں تک تڑپتا رہا اور انگریز جو اپنی سیاسی سوجھ بوجھ، دوراندیشی اور مکروفریب کے ساتھ ساتھ شجاعت و استقلال میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شجاع الملک کے ہمرکاب بلوچستان سے گزرتے وقت اس حقیقت کو پا گئے کہ جب تک بلوچستان کو حاصل نہیں کیا جائے گا، افغانستان اور ایران کی طرف کامیاب فوج کشی ممکن نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ سندھ اور پنجاب میں متعین انگریز پولیٹیکل افسروں نے بلوچستان حاصل

کرنے کے لیے یہ طے کیا کہ اپنی رسوائے عالم پالیسی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کو بروئے کار لایا جائے یعنی بلوچستان سے باہر رہتے ہوئے بھی بلوچستان کے باشندوں میں پھوٹ ڈال دی جائے۔ ان کے قومی شیرازہ کو منتشر کر دیا جائے اور بلوچوں کی قومی تنظیم توڑ دی جائے۔ اس سلسلے میں پہلا قدم جو اٹھایا گیا وہ بلوچ اور براہوئی کی تقسیم کا تھا۔''(۱)

اسی خیال کا اظہار میر رحیم داد شاہواڑی (مولائی شیدائی) نے بھی کیا ہے اس کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

''دوسرا وہ طبقہ ہے جو انہیں ڈرویڈی نسل کے لوگوں میں شمار کرتا ہے دراصل یہ ایک خطرناک حربہ ہے جس کے ذریعے مغربی فلاسفروں نے بلوچی اتحاد میں پھوٹ ڈالنے اور ان کی قوت کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے لیے ایجاد کیا ہے۔''(۲)

اس سے ملتا جلتا خیال ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی کا بھی ہے وہ تحریر کرتا ہے:

''براہوئی زبان کی ابتداء کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں اب تک عام ہیں اور یہ غلط فہمیاں یورپی مورخین کی پیدا کردہ ہیں جن کا اثر ہمارے کئی بلوچ براہوئی نوجوانوں پر بھی پڑا ہے اور وہ ان دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں لیکن غیر مورخین نے سیاسی اغراض کی بنیاد پر بلوچ قوم کو کمزور کرنے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں بتایا کہ براہوئی جدا قوم ہے کیونکہ براہوئی زبان دراوڑی سے ملتی جلتی ہے لیکن انکا یہ بیان قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔ براہوئی زبان بلوچی زبان سے تین اعداد تک علیحدہ ہے یعنی اسٹ (ایک) بلوچی میں یک، اِرٹ (دو بلوچی میں دو) مُسٹ (تین بلوچی میں سہ) لیکن اکثر موقعوں پر یہی گنتی براہوئی میں بولتے ہیں اگر کہیں ایک بجا

ہے یا دو تین بجے ہیں تو براہوئی میں ''یک بجینگا نے، دو سہ بجینگانے'' کہیں گے اگر اس کے برعکس اسٹ، ارٹ مسٹ بجینگانے کہیں تو براہوئی محاورے کے خلاف ہے اور غلط ہے۔ اس طرح پانچ فیصد اشیاء اور حیوانات وغیرہ کے اسماء کے علاوہ براہوئی زبان مغربی بلوچی سے ملتی جلتی ہے اور دونوں زبانوں کے اسم ایک ہیں۔ اور اس کے جملوں کی بناوٹ اور ان کے اجزاء کی ترکیب بھی ایک جیسی ہے۔ فرق صرف افعال کا ہے اس کے برخلاف بلوچی میں افعال فارسی کی طرح ہیں۔'' (۳)

آغا نصیر خان احمدزئی نے بھی اسی خیال کو مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے:

''انگریزوں نے انیسویں صدی میں جب بلوچستان پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تو بلوچستان پر بلوچوں کا وہ گروہ جو براہوئی کہلاتا ہے حکمرانی کر رہا تھا انگریزوں نے یہاں بھی برصغیر والی پالیسی اختیار کی۔ ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد ہندی مسلمانوں کو ہر طرح سے ذلیل و خوار کر کے انہیں نیچ اور گھٹیا دکھانے کی کوشش کی گئی۔ بلوچستان کی صورتِ حال برصغیر سے کچھ مختلف تھی۔ یہاں کے باشندے سب مسلمان تھے۔ لہٰذا انگریزوں نے اس خطے میں مذہب کے بجائے زبان کی آڑلی براہوئی اور بلوچی بولنے والے قبائل کو دو گروہوں میں تقسیم کر کے ان کو دو جدا قومیں قرار دے دیا۔ تاکہ بوقت ضرورت بلوچستان آسانی سے فتح ہو سکے۔ یعنی بلوچ اپنے آپ کو جدا قوم تصور کر کے براہوئی کی مدد نہ کریں۔ انگریزوں نے دوسری حرکت یہ کی کہ براہوئی زبان کو دراوڑی زبانوں کے خاندان کی ایک زبان قرار دیا اور ساتھ یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی براہوئی زبان بولنے والے نسلاً دراوڑ ہیں۔'' (۴)

اب ہم ذیل میں برطانوی ماہرین لسانیات کے براہوئی زبان کے متعلق نظریات کا جائزہ لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مقامی دانشوروں کے مذکورہ بالا خیالات یا خدشات صحیح ہیں یا غلط:

انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں سر ہنری پوٹینجر (Sir Henry Pottinger) نے اپنے سندھ و بلوچستان کے سفرنامے بہ عنوان "Travels in Balochistan and Sindh" میں براہوئی زبان کے متعلق مندرجہ ذیل رائے کا اظہار کیا:

> ''براہوئی زبان اپنے ہمسایہ باشندوں کی زبان سے مختلف ہے جو سُننے میں تو پنجابی سے مشابہہ ہے مگر مسلمہ طور پر اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔''(۵)

لیفٹینٹ آر لیچ (Lt. R.Leech) نے ۱۸۳۹ء میں براہوئی زبان پر ایک کتابچہ بہ عنوان:

> "Epitome of the Grammer of the Brahuiki, the Balochi and the Punjabi Languages with Vocabularies of the Barki, the Pashi, the Lughmani, the Cashgari, the Teerahai, and the Deer Dialects"(6)

تحریر کیا، اس کے مدیر جیمز پرنسپ (James Prinsep) نے حاشیئے میں براہوئی زبان کو ہندوآریائی (Indo-Aryan) زبانوں کے خاندان میں شمار کیا''۔(۷)

ڈاکٹر رابرٹ کالڈویل (Dr. Robert Caldwell) نے براہوئی زبان کو اپنی کتاب "A Comparative Grammer of the Dravidian"or "South Indian Family of langauges" کی شاعت اول میں دراوڑ زبانوں کے خاندان میں شامل نہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

> "I have not included, however, the Brahui in the list of Dravidian Languages which are to be subjected to the systematic comparision (though I

shall refer to it occasionally for illustration) because the Dravidian element contained in it bears but a small proportion to the rest of its component elements."(8)

اور اس وقت براہوئی کے بارے میں اس نے مندرجہ ذیل قیاس آرائی کی تھی۔

"The Brahui language, considered as a whole seems to be derived from the same source as the Punjabi and Sindhi, but it is evidently contains a Dravidian element; and the discovery of this Dravidian element in a language spoken beyond the Indus tends to show that the Dravidians, like the Aryans, the Graeco- Scythians and Turco-Mongolians, must have entered India by the north-western route."(9)

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رابرٹ کالڈویل نے چارلس میسن (Charles Masson) کے مندرجہ ذیل قیاس کو ترقی دی ہے جو کچھ یوں ہے:

"(Brahui) necessarily contains a good deal of Balochi or Persian and very little of Pashto, but much of it must be referred to some unknown route."(10)

۱۸۷۳ء میں ہنری والٹر بیلیو (Henry Walter Bellew) نے اپنا سفرنامہ ''سندھ سے دجلہ تک'' (From The Indus to The Tigris) شائع کرایا جس میں صفحات ۴۷۳ تا ۴۹۳ پر براہوئی زبان کی مختصر گرامر اور فرہنگ دی گئی ہے، جسے بنیاد بنا کر ڈاکٹر رابرٹ کالڈویل نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کی اشاعت دوم کے ضمیمے میں براہوئی زبان کو دراوڑی زبانوں کے خاندان میں شامل کیا اور اپنے سابقہ موقف میں ترمیم اور نظر ثانی کرتے ہوئے تحریر کیا:

"The observations I made on the Brahui in the first edition of this work were founded on a brief grammer and vocabulary of the language contained

in Vol-vii of the Journal of the Bengal Asiatic society. A fuller grammer and vocabulary have now been supplied by Dr. Bellew, in his book entitled "From Indus to Tigris" (Trubner, 1873), and it appears to me that the theory I advocated--- (not that the Brahui was a Dravidian language, but that "it evidently contained a Dravidian element, an element which was probably derived from the remnant of some ancient Dravidian race incorporated with the Brahuis")-- has been confirmed."(11)

لیکن نصیر بروہی نے رابرٹ کاڈویل کی مذکورہ بالا کتاب کی اشاعت اول کے مطالعے پر اکتفا کرتے ہوئے، براہوئی کے بارے میں رابرٹ کاڈویل کی رائے کو حتمی تسلیم کرلیا اور اس کی کتاب کی اشاعت دوم کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی، جس میں اس نے اپنی سابقہ رائے میں ترمیم کی ہے۔ مثال کے طور پر نصیر بروہی امپیریل گزٹیر آف انڈیا (بلوچستان) کے حوالے سے تحریر کرتا ہے:

"Doctor Caldwell however, refused Brahui a place in his list of Dravidian tongues."(12)

اور عبدالرزاق صابر نے بھی کاڈویل کی مذکورہ کتاب کی اشاعت اول کو کالڈویل کا حرف آخر تصور کرتے ہوئے تحریر کیا:

''جب کہ کالڈویل اسے دراوڑی لسٹ سے نکالتے ہیں''(۱۳)

۱۸۶۸ء میں سر ولیم ولسن ہنٹر (Sir William Wilson Hunter) نے "A Comparative Dictionary of The Non-Aryan Langauges of India and High Asia"(14) تحریر کی جس میں براہوئی زبان کو بھی شامل کیا گیا اور اسی سال اس مصنف نے "A Comparative Grammer of Non-Aryan Languages of India and High Asia" بھی تحریر کی اس میں بھی براہوئی زبان کو شامل کیا گیا۔ اس کے بعد تقریباً ۱۸۸۰ء میں ایک جرمن ماہر

لسانیات ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ (Dr. Ernest Trumpp) نے جرمن زبان میں براہوئی صرفی ونحوی قواعد پر ایک مضمون تحریر کیا جس میں براہوئی زبان کو دراوڑی زبانوں کے خاندان میں شمار کیا۔(۱۵) ۱۹۰۷ء میں سر ڈینس برے (Sir Denys Bray) کی براہوئی زبان (The Brahui Langauge) حصہ اول کلکتہ سے شائع ہوئی۔ جس میں براہوئی زبان کو دراوڑی کہا گیا۔ اور لاسن (Lassen) اور ڈاکٹر ٹرمپ کے نظریئے پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔ اس سے ایک سال قبل جی اے گرائرسن (G.A Grierson) نے اپنی کتاب ''ہندوستان کی زبانوں کا جائزہ'' (Linguistic Survery of India) کی جلد چہارم میں براہوئی زبان کو دراوڑی قرار دیا۔(۱٦) اس کے بعد بہت سے ماہرین لسانیات نے براہوئی زبان پر تحقیق وتدقیق کی اور ان کی اکثریت نے اسے دراوڑی زبان قرار دیا۔ مگر انہوں نے براہوئی زبان کے ساتھ ساتھ براہوئی قوم کو دراوڑی قرار نہیں دیا ہے۔ اور انہوں نے ڈینس برے کے مندرجہ ذیل اصول کو ملحوظ خاطر رکھا:

"One word in conclusion. We can no longer agree with the childlike faith of forefathers from philology to ethnology, and assume without further ado that this race of Balochistan, whose speech is akin to the languages of the Dravidian people of Southern India, is itsefl Dravidian; that it is in fact the rearguard or vanguard according to the particular theory we may affect of a Dravidian migration from North to South or from South to North. Such short cuts in ethnology are no longer open to us. The questions with which this essay opened return to us at its close, but they return with deeper improt. Who are these Brahuis, whose inhabitation is in Balochistan, and whose language has to stretch beyond their utmost ken over so vast a tract of country and over so many alien languages before it an can reach its own kin in the languages spoken by the strange peoples in the far-off South?"(17)

ان یورپی مصنفین کی اکثریت نے براہوئی زبان کو تو دراوڑی زبانوں کے زمرے میں شمار کیا مگر براہوئی قوم کو دراوڑی قرار نہیں دیا ہے بلکہ اسے ایرانی اور ترک و ایرانی نسل قرار دیا ہے۔(۱۸) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے مقامی دانشوروں کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ انہوں نے براہوئی قوم کو دراوڑی قرار دے کر بلوچ اور براہوئی اقوام کو تقسیم کر کے وحدتِ بلوچ میں تفرقہ ومنافرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ بلوچ نسلی طور پر آریائی یا ایرانی قوم ہے۔ اگر برطانوی و دیگر مستشرقین نے براہوئی قوم کو ایرانی نسل قرار دیا ہے تو انہوں نے کس طرح سے ہر دو اقوام میں تفرقہ ومنافرت پیدا کر کے انہیں علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے؟

ان مقامی دانشوروں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دوسری دلیل ابوالقاسم فردوسی کی رزمیہ نظم ''شاہنامہ'' کے ان اشعار سے پیش کی ہے:

ہمی رفت آگاہی آمد بشاہ   کہ گشت از بلوچی جہانے تباہ

زبس غارت و کشتن و تاختن   زمیں رابہ آب اندر انداختن

دلِ شاہ نوشیرواں شد غمے   برآ میخت اندوہ یا خُرمے

چو آمد بنزدیک آن برزکوہ   بگر دید گرد اندرش یا گروہ

ازیشاں فراواں و اندک نماند   زن و مرد جنگی و کودک نماند

بشد ایمن از رنجِ ایشاں جہاں   بلوچی نماند آشکارو نہاں

ان اشعار سے انہوں نے کوہِ البرز سے البرزی اور پھر براہوئی بنا کر یہ استدلال پیش کیا کہ براہوئی بلوچوں کا طائفہ اول ہے جو بلوچوں سے پہلے بلوچستان میں وارد ہوا۔ یہ دلیل میر گل خان نصیر (۱۹)، صالح محمد لہڑی (۲۰)، میر احمد یار خان (۲۱) اور میر خدا بخش مری (۲۲) نے اپنی اپنی کتابوں میں پیش کی ہے۔ حالانکہ فردوسی کی مذکورہ بالا رزمیہ نظم خیالی وافسانوی داستانوں اور روایات پر مبنی ہے جن کی تاریخی حیثیت کسی طور پر بھی مستند نہیں ہے۔ میر گل خان نصیر نے اپنی کتاب ''کوچ و بلوچ'' میں ابوالقاسم فردوسی کے مندرجہ ذیل اشعار کو بھی پیش کیا ہے:

سپاہی ز گردان کوچ و بلوچ سگالیدہ جنگ مانندِ قوچ
نشستہ دراں دشت بسیار کوچ ز افغان و لا چین و کرد و بلوچ

اور اس میں لفظ کوچ کو براہوئی پر منطبق کر کے کوچ کو کشان خاندان کی سرکاری زبان کی تحریر یا رسم الخط کو براہوئی سے مربوط کر کے اسے ایک کوشانی زبان قرار دیا ہے اور کوشانی زبان کو ایک ایرانی زبان۔ مثلاً وہ تحریر کرتا ہے:

''متذکرہ تاریخی دستاویزات کی رُو سے ہم یہ بھی دکھلا چکے ہیں کہ کوشی یا کوشانی بادشاہوں بالخصوص کجولا کدفیزس کے عہد حکومت کے جو مسکوکات برآمد ہوئے ہیں اور خروشتی حروف میں ان پر جو زبان کندہ ہے وہ موجودہ براہوئی زبان سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم موجودہ براہوئی زبان کو قدیم کوشانی زبان یا اس کی ایک شاخ کہہ سکتے ہیں۔

بعض مستند مورخین کی رائے کا ذکر کرتے ہوئے ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ قدیم کوشانی زبان، السنہ کے ''ایرانی خاندان'' کی ایک شاخ ہے اس لیے براہوئی زبان بھی لازمی طور پر زبانوں کے ''ایرانی خاندان'' سے ہے اور ہم کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کوشی یا کوشانی سیتھی آرین (Scythian) ہیں۔'' (۲۳)

میر گل خان نصیر نے کشان خاندان کو سیتھی آرین کہا ہے حالانکہ یہ ترکی النسل تھا جس کا تعلق چین کے علاقے (صوبہ کانسو) سے تھا جو تقریباً ۱۷۰ ق م میں ایک دوسرے ترک قبیلے ہیونگ کے ہاتھوں چین بدر ہوا۔ اس قبیلے نے برصغیر میں ساکا (Scythian) قبیلے کی حکومت ختم کی۔ اس خاندان کا تعلق یوہ چی (yeh-chi) قبیلے سے تھا۔ بیس سال بعد ہیونگ نو نے اس قبیلے پر حملہ کر کے اسے دریائے جیحوں کی طرف دھکیل دیا۔ جہاں یوہ چی پانچ خود مختار قبائل میں تقسیم ہو گئے جن کے نام ہسی یومی، کوئی شوانگ، شوانگ می، ہنسی تون اور تومی تھے۔ تقریباً ایک سو سال بعد کوئی شوانگ (کوشان یا کشان) قبیلے کے سردار

کیوشیسو (کجولا کدفیزس (Kujula Kadphises) نے باقی چاروں قبیلوں کوشکست دے کروانگ (آقا) کا لقب اختیار کیا اور پارتھیا، کابل، باختر، گندھار اور سغدیہ پر قبضہ کرلیا اور ساقا قبیلے کے بادشاہ ماؤیس (Maucs) یا موگا (Moga) کوشکست دے کر کشان سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا ین کاؤچن کجولا کدفیزس ثانی تخت نشین ہوا اس نے ٹیکسلا کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ رفتہ رفتہ اس کی سلطنت ٹیکسلا سے ایران کی شمالی سرحدوں تک وسیع ہوگئی اس نے سونے کا جو سکہ رائج کیا اس کے ایک رخ پر یونانی میں "Baileus Baseleon" (بادشاہوں کا بادشاہ) اور دوسرے رُخ پر خروشتی میں مندرجہ ذیل الفاظ کنندہ ہیں:

''مہاراجہ سا، راجہ ادھیراجا سا سرب لوگ ایشورا سا مہاایشورا سا ہیما کدفیسا نرادا تا''

جس کا ترجمہ اس طرح سے ہوتا ہے ''بادشاہوں کا عظیم بادشاہ، سچائی کے دہرم کا قائل سب لوگوں کا آقا عظیم آقا ہیما کدفیزس نجات دہندہ''

اس قسم کے سکے کے الفاظ کو میر گل خان نصیر نے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ براہوئی زبان سے مربوط کیا ہے حالانکہ اس میں سنسکرت زبان کے الفاظ ہیں ہم ذیل میں اس کا تجزیہ کرتے ہیں:

سنسکرت زبان میں علامتِ اضافت آہ یا سہ استعمال ہوتی جس کا مطلب اردو میں کا یا کی ہے: مثلاً مہاراجہ (عظیم بادشاہ) حرفِ اضافت سا+ راجہ: بادشاہوں کا عظیم بادشاہ۔ ادھیرج (سچائی کا دہرم یا مذہب)+سا سچائی کے دہرم کا قائل، سرب لوگ ایشورا+سا (سب لوگوں کا آقا) مہاایشورا+ سا+ہیما کدفیسا نرادا تا عظیم آقا ہیما کدفیزس جو نجات دہندہ ہے۔

میر گل خان نصیر نے جس سکے کا حوالہ دیا ہے اس کا سنسکرت میں ترجمہ اور ترکیب مندرجہ ذیل ہے:

راجہ سا، مہاراجہ سا، دیوا پترا سا کاجولا کدفیسا (۲۴)

جس کی اصل عبارت درج ذیل ہے:

مہاراجہ راجہ تری راجہ سادیوا پترا مہاراجہ دہیر جاسا پر ما بھاترا اکا سا کجولا
کدفیزس (۲۵)

اس عبارت کا سنسکرت میں ترجمہ اس طرح ہے:

مہاراجہ + راجہ تری راجہ (بادشاہوں) + سا (کا): یعنی بادشاہوں کا عظیم بادشاہ یا شہنشاہ۔ دیوا پترا دیو خدا + پترا (بیٹا) مہاراجہ (عظیم بادشاہ) + دہیرج (سچائی کا دہرم) + اسا (کا): سچائی کے دہرم کا قائل عظیم بادشاہ، پرما بھاترا کا عظیم آقا (Supreme Lord)+ کجولا کدفیزس (۲۶)

میر گل خان نصیر نے اس سکے پر کندہ عبارت کا جو مفہوم براہوئی میں دریافت کیا ہے وہ بھی متن کے قریب ہے اور اس کا تتبع بہت سے دانشوروں نے بھی کیا ہے۔ (۲۷) اور کچھ دانشوروں نے ان سکوں کا مفہوم ہندکو زبان میں بھی اخذ کیا ہے۔ (۲۸)

کشان خاندان کی زبان کو میر گل خان نصیر نے کوشانی زبان سے تعبیر کیا؟ اور اسے ایرانی زبان قرار دیا ہے ہم اس کے اس دعوئ کی تصدیق ایرانی زبانوں کے خاندان میں سے کرتے ہیں آیا کہ اس میں کوشانی نام کی کوئی زبان ہے یا نہیں؟

ایرانی خاندان کی زبانوں میں مندرجہ ذیل زبانیں شامل ہیں:

(۱) قدیم فارسی (۲) اوستائی (۳) پہلوئی (۴) فارسی (۵) جدید فارسی (۶) کُردی (۷) سغدی (۸) قدیم پشتو (۹) جدید پشتو (۱۰) وزیری (۱۱) قندہاری (۱۲) باختری (۱۳) بلوچی (۱۴) مکرانی بلوچی (۱۵) رخشانی بلوچی (۱۶) مشرقی بلوچی (۱۷) باختری (۱۸) لُری (۱۹) مازندرانی، (۲۰) کلانی (۲۱) گزِی (۲۲) اصفہانی (۲۳) بختیاری (۲۴) تاجکی (۲۵) میدی (۲۶) پارتھی وغیرہم۔

ان زبانوں میں کوشانی نام کی کوئی زبان موجود نہیں ہے۔

ہر چند عرب جغرافیہ دانوں، مورخین اور سیاحوں نے اپنی کتابوں میں کوچ (قفس) اور بلوچ (بلوص) نامی دو قبائل کا تذکرہ کیا ہے جن میں المسعودی (۹۴۳ء)

الاصطخری (۹۵۱ء) ابن حوقل (۹۷۸ء-۹۵۱ء)، المقدسی (۹۵۸ء) ابن جبار (۱۱۸۴ء) شہاب الدین یاقوت الحموی البغدادی (۱۲۲۵ء) اور دیگر کی کتب میں مذکورہ بالا دو قبائل کا تذکرہ موجود ہے۔ لیکن کسی جگہ بھی مذکورہ بالا عرب مصنفین نے قفس و بلوص کو ہم نسل نہیں بتایا۔ مثلاً ابن حوقل تحریر کرتا ہے:

"زبان مردمانِ کرمان فارسی است جز قفس کہ علاوہ برآں زبان دیگری نیز دارند۔" (۲۹)

اس اقتباس میں فارسی اور قفس یا کوچ قبیلے کی زبان کے مابین فرق واضح کیا گیا ہے۔ شہاب الدین یاقوت الحموی البغدادی اپنی کتاب "معجم البلدان" میں تحریر کرتا ہے:

"القفس جیل بکرمان فی جبالها کالاکراد" (۳۰)

ترجمہ: کوچ کردوں کی طرح ایک قوم ہے جو کرمان کی پہاڑیوں میں مقیم ہے۔

اور دوسری جگہ بلوچ قبیلے کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ مرقوم ہیں:

"البلوص جیل کا الاکراد ولهم بلاد واسعة بین فارس و الکرمان تعرف بهم" (۳۱)

ترجمہ: بلوچ کردوں کی طرح ایک قوم ہیں جن کے لیے فارس و کرمان کے درمیان وسیع و عریض علاقے ہیں جو ان کے نام سے معروف ہیں۔

ان اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ کوچ (قفس)، کرد اور بلوچ تین علیحدہ علیحدہ قومیں تھیں جو ایک ہی علاقے میں ایک دوسرے کی ہمسایہ تھیں۔

ایرانی شعراء و ادباء نے بھی اپنی تحریروں میں انہیں علیحدہ علیحدہ قومیں بتایا ہے مثلاً ابوالقاسم فردوسی کے مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ فرمائیے:

سپاہی ز گردن کوچ و بلوچ سگالیدہ جنگ مانند قوچ
نشستہ دراں دشت بسیار کوچ ز افغان ولاچین و کرد و بلوچ

ایک دوسرا ایرانی ماہر لسانیات اور مورخِ ادب پرویز ناتل خانلری تحریر کرتا ہے:

"طائفہء قفس یا کوچ کہ ذکر ایشاں در بیشتر موارد و منابع با بلوچاں

خوانده شده است، مقدسی درباره طوائف کوچ و بلوچ می نویسد کہ
زبانشاں نامعلوم است و بہ سندی شبیہ است" (۳۲)

ان تمام اقتباسات کے مطالعے سے کسی طور بھی ثابت نہیں ہوتا ہے کہ کوچ و بلوچ ہم نسل اقوام تھیں یا کوچ و بلوچ اور کرد ایک نسل سے تھے۔ اور قفس یا کوچ براہوئی نسل تھی اور اس کی زبان براہوئی تھی۔ یہ بات ہمارے مقامی مورخین اور دانشوروں کے اس مفروضے اور قیاس کی قلعی کھولتی ہے کہ کوچ و بلوچ اور کرد ہم نسل ہیں اور کوچ براہوئی ہیں اور فردوسی کے ثانی الذکر شعر سے کوچ کا مفہوم ظاہر ہے جو افغان، لاچین اور بلوچ قبائل پر صادق آتا ہے یعنی خانہ بدوش قبائل کیونکہ فارسی میں کوچ کردن کا مفہوم روانہ ہونا اور کوچ کرنا ہے یعنی کوچ سے مراد کوچ کرنے والے مذکورہ بالا قبائل ہیں

یہی کوچ یا قفص قبیلہ مشہور روسی ماہر بشریات (Anthropologist) یوری گنکونسکی کے نزدیک دراوڑی تھا، وہ تحریر کرتا ہے:

"The paleo-anthropological investigations under taken by Sovet scientists show that within the fourth to second millennium B.C, Dravidian types were in evidence among the population of south Turkmenia and the areas south of Aral Sea. Ancient historians refer in their works to "the Asiatic Ethopians" inhabiting the south-eastern part of Iran and Balochistan. Being dark- skinned, these Ethopianes seem to have belonged to the Dravidian group of anthropological types. There, can, of course, be no direct correspondence between anthropological type and linguistic classificatiion. But we can not ignore the fact that early Persian cuneiform inscriptions, contemporaneous with the evidence of antiquity. We have just referred to, speak of Akanfaciya, a people which can be identified with the Kufich

(Kufij or Kuj) people mentioned by medieval Muslim authors.

The auther of the Hudud al-Alam pointed out that the Kufij were divided into seven tribes and spoke a language of their own assumably related to Dravidians. In our day, individual groups of the Dravidian speakers are living in the area, and some scholars regard them as aborigines related genetically to the Akanfaciya-Kufich.

In old Persian inscriptions (the Behistun inscription, one of the Persepolitan inscriptions of Darius l, etc), there are also references to the country and people of Maka, a name which has surrived to the present day in the historical province of Makran (Macuran or Macoran or Macoran, accordinig to medieval authors), situated in the south-eastern part of Iran and the western part of Pakistani Balochistan. Many scholars are inclined to relate the Maka people to the Dravidians.

Another evidence that Dravidian speakers were once expanding far into the West and North-West of the borders of the Indo-Pakistan sub- continent is the fact that part of the population of Seistan spoke a Dravidian language just a few centuries ago. P. Sykes supposes that this present day Persian speaking ethnic group (Sarbandis), with genetic relationships to Brahuis, is the aborigines of Seistan. It is possible that the unknown Khuzia language flourishing in Khuzistan in the tenth century A.D and which Al-Istakhri describes as "un-Hebrew, Un-Syriac and Un- Persian was also a Dravidian language."(33)

مگر بے بنیاد مفروضے کی بنیاد پر میر گل خان نصیر نے براہوئی، بلوچ اور کرد کو ہم نسل قرار دیا ہے وہ تحریر کرتا ہے:

''یہاں یہ امر واضح رہے کہ بلوچ کرد کو بھی اپنی ایک شاخ سمجھتے ہیں اور عراقی کرد براہوئی طائفہ کو اپنا ایک قبیلہ شمار کرتے ہیں غالباً اسی مناسبت سے بلوچستان کے اکثر علاقے کے باشندے براہوئی زبان کو کردی کہتے ہیں حالانکہ براہوئی اور کردی میں کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی ہے اوراس کے برعکس بلوچی اور کردی زبانیں ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ براہوئی، بلوچ اور کرد دراصل ایک ہی نسل کے لوگ ہیں اور ان کی زبانوں میں اختلاف کی وجہ نسلی نہیں بلکہ جغرافیائی ہے۔'' (۳۴)

آغا نصیر خان احمد زئی نے بھی کوچ و بلوچ کے مفروضے کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ براہوئی کرد ہیں اور ثبوت میں شیخ محمد مردوخ کردستانی کی کتاب ''تاریخ مردوخ'' کے حوالے پیش کیے ہیں۔ یہ کتاب دراصل کردوں کی تاریخ ہے۔ جو بیسویں صدی کے آخر میں اشاعت پذیر ہوئی اور اس کی ترتیب بقول مصنفِ کتاب شیخ محمد مَردوخ جلد اول حسب ذیل ہے:

''اساس ایں کتاب بر چہار بخش است

(۱) بخش یکم: در بیان اوضاع عمومی مشتمل بر ۵ پنج بند

(۲) بخش دوم: در بیانِ کرد و کردستان مشتمل بر ۴ چہار بند

(۳) بخش سوم: در بیان مادو مادستان مشتمل بر ۴ چہار بند

(۴) بخش چہارم: در بیان اوضاع سنہ مشتمل بر ۳ سہ بند''

اس کتاب میں بھی براہوئی قوم کو کرد قرار دیا گیا ہے، جس کی بنیاد کوچ و بلوچ کا مفروضہ ہے، وہ براہوئی قوم کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''براخوئی قریب صد ہزار نفری ہستند، در اطرافِ قلات کہ قریب دو صد و بیست (۲۲۰) منطقہ سکونتِ آناں امتداد دار الحکومتِ مرکزی

بلوچستان کہ قلات است تخت ریاست ایں عشیرہ است از تیرہ (طائفہ) کامبرانی است در ولایت سندھ ہم یعنی ہندوستان قسمتی ازیں عشیرہ سکونت دارند۔'' (۳۵)

اسی کتاب میں دوسری جگہ کردگالی قبیلے کا ذکر ہے جو کچھ یوں ہیں۔:

''کردگالی قبیلہ ہستند بزرگ در بلوچستان و ہندوستان کہ اصلی عشیرہ براخوئی ازیں قبیلہ تشکیل یافتہ است از طرف مغربِ ایران اینجا آمدہ اند۔'' (۳۶)

اس کتاب میں بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں تاریخی حوالے، ثبوت اور اسناد و دیگر حقائق پیش نہیں کیے گئے ہیں لہٰذا اسے کسی طور پر بھی مستند تاریخی سرچشمہ یا منبع قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کی بنیاد پر کسی قوم کی نسلی حقیقت کا فیصلہ صادر کیا جاسکے۔ آغا نصیر خان احمدزئی کہتا ہے:

''تاریخ مردوخ'' کے ان حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ براہوئی بشمول تمام بلوچ قبائل ایرین نسل سے ہیں۔'' (۳۷)

آغا نصیر خان احمدزئی نے اپنی اکثر تحریروں میں اخوند محمد صالح کی فارسی کتاب ''کوردگال نامک'' کے حوالوں سے بھی براہوئی، بلوچ اور کرد کو ہم نسل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہ کتاب ۱۰۷۰ ہجری بمطابق ۱۶۵۹ء میں تصنیف کی گئی مگر یہ موجودہ صدی میں شرمندۂ اشاعت ہوئی اس کتاب میں بھی براہوئی قوم کو کرد قرار دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اس کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''اکراد براخوئی یکے از طوائف بزرگ و معروف اکراد است کہ رزم آرائی و ملک گیری ایشاں مانند دیگر طوائف اکراد در اکناف و اطراف دنیا اظہر من الشمس بودہ است کہ خامۂ عنبر شامہ از تحریر اوصافِ حمیدہ ایشاں قاصر و عاجز است۔ قریب ہشت صد و پنجاہ سال قبل از مسیح بعد از قیام سلطنت اکرادِ ماد کرد در مادستان و پارس کہ نامِ سلطنت مادستان

و پارس شہرت یافت۔ اکرادِ براخوئی اولیس بار ہمر کابِ بادشاہ ماد کرد کیقیاد در مرز و بومِ بلوچستان وارد شدند و بادشاہی آں سرزمین را در تصرف خود آوردند۔ مردمان کہ از آنہا پیش در اینجا زندگی بسر مے کردند آنہارا کوردگال نامیدند یعنی مردمانے کہ بہ زبانِ کردی سخن مے کنند۔ ابتدأ بہ ایں سبب نامِ ایں طائفہ اکراد بنامِ کوردگال شہرت یافت۔ نسب نامہ اکرادِ براخوئی بہ ایں نحواست راویان دین روایت مے کند کہ بعد از طوفانِ نوح علیہ السلام سہ پسر انش از غرقاب ایمن ماندند۔ حام و سام و یافث و تمامی بنی نوع انسانِ دنیا ذرّیاتِ ایں سہ فرزندان پیغمبر نوح علیہ السلام شمردہ مے شوند گویند کہ نسل ایشاں ایں قدر افزود کہ برائے حصولِ معاش در گوشہ گوشہ دنیا پراگندیدند۔ اولاً در زمین ہائے شمال مشرقی کرہِ ارض رخ کردہ سکونت ورزیدند۔ بعد ازاں برخے بہ سمت جنوب مہاجرت کردند و در ساکن حالیہ خود سکنی شدند۔ حضرتِ یافث ہشت پسر داشت از آں پسرانِ یکے کومر نام داشت سلسلہ اکراد از کومر ابتدامی شود۔" (۳۸)

ترجمہ: اکراد براخوئی اکراد کے بڑے اور مشہور طائفوں میں سے ایک ہے جس کی جنگ جوئی اور ملک گیری دوسرے اکراد طائفوں کی طرح دنیا کے گوشے گوشے میں اظہر من الشّمس ہے۔ ان کی صفات جمیلہ کو تحریر کرنے میں خوشبودار قلم قاصر و عاجز ہے۔ تقریباً ۸۵۰ سال قبل مسیح اکراد ماد کرد کی مادستان و پارس میں سلطنت کے قیام کے بعد اکرادِ براخوئی بادشاہ ماد کرد کیقیاد کے ہم راہ بلوچستان کی حدود میں وارد ہوئے اور اس سرزمین کی بادشاہت کو اپنے قبضے میں لیا۔ ان سے پہلے جو لوگ یہاں زندگی بسر کر رہے تھے انہوں نے ان کو کردگال کا نام دیا یعنی اس زبان میں گفتگو کرنے والے لوگ۔ ابتداء میں اس وجہ

سے اس طائفہ اکراد نے کردگال کے نام سے شہرت پائی۔ اکراد براخوئی کا نسب نامہ اس طرح ہے کہ دین کے راوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد اس کے تین بیٹے غرقابی سے محفوظ رہ گئے۔ حام، سام اور یافث اور دنیا کے تمام انسان پیغمبر نوح علیہ السلام کے ان تینوں بیٹوں کی اولاد شمار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی نسل اس قدر بڑھی کہ وہ حصول معاش کے لیے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ سب سے پہلے کرہ ارض کے شمال مشرقی علاقوں کی طرف رخ کیا۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد جنوب کی طرف ہجرت کی اور موجودہ مساکن میں اب تک سکونت پذیر ہیں۔ حضرت یافث کے آٹھ بیٹے تھے۔ اور ان میں سے ایک کا نام کومر تھا۔ اکراد کا سلسلہ نسب کومر سے شروع ہوا۔

مصنف کوردگال نامک ''زبانِ اکراد کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

''زبان اکراد خاوری یعنی اکراد ماد ہماں زبان بودہ است کہ در آں زبان اوستا نوشتہ کردہ اند ہنگامیکہ اکرادِ براخوئی وادرگانی وکرمانی ومالی وارد خاکِ توران ومکران شدند۔ آنہا بہ ہمیں زبان مکالمہ مے کردند۔ بہ ایں جہت مردمان محلی آنہارا کردگال نامیدہ اند یعنی مردمان کہ بہ زبانِ کردی سخن مے کردند۔ راویان روایت مے کنند کہ چوں کیقباد کرد بادشاہِ مادستان کہ مملکت توران را گرفت واکراد بر ولایت توران ومکران وزابلستان تصرف کردند۔ برخے از قبائل تورانیان توران نہ گزاشتند ومراجعت بہ سغدستان نہ کردند کہ مرز وبوم اصلی آنہا بود بہ حکمرانی اکراد تسلیم شدند آن طوائف اتراکِ تورانی کہ ترک وطن نہ کردند آسامی آنہا بہ ایں نخواست۔ گرگاوی وگندارچی وہنگا ساری و مجارک ورزندک وسمی غاں وسورغان ومندغارو داہی ماک ورنگا سارتی

و میمو جاندک و جوگمان و ہوتاک وجسفاک و بزنجک و اکیاتون و کاوکان وارزنگی وسارغون وکالداش وگیواک ایں طوائف تورانیان بہ زبان تورک سخن مے راندند بعداز اظہار اطاعت بہ حکمرانی اکراد ایں قبائل تورانی در معاشرت اکراد خویشتن را مخلوط ساختہ بہ آنہا پیوستند و بہ ہم وصلت کردند تا ایں رشتہ اخوت محکم تر گردد و ایں خلط و وصل طوائف اکراد براخوئی با قبائل تورانی سبب مبدل شدن زبانِ اکراد برخوائی شد و ایں دو زبانہا بریکدیگر اثر پذیر شدند و اکراد براخوئی بہ مرور زمان بہ کردی و تورکی سخن راندن را بنا کردند۔" (۳۹)

ترجمہ: مشرقی اکراد یعنی اکراد ماد کی وہی زبان تھی جس میں اوستا تحریر کی گئی جس زمانے میں اکرادِ براخوئی، ادرگانی، کرمانی اور مالمی سرزمین توران ومکران میں وارد ہوئے وہ اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔اس طرف مقامی لوگوں نے انہیں کردگال سے موسوم کیا یعنی وہ لوگ جو کردی زبان بولتے تھے۔ راوی روایت کرتے ہیں کہ جب کیقباد کردمادستان کے بادشاہ نے توران کی حکومت اپنی گرفت میں لی اور اکراد نے توران، مکران اور زابلستان کے علاقوں پر قبضہ کیا قبائل توران نے توران نہ چھوڑا اور سغدستان کی طرف مراجعت نہ کی جوان کا اصلی وطن تھا۔اکراد کی حکومت تسلیم ہوئی وہ ترک تورانی قبائل جنہوں نے وطن کو نہ چھوڑا ان کے اسمائے اس طرح ہیں: گردگاوی، گندارچی، ہنگا ساری، مجارک، رزندک، سمی غان، سورغان، مندرغار، داہی ماک، رنگا سارتی، میمو جاندک، جوگمان، ہوتاک، جسفاک، بزنجک، اکیاتون، کاوکان، ارزنگی، سارغون، کالداش، گیواک، یہ تورانی قبائل تورک زبان بولتے تھے۔حکمرانی اکراد کی اطاعت کے اظہار کے بعد ان تورانی قبائل

نے خود کو اکراد کی معاشرت میں شیر و شکر کیا اور ان میں ضم ہو گئے تا کہ یہ رشتہ اخوت مضبوط تر ہو اور اکراد براخوئی اور قبائل تورانی کا باہم اختلاط و اتصال اکراد براخوئی کی زبان کی تبدیلی کا سبب بنا اور اکراد کی زبان براہوئی ہوگئی اور یہ دو زبانیں ایک دوسرے سے اثر پذیر ہوئیں اور مرورِ زمانہ کے ساتھ اکراد براخوئی نے کردی و تورکی زبانوں میں گفتگو کرنے کی بنیاد ڈالی۔

مصنف ''کوردگال نامک'' میر احمد اول (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) کے دربار میں وزیر کبیر کے عہدے پر فائز تھا۔ اور میر احمد اول کے اختلافات سبی کے پشتون نژاد حکمران خاندان پنی سے تھے۔ جن کے نتیجے میں ہر دو کے مابین کم و بیش اٹھارہ جنگیں ہوئیں۔ اس صورت حال میں پنی خاندان کا مقابلہ کرنے کے لیے میر احمد اول کو براہوئی اور بلوچ اقوام کو متحد کرنے کے لیے اتحاد و یگانگت کی ضرورت درپیش تھی کیونکہ اس کی فوج اور رعایا میں ہر دو اقوام کے افراد شامل تھے۔ لہٰذا اس نے نظریہ اتحادِ اقوام بلوچ کے تحت ہر دو اقوام کو متحد کیا اسی پس منظر میں اخوند صالح محمد نے ''کوردگال نامک'' کتاب تحریر کی۔ جس میں ہر دو اقوام کو ہم نسل قرار دیتے ہوئے اس نے انھیں کرد قرار دیا اور اس میں کوئی تاریخی ثبوت و سند پیش نہیں کیے۔ ڈاکٹر طارق رحمٰن بھی اس کے بارے میں یہی خیال کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

''چنانچہ یہ کتاب محض اس کے دعویٰ کو بغیر کسی ثبوت کے مفروضہ واقعات کو پیش کرتی ہے جو کئی صدیوں پہلے رونما ہوئے۔ جو چیز یہ ثابت کرتی ہے وہ سترہویں صدی کی وہ خواہش ہے جو براہوئی اور بلوچ کے ہم نسل ہونے پر زور دیتی ہے۔'' (۴۰)

''کوردگال نامک'' میں افسانوی انداز میں قبل از مسیح ادوار سے لے کر مسلمان عربوں کے مکران و سندھ پر حملوں تک کے واقعات و حالات کو بیان کیا گیا ہے اور ان کے ثبوت میں کسی بھی تاریخی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا گیا ہے اس میں نہ تو معاصر تاریخوں

کے حوالے ہیں اور نہ ہی قدیم تواریخ کے۔ اس کتاب میں کرد، بلوچ اور براہوئی اقوام کو ہم نسل قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ عرب مصنفین، ابوالقاسم فردوسی اور پرویز ناتل خانلری جن کے حوالے پہلے دیئے جا چکے ہیں۔ نے ان ہر سہہ اقوام کو علیحدہ علیحدہ اقوام کے طور پر بیان کیا ہے۔

''تاریخ مردوخ'' اور ''کوردگال نامک'' میں تمام نسل انسانی کو حضرت نوح کے تین بیٹوں حام، سام اور یافث کی اولاد بتایا گیا ہے حالانکہ جدید علم نسلیات کی سائنسی تحقیق سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ نظریہ بے بنیاد اور سائنسی شواہد پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ ماہرین نسلیات نے تمام بنی نوع انسان کی نسلوں کو پانچ بڑی نسلوں میں تقسیم کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کاکیشائی (Caucasoids)

(۲) نیگرو (Negroids)

(۳) منگول (Mongoloids)

(۴) کیپائی (Capoids)

(۵) آسٹریلوئی (Australoids)(۴۱)

''کوردگال نامک'' میں بیان کردہ واقعات کی صحت غیر مستند اور مشکوک ہے۔ مثال کے طور پر اس میں مرقوم ہے کہ ساسانی بادشاہ نوشیروان قباد یا کیقباد کا سب سے بڑا لڑکا تھا (۴۲) حالانکہ یہ کیقباد کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ اس کے بارے میں پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی تحریر کرتا ہے:

> ''قباد کے تین بیٹے تھے: کاؤس، جام اور نوشیروان، کاؤس سب میں بڑا اور نوشیروان سب سے چھوٹا تھا۔'' (۴۳)

آغا نصیر خان احمد زئی نے ''تاریخ مردوخ'' اور ''کوردگال نامک'' ایسی غیر مستند کتابوں کے مواد کی بنیاد پر یہ قیاس کر لیا کہ بلوچ اور براہوئی اقوام کرد ہیں اور کرد آریائی ہیں جو حضرت یافث کی اولاد ہیں لہٰذا براہوئی بھی آریائی قوم ہے اور اس کی زبان ہندو آریائی زبانوں کے خاندان کی شاخ ہے۔ وہ براہوئی زبان کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''براہوئی زبان میں تمام فارسی، اردو، بلوچی، پشتو، سندھی اور سرائیکی کے کچھ نہ کچھ الفاظ بصورت ادغام داخل ہو چکے ہیں لہٰذا ان الفاظ کی موجودگی میں ہم براہوئی زبان کو بھی آریائی زبانوں میں شمار کر سکتے ہیں۔'' (۴۴)

وہ دوسری جگہ تحریر کرتا ہے:

''کوردگال نامک'' کا مصنف کہتا ہے کہ براخویوں کی اصلی کردی زبان کردستان کی کردی زبان کے کرماج یا کرمانجی لہجہ سے بہت ملتی جلتی ہے اس کا یہ دعویٰ صدفی صد درست ہے جس کی تائید میں کرماج یا کرمانجی لہجہ کردی اور براخوئی اصل کرد (جو اس وقت بلوچی کے نام سے موسوم ہے۔'' (۴۵)

اول تو ''کوردگال نامک'' کے مصنف نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا ہے کہ براہوئیوں کی اصلی زبان کردی زبان کردستان کی کردی زبان کے کرماج یا کرمانجی لہجہ سے بہت ملتی جلتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ براہوئیوں کی زبان بلوچی نہیں براہوئی زبان ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ براہوئی قبائل میں ایک قبیلہ کرد ہے جو صدیوں پہلے کردستان سے ہجرت کر کے براہوئی قبائل میں شامل ہو گیا اور مرور زمانہ اس کی زبان وثقافت براہوئی زبان وثقافت سے مغلوب ہو کر ناپید ہو گئیں اور اس نے براہوئی زبان وثقافت کو اختیار کر لیا۔ مگر اس ایک براہوئی قبیلہ کو بنیاد بنا کر سب براہوئی قبائل کو کرد قیاس کرنا قطعاً غیر منطقی بات ہے۔ اس بات کو اس جملے میں سمیٹا جا سکتا ہے کہ براہوئی قبائل میں ایک قبیلہ کُرد ضرور ہے مگر سب براہوئی قبائل کُرد نہیں ہیں۔

پروفیسر عزیز مینگل نے میر گل خان نصیر اور آغا نصیر احمد خان احمد زئی کی ہمنوائی اور تائید میں براہوئی زبان وقوم کو آریائی قرار دیتے ہوئے تحریر کیا:

''براہوئی قلم کار اک دنکہ خواجہ گل خان نصیر (مرحوم) خواجہ نصیر خان احمد زئی آستا خیال اٹ براہوئی مخلوق اصلاً آریائی ءِ نہ کہ دراوڑ او افتا

زبان ام آریائی زبان آتا کہول تو ملک کہ داڑکن نن فارسی، سنسکرت او ہندی نا مثال ءِ پیش کننگ کینہ۔(۴۶)

ترجمہ: براہوئی قلم کاروں جیسا کہ محترم گل خان نصیر (مرحوم) اور محترم نصیر احمد خان احمد زئی کے خیال میں براہوئی قوم اصل میں آریائی ہے نہ کہ دراوڑ ہے۔ اور اس کی زبان بھی آریائی زبانوں کے خاندان سے ملتی ہے یہاں ہم فارسی، سنسکرت اور ہندی کی مثال پیش کریں گے۔

یہی مصنف موصوف دوسری جگہ تحریر کرتا ہے:

''لہٰذا نن وثوق تو پانتگ کینہ کہ براہوئی مخلوق آریائی نسل آنو او آریائی تا آبائی وطن تو ایران ناخڑک نا وجہ غان ننا زبان ام فارسی نا اسے شکل سے۔''(۴۷)

ترجمہ: لہٰذا ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ براہوئی قوم آریائی نسل سے ہے اور آریاؤں کے آبائی وطن سے قربت کی وجہ سے ہماری زبان بھی فارسی کی ایک صورت ہے۔

اور اپنی ایک کتاب ''پنجابی براہوئی لسانی رشتے'' میں تحریر کرتا ہے:

''سنسکرت، فارسی، کردی، بلوچی، پشتو، سندھی، سرائیکی، ہندی اور اردو سے جس قدر براہوئی لسانی قرابت پائی جاتی ہے، اس بات کی متقاضی ہے کہ اگر ماہرین لسانیات براہوئی کو آریائی زبانوں کے حوالے سے تحقیق کریں تو یقیناً تاریخی ولسانی حوالے سے کئی سربستہ راز عیاں ہونے کے امکانات ہیں۔ میری یہ کاوش اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اس سے پہلے بھی ''شیروشکر'' نامی کتاب میں راقم الحروف نے براہوئی کی فارسی زبان سے مماثلت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے علاوہ ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان ''براہوئی نا ہندی و سنسکرت

تو سنگتی''، جس میں براہوئی، ہندی اور سنسکرت لغات کی مماثلت پیش کی گئی ہے۔'' (۴۸)

پروفیسر عزیز مینگل نے اپنی تینوں تحریروں میں براہوئی اور دیگر زبانوں کے الفاظ ولغات کی مماثلت پر زور دیا ہے اور اس بنیاد پر براہوئی کو ایک آریائی زبان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور صرف ونحو اور قواعد کے تقابل کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ہے کیونکہ براہوئی زبان کے لغات پر ہندو آریائی اور ہند و یورپی زبانوں کے لغات اور الفاظ کا غالب اثر پایا جاتا ہے مگر اس کی صرف ونحو اور قواعد دراوڑی نوعیت کے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ موصوف نے براہوئی اور پنجابی کا لسانی تقابل بھی ہندو آریائی و ہند و یورپی لسانی اصولوں پر کیا ہے حالانکہ اب پنجابی زبان کو بھی دراوڑی زبانوں کے زمرے میں شمار کیا جا چکا ہے۔ (۴۹)

پروفیسر عزیز مینگل اپنے ایک اور مضمون میں تحریر کرتا ہے:

''کچھ محققین اور مورخین نے براہوئی زبان کو دراوڑی زبانوں کے قبیلے سے قریب تر ثابت کرنے کی کوششیں کی ہیں، جس میں بجائے ٹھوس شواہد کے محض چند مشترک الفاظ کا سہارا لے کر اسے دراوڑی زبانوں کے خاندان سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آریاؤں کے پاک و ہند میں سکونت اختیار کرتے وقت وہ دراوڑوں سے نہ صرف ہندو تمدن سیکھتے رہے بلکہ زبان نے بھی اپنا گہرا رنگ آریائی اقوام کی زبانوں پر چھوڑا۔ اگر ہم براہوئی زبان کو سامنے رکھتے ہوئے ہندی اور ایرانی تمام زبانوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان سب میں ایک گہرا رشتہ نظر آئے گا، جس میں فارسی، بلوچی، ہندی، اردو، سندھی، پنجابی، پشتو اور سنسکرت قابل ذکر ہیں۔'' (۵۰)

مصنف موصوف ان محققین اور مورخین کو مورد الزام ٹھہراتا ہے جنھوں نے براہوئی زبان کو دراوڑی السنہ کے زمرے میں شامل کیا ہے کہ انھوں نے ''بجائے ٹھوس شواہد کے محض چند الفاظ کا سہارا لے کر اسے دراوڑی زبانوں کے خاندان سے جوڑنے کی

کوشش کی۔'' حالانکہ مصنف خود اپنی تحریروں میں یہی سب کچھ کرتا آیا ہے اس نے بھی براہوئی اور ہندو آریائی زبانوں میں محض لفظی اشتراک تلاش کیا ہے اور کوئی ٹھوس شواہد' ثبوت اور اسناد پیش نہیں کی ہیں۔ مثال کے طور پر اس مضمون میں اس نے ہندو آریائی زبانوں کا ایک نقشہ پیش کیا ہے، جس میں براہوئی کو کہیں بھی کوئی جگہ نہیں دی ہے۔(۵۱)۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسے اس بات کا ابھی تک پختہ یقین نہیں ہے کہ براہوئی ایک آریائی زبان ہے نیز اس نے اپنی کسی تحریر میں براہوئی اور ہندو آریائی زبانوں کی تقابلی صرف ونحو یا گرامر پر بحث کر کے ان میں اشتراک اور مماثلتیں تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ کیونکہ ان کے مابین اشتراک تو کیا ہوگا شدید قسم کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جب کہ ان ماہرین لسانیات جنھوں نے براہوئی کو دراوڑی السنہ میں شامل کیا ہے، ٹھوس شواہد' دلائل' ثبوت اور اسناد بھی پیش کی ہیں اور ان کی تقابلی صرف ونحو کو زیر بحث لا کر ان میں اشتراک بھی ثابت کیا ہے۔ صرف چند الفاظ کی لفظی مماثلت پر اکتفا نہیں کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر نے بھی براہوئی اور بلوچی زبانوں کو ایک گروہ کی زبانیں شمار کرنے کی سفارش مندرجہ ذیل بنیاد پر کی ہے:

> ''نحوی اعتبار سے بلوچی اور براہوئی زبانیں یکساں مماثلت رکھتی ہیں اور ان میں جملوں کی ساخت اور ترکیب یکساں طریقے سے تشکیل پاتی ہے۔ دونوں زبانوں کی صرفی ونحوی مماثلت کو دیکھتے ہوئے بلاتردید کہا جاسکتا ہے کہ براہوئی زبان صرف ونحو کے اعتبار سے دراوڑی زبانوں کی نسبت ایرانی زبانوں سے زیادہ مماثلت رکھتی ہے۔'' (۵۲)

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر نے ایک مضمون بعنوان ''بلوچستان میں سندھی کے قدیم نامور شعراء'' (جو اس نے پی ایچ ڈی کرنے کے دوران تحریر کیا ہے) میں براہوئی کو ایک دراوڑی زبان قرار دیتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

''سندھی زبان نے نہ صرف وسعت دامنی کے باعث جہاں دیگر زبانوں پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں وہاں بلوچستان میں بولی جانی والی ایک قدیم دراوڑی النسل زبان براہوئی بھی سندھی زبان کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکی ہے اور ساتھ ہی اس زبان نے بھی اپنے کچھ اثرات ان علاقوں میں بولی جانی والے سندھی زبان پر مرتب کیے ہیں، کیونکہ سندھی زبان بلوچستان کے جن اضلاع میں بولی جاتی ہے وہاں ایک کثیر تعداد براہوئی بولنے والوں کی بھی ہے۔'' (۵۳)

اس کے پورے مذکور بالا تحقیقی مقالے کا بہ غائر اور بالاستعیاب مطالعہ کرنے کے بعد فاضل مقالہ نگار کا نقطۂ نظر واضح نہیں ہوتا ہے، موضوع مقالہ کے مطابق براہوئی کو بلوچی یا ایرانی خاندان السنہ سے مربوط کیا جانا چاہیئے مگر الطائی اور تورانی خاندان السنہ سے اس کی تطبیق دائرۂ بحث سے غیر متعلقہ اور خارج ہے۔ مگر فاضل مقالہ نگار نے براہوئی کو جابجا ایرانی زمرۂ السنہ کے ساتھ ساتھ تورانی والطائی زمرۂ السنہ سے مربوط ہونے پر زور دیا ہے گویا یہ ہر دو یعنی ایرانی اور تورانی والطائی زمرۂ السنہ ایک ہوں۔ نیز مقالے میں پیش کردہ مواد متروک اور زائد المیعاد ہے۔ اس میں کاڈویل کی کتاب "A Comparative Grammar of Dravidian or South Indian Family of Languages" میں پیش کردہ وہ نونکات زیر بحث نہیں لائے گئے جو یورال والطائی اور دراوڑی خاندان السنہ میں مشترک ہیں اور ادریانووی روسی کی کتاب "Iranian Lexcial Elements in Brahui" سے بھی استفادہ نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مقالے میں بہت سے تضادات، ابہامات، اُمہالات اور اشکال پیدا ہو گئے ہیں جو قاری کو کسی ایک واضح اور مربوط نقطۂ نظر تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ ان تمام خامیوں اور کوتاہیوں اور تضادات کا احساس بعد از اں فاضل مقالہ نگار کو ہوا، اور اس نے اس کا اظہار بھی کئی موقعوں پر کیا ہے مثلاً وہ اپنے سفرنامہ ''دراوڑستان'' (جو اس نے ۱۹۹۴ء کے دوران کیا، جب وہ اپنا مذکورہ بالا تحقیقی مقالہ انجام کو پہنچا رہا تھا) میں تحریر کرتا ہے:

''جاندی ہندوستان ناپُر اسرارانگا سرزمین ئے خننگ نا ارمان ہمو وختان کنا اُست ٹی اس ہراتمان ای داخواناسُت کہ براہوئی زبان دراوڑی زبان سے و دراوڑی زبانک جنوبی ہندوستان ٹی پاننگرہ۔''(۵۴)

ترجمہ: جنوبی ہندوستان کی پُر اسرار سرزمین کو دیکھنے کی آرزو میرے دل میں اس وقت سے تھی، جس وقت میں نے پڑھا کہ براہوئی زبان ایک دراوڑی زبان ہے اور دراوڑی زبانیں جنوبی ہندوستان میں بولی جاتی ہیں۔

بعدازاں اس نے اپنے ایک مضمون ''علم السان'' (اولس کوئٹہ ۱۹۹۸ء) میں جنوبی ہندوستان کی دراوڑی زبانوں اور براہوئی زبان کے اشتراک کو تحریر کیا۔اس کے بعد اس نے اپنے ایک انٹرویو میں براہوئی زبان کو دراوڑی زبان قرار دیتے ہوئے کہا:

''ہراوخت آ تن لفظ آتا ماخذا کانہ او فتا روٹ ءِ ہرنہ کہ داروٹ ہرا کنڈا کائیک تو داہیت پاش مریک کہ براہوئی اسہ دراوڑی زبان سے۔ داوخت اسکان لسانیات نا تحقیق وحقائق آتا ردٹ براہوئی دراویڈن زبان سے۔''(۵۵)

ترجمہ: جس وقت ہم لفظوں کے ماخذوں پر جاتے ہیں ان کے روٹ دیکھتے ہیں یہ روٹ جہاں جاتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ براہوئی ایک دراوڑی زبان ہے۔اس وقت تک لسانیاتی تحقیق وحقائق کے مطابق براہوئی ایک دراوڑی زبان ہے۔

اسی بات کا اعادہ کرتے ہوئے اس نے ایک اور جگہ تحریر کیا ہے:

''براہوئی زبان نا قدامت و مشکنی آن انکار اسہ بھلو تاریخی حقیقت سیان انکار مریک۔ انتئے کہ دنیا نا تمام بھلا بھلا لسانیات چوہوکا تا اکثریت داہیت نا زیہا اتفاق کیک کہ براہوئی پروٹو دراوڑین ناکوک

آن ودی مروکا بیست ویک زبان تیان است ءِ کہ ہراخاہوت ناشمالی
خاندان ٹی اوار مُسہ زبان آن اسہ زبان کہ ہرانا خوک انگا اراسیال
زبانک کرّخ و مالتو اریرکہ ہرافک شمالی ہندوستان ٹی پانگرہ۔ ہندن
اسہ پین لسانی شجرہ سینارڈٹ دراوڑی زبان تا شمالی شاخ نا پنچ زبان
تیان اولیکو براہوئی ءِ دے اس کہ ایلو چار زبانک کمراباغ، پہاڑیا،
کرّخ، کرّخ نیپالی وساوریا پہاڑیا اریر۔" (۵۶)

ترجمہ: براہوئی زبان کی قدامت سے انکار ایک بہت بڑی
تاریخی حقیقت سے انکار ہوگا کیونکہ دنیا کے تمام بڑے بڑے ماہرین
لسانیات کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ براہوئی پروٹو دراوڑی کی
صورت سے پیدا شدہ اکیس زبانوں میں سے ایک ہے، جو شمالی
خاندان پر مشتمل تین زبانوں میں سے ایک ہے جس کی قریبی رشتہ دار
دوزبانیں کرّخ اور مالتو ہیں۔ جو شمالی ہندوستان میں بولی جاتی ہیں۔
اسی طرح ایک اور لسانی شجرہ کے مطابق دراوڑی زبانوں کی شمالی
شاخ کی پانچ زبانوں میں پہلی براہوئی ہے، جس کی دوسری چار
زبانیں کمراباغ، پہاڑیا، کرّخ، کرّخ نیپالی اور ساوریا پہاڑیا ہیں۔

اور ایک مضمون میں براہوئی کو دراوڑی زبان قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل
الفاظ استعمال کیے:

"لسانیات نا ماہراتا گیشتری داہیت نا زی آ متفق اریر کہ براہوئی
بیرہ دراوڑی نہ بلکہ پروٹو دراوڑی زبان سے۔ دراوڑی خاندان نا
زبانک برصغیر نا خطہ ٹی کل آن مُتکنا زبانک اریر۔ دنیا نا چندی ماہر
لسانیات وبشریات آک (خاص وڑٹ ہیلسنکی یونیورسٹی فن لینڈ نا
پروفیسر آسکو پارپولا وا وناسنگتاک) داہم پارہ کہ چار ونیم ہزار سال
مُتکنا موہنجودڑو نا نوشتہ غاک خوانگ براہوئی زبان نا کمک آن بغیر

ناممکن ءِ۔ انتئے کہ براہوئی پاکستان ناکل آن متکنا و برصغیر نا متکن انگا زبان تیان اسٹ ءِ۔'' (۵۷)

ترجمہ: ماہرین لسانیات کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ براہوئی نہ صرف دراوڑی بلکہ پروٹو دراوڑی زبان ہے۔ دراوڑی خاندان کی زبانیں برصغیر کے خطے میں سب سے قدیم زبانیں ہیں۔ دنیا کے چند ماہرین لسانیات وبشریات (خاص طور پر ہیلسنکی یونیورسٹی فن لینڈ کے پروفیسر آسکو پار پولا اور اس کے ساتھی) یہ بھی کہتے ہیں کہ ساڑھے چار ہزار سال پرانے موہنجو دڑو کی تحریریں براہوئی زبان کی مدد کے بغیر پڑھنا ناممکن ہے۔ کیونکہ براہوئی پاکستان کی سب سے قدیم اور برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک۔

اس کے بعد اس نے اپنی کتاب ''دراوڑستان'' میں براہوئی کو دراوڑی زبان تسلیم کیا اور اس کا مختصر تقابل جنوبی ہند کی دراوڑی زبانوں سے بھی کیا۔ (۵۸) اور اپنے ایک انگریزی مضمون "Brahui Culture" میں براہوئی کو دراوڑی زبان قرار دیتے ہوئے تحریر کیا:

> "A group of people speaking Brahui language belonging to Dravidian family mainly found in the province of Balochistan in Pakistan. Afghanistan and Seistan-o-Balochistan province of Iran and same parts of Turkmanistan."(59)

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر کے ان سب اقتباسات کو پڑھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے پی ایچ ڈی کے دوران مگر پی ایچ ڈی کرنے سے پہلے اپنے مذکورہ بالا مضمون ''بلوچستان میں سندھی کے قدیم نامور شعراء'' اور اپنے مذکورہ بالا سفرنامہ ''دراوڑستان'' (جو پی ایچ ڈی کے دوران کیا) میں براہوئی کو دراوڑی زبان قرار کیوں دیا؟ جب کہ اپنے مقالے ''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط'' میں اس حقیقت سے انکار کرتے ہوئے اس نے براہوئی کی ازسرنو لسانی جماعت بندی کی سفارش کی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ پھر پی ایچ

ڈی کی سند حاصل کرنے کے فوراً بعد اس نے دوبارہ براہوئی کو دراوڑی زبان قرار دیا اور اپنے مذکورہ بالا انٹرویو میں اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے میں ترامیم کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا ہے۔ (۶۰) دوسری بات یہ ہے کہ مصنف کے سفرنامے میں واقعات تاریخ وار نہیں ہیں یا یوں کہیئے کہ ان تاریخوں کو چھپانے کی دانستہ کوشش کی گئی ہے جو کسی سفرنامے کا اہم ترین جزو ہوتے ہیں۔ ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ سفرنامے اور تحقیقی مقالے کے ادوار کو الگ الگ ادوار میں ظاہر کیا جاسکے۔ مگر سفرنامے کی تاریخ پی ایچ ڈی کے مقالے کی سند ملنے سے پہلے کی ہے۔ ایک ہی وقت میں مصنف نے براہوئی کے بارے میں دو متضاد نظریات کو پیش کیا ہے جس سے مصنف کی تحقیقی ایمانداری و دیانت داری پر کئی سوالیہ نشانات ثبت ہوتے ہیں۔

مگر بعد میں موصوف اپنے اس موقف سے خود ہی دست بردار ہوگیا اور براہوئی زبان کو دراوڑی تسلیم کیا اور پھر اس موقف سے بھی انحراف کرکے اسے الطائی اور تورانی زبانوں کے خاندان کی زبان قرار دینے کی سفارش کی، جس کا ذکر ہم بعد میں الطائی نظریئے کے ضمن میں کریں گے۔

عبدالقادر اثیر شاہواڑی (۶۱) اور پروفیسر عبداللہ جان جمالدینی (۶۲) نے بھی براہوئی کو آریائی زبان قرار دیا مگر انہوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل، سند اور شہادت پیش نہیں کی ہے۔ پروفیسر نادر قمبرانڑی نے براہوئی زبان کے دراوڑی زبانوں کے خاندان سے تعلق اور اس پر ہندو آریائی زبانوں کے اثرات کو تسلیم کرتے ہوئے اسے دریویڈو ایرانی زبان قرار دیا، وہ تحریر کرتا ہے:

"براہوئی نا گرائمر و صرف و نحو دراوڑی آن بارے فعل و اسم یعنی کاریم و پن نا ڈولٹ ایرانی زبان تیان خوک خننگک۔ دادنِ دریویڈو ایرانی پانگ کینہ۔" (۶۳)

ترجمہ: براہوئی کی گرائمر اور صرف و نحو دراوڑی کی طرح ہے۔ فعل و اسم یعنی کام اور نام کی ترکیب ایرانی زبانوں کے قریب دکھائی دیتی ہے اسے ہم دریویڈو ایرانی زبان کہتے ہیں۔

وہ اسی مضمون میں آگے تحریر کرتا ہے:

''کوشانی تاریخ او زبان ناپٹ و پول کروکا عالماک ہم داہتیا اتفاق کرینو کہ کوشانی زبان ایرانی زبان تانسل و کہول آنے۔ داپُوسکوناپٹ و پولان لانگ ورتھ ڈیمز (Longworth Dames) او زبان شناس ءِ ماہراتا نظریہ غلط ثابت مریک۔ انتئے اوفک براہوئی بولی ءِ دراوڑی زبان تانسلان ثابت کننگنا کوشست کرینو۔'' (۶۴)

ترجمہ: کوشانی تاریخ و زبان کی تحقیق و تدقیق کرنے والے علماء نے ان باتوں سے اتفاق کیا ہے کہ کوشانی زبان ایرانی زبانوں کی نسل اور خاندان سے ہے۔ اس جدید تحقیق و تدقیق سے لانگ ورتھ ڈیمز اور ماہرین لسانیات کا نظریہ غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے براہوئی زبان کو دراوڑی زبانوں کے خاندان سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

پروفیسر نادر قمبرانڑی نے ایک ہی مضمون میں دو متضاد آراء کا اظہار کیا ہے۔ واحد بخش بزدار نے براہوئی زبان کی دراوڑی حیثیت کو مسترد کرنے کے لیے اور اسے آریائی زبان ثابت کرنے کے لیے وادی سندھ کی تہذیب کی دراوڑی حیثیت سے بھی انکار کر دیا اور اسے آریاؤں کی تہذیب قرار دیا۔ وہ اول تو دراوڑ قوم کی ابتداء اور تاریخ کے متعلق کوئی واضح رائے نہیں رکھتا ہے جیسا کہ اس کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے:

''چوہانا دراوڑی تاریخ مدام یک اڑوکی ئیں متنازعہ ئیں تاریخ یے بوتگ ءُ تاریخ زانت اے درگت ءَ ہم تپاک نہ انت۔ بازنیانی ہیال انت کہ اے نیاجی ایشیاء مردم اتنت ءُ نسلی صورت ءَ تورانی (Turanian) ٹک ءَ سیادی دارانت۔ بازیں تاریخ زانت گش انت کہ اے اصل ءَ بحیرہ روم ءِ مردم اتنت ءُ جہہ چے بحیرہ روم ءَ عراق ءَ آتکگ ءُ جہہ مند بوتگ انت ءُ رندا تین ہزار پ م ءَ ایشاں اکادیانی (Akkadian) تاڑ ءُ گوریچانی سبب ہندوستان ءَ آبات بوتگ انت ءُ سندھ تہذیب ءِ وارث ہمیش انت کہ ایشاں موہنجودڑو ءِ تہا

بلاھیں تہذیب جوڑ کتگ ءُ سندھ ءِ کدیمیں زبان دراوڑی زبانے بوتگ ءُ سندھ ءِ مُہر (Seal) ہم دراوڑی تہا انت۔" (۶۵)

ترجمہ: چونکہ دراوڑی تاریخ ہمیشہ ایک اُلجھی ہوئی متنازعہ تاریخ رہی ہے۔ تاریخ دان اس مسئلے پر متفق نہیں ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے وہ وسطی ایشیاء کے لوگ تھے ان کی نسلی نوع تورانی قوم سے تعلق رکھتی ہے بعض مورخین کہتے ہیں کہ یہ دراصل بحیرہ روم کے لوگ تھے جو بحیرہ روم سے عراق آئے تھے وہاں آباد ہوئے تھے سومیریوں سے خلط ملط ہو گئے اور بعد ازاں تین ہزار سال قبل مسیح ان کی اکادیوں سے جنگ کی وجہ سے وہ ہندوستان میں آباد ہو گئے۔ سندھ کی تہذیب کے وارث یہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے موہنجودڑو میں عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی۔ سندھ کی زبان دراوڑی تھی۔ سندھ کی مہریں بھی اسی زبان میں ہیں۔

فاضل مقالہ نگار نے دراوڑی قوم کی ابتداء کے بارے میں جس بحیرہ رومی نظریئے کا حوالہ دیا ہے اب وہ متروک ہو چکا ہے۔ دراوڑی قوم کا تعلق قدیم آسٹریلوی نسل سے ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ مشہور ماہر نسلیات ایڈورڈ بابون کا خیال ہے:

"Most of the inhabitants of southern India and Ceylon. Heavier-boned, darker-skinned and broad-nosed- than the Hindus of the north, the Dravidians are sometimes regarded as archaic Caucasoids, and sometimes as Australoids, the Carpentarian variety of whom they often resemble."(66)

آگے فاضل مقالہ نگار تحریر کرتا ہے:

"ادا مستریں جُست اے پادکیت کہ مہر گڑھ ءِ تہا مہلوک چہ نہہ ہزار سال پ م ءَ آبات انت ءُ وہدیکہ دراوڑی ۳ ہزار پ م ءَ لڈءُ

بار کناں ءَ ادا آتنگ ءُ آبات بوتگ انت گڈا سندھ تہذیب ءَ را
دراوڑی تہذیبے گشگ ءُ اے زبان ءَ را سندھ ءِ کدیمیں زبانے
نامینگ چے ماناءُ بستارے داریت؟"(٦٧)

ترجمہ: یہاں سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہر گڑھ میں لوگ تقریباً نو ہزار سال قبل مسیح سے آباد تھے اور دراوڑی تین ہزار سال قبل مسیح یہاں آئے اور آباد ہوگئے پھر سندھ کی تہذیب کو دراوڑی تہذیب کہنا اور اس زبان کو سندھ کی قدیم زبان سے موسوم کرنا کیا معنی و مطلب رکھتا ہے؟

فاضل مقالہ نگار سٹیفن نیپ (Stephen Knapp) کی کتاب "Death of the Aryan Invasion Theroy" کا حوالہ دیتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے:

"نوکیں سائنسی راستیانی متابک ءَ مرچاں تاریخ زانت ءُ دمب
شناس نہ ایوکا اے چیز ءَ نہ منانت کہ سندھ ءِ تہذیب آریاہاں ءَ تباہ
کتگ بلکیں اے ہم گش انت کہ مہر گڑھ ءُ سندھ ءِ کدیمیں تہذیب
ویدک آریائی تہذیبے بوتگ ءُ اے ایل باشم جاگہے نوشتہ کنت کہ
۳ ہزار پ م ءَ دراوڑیانی آئیگ پکیں ہبرے نہ انت چیا کہ دراوڑیانی
کہنیں مکیں ٹل ءُ مینار چڑ و ۵ صد پ م ءِ یات گارنت۔"(٦٨)

ترجمہ: جدید سائنسی نظریات کے مطابق آج مورخین اور ماہرین آثارِ قدیمہ متفقہ طور پر یہ چیز تسلیم نہیں کرتے کہ سندھ کی تہذیب کو آریاؤں نے تباہ کیا ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہر گڑھ اور سندھ کی قدیم تہذیب ویدک آریائی تہذیب تھی اور اے ایل باشم ایک جگہ تحریر کرتا ہے کہ تین ہزار سال قبل مسیح میں دراوڑی یہاں آئے صحیح طور پر معلوم نہیں ہے کہ دراوڑوں کی قدیم عمارات اور مینار صرف پانچ سو سال قبل مسیح کی یادگار ہیں۔

اس کے بعد وہ سوال اٹھاتا ہے:

”نوں ادا اہمیں جست ایش انت کہ براہوئی زبان ءَ باروا مئے بازیں زانتکاراں روبرکتی کو اسانی ہیال ءُ لیکہ ءِ ردا اول ءَ اے جار جنگ ات کہ براہوئی دراوڑی زبان ایت ءُ رندا دگہ لہتیں زانتکاراں اے جار جنگ کہ براہوئی پروٹو دراوڑی زبان ایت نوں سوال ایش انت وہدیکہ دراوڑی ۵ صد پ م ءَ ادا آتلگ ءُ آباد بوتگ انت گڑا ”پروٹو دراوڑی“ چے انت؟ ءُ چونیں زبان ایت؟“ (۶۹)

ترجمہ: اب یہاں اہم سوال یہ ہے کہ براہوئی کے متعلق ہمارے اکثر دانشور اور جاننے والوں کا خیال ہے اور اس مسئلے پر پہلے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ براہوئی دراوڑی زبان ہے اور بعد میں کچھ دیگر دانشوروں نے یہ رائے قائم کی کہ براہوئی پروٹو دراوڑی زبان ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دراوڑی تو یہاں پانچ سو سال قبل مسیح میں آئے اور آباد ہو گئے پھر پروٹو دراوڑی کیا ہے؟ اور کیسی زبان ہے؟

اور آگے چل کر فاضل مقالہ نگار اس حتمی نتیجے پر پہنچتا ہے:

”نوکیں سائنسی انکشافانی ردا بازینانی ہیال انت کہ سندھ تہذیب ءِ بناکنوک دراوڑی نہ اتنت بلکیں اے تہذیب ءِ وارث ویدک آریا اتنت ءُ ہمے کہنیں آریا چہ ہندوستان ءَ دراتلگ انت ءُ ایران، چین، فارس، مزن ہور (Gulf) اوگانستان، نیامجی ایشیا، نیام رودر آہت ءُ یورپ ءِ بازیں دمگاں آبات بوتک انت“۔ (۷۰)

ترجمہ: جدید سائنسی انکشافات کی بناء پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سندھ تہذیب کے بنیاد گزار دراوڑی نہیں تھے بلکہ اس تہذیب کے وارث ویدی آریا تھے اور یہی قدیم آریا جو ہندوستان آئے اور ایران، چین، خلیج فارس، افغانستان اور وسطی ایشیاء میں آتے جاتے تھے اور یورپ کے اکثر شہر انہوں نے آباد کئے۔

فاضل مقالہ نگار سوال اٹھاتا ہے کہ مہر گڑھ کے لوگ تو نو ہزار سال قبل مسیح سے آباد تھے پھر ان کا تین ہزار سال قبل مسیح میں یہاں آنے والے دراوڑوں سے تعلق کیوں جوڑا جاتا ہے؟ اور سندھ کی تہذیب کو ان سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ مہر گڑھ کی تہذیب نو ہزار سال قبل مسیح کی تہذیب نہیں ہے بلکہ سات ہزار سال قبل مسیح کی تہذیب ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ دراوڑی یہاں تین ہزار سال قبل مسیح میں آ کر آباد نہیں ہوئے اب رہا سوال مہر گڑھ اور وادی سندھ کے دراوڑوں سے تعلق کا سوال تو ماہرین نسلیات نے مہر گڑھ دور اول اور دوم کے انسانی ڈھانچوں کے دندانی مطالعے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

> "A Study of the teeth of the numerous Mehrgarh skeletons of Periods I and ll showed that these 'first farmers of India had affinities with the present South and South Asian populations rather than the West Asia peoples."(71)

فاضل مقالہ نگار سٹیفن نیپ کے حوالے سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آریاؤں نے وادی سندھ کی تہذیب پر حملہ نہیں کیا بلکہ مہر گڑھ اور سندھ کی تہذیب ویدک آریاؤں کی تہذیب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہرین آثار قدیمہ نے حضریاتی شہادتوں سے آریاؤں کے حملے کو ثابت کیا ہے: وکٹر سریانیدی (Victor Sarianidi) کی مارجینیا اور باختریا میں حالیہ آثاراتی تحقیق کے مطابق آریا اور ہندو آریا جنہوں نے ''رگ وید'' (Rig Veda) کے ابتدائی حمدیہ گیت یا بھجن پیدا کئے کا تعلق مارجینیا اور باختریا سے تھا۔ جو ۱۸۰۰ قبل مسیح تا ۱۴۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ بلوچستان سرحد اور وادی سندھ میں وارد ہوئے: مثال کے طور پر ان کے آثار سوات میں چلیغائی ثقافت دور چہارم (The Chalighai Culture IV) (۱۸۰۰ سال قبل مسیح تا ۱۴۰۰ سال قبل مسیح) پیرک (Ib) (۱۶۰۰ سال تا ۱۴۰۰ سال قبل مسیح) تا اور پیرک دور سوم (iii) (۱۳۰۰ سال قبل مسیح تا ۸۰۰ سال قبل مسیح) پیریانوغنڈی ژوب (۱۵۰۰ سال قبل مسیح) سبری اور نوشیرو میں قبرستانوں اور ۱۹۸۵ء میں سرینہ ہوٹل کی کھدائی کے دوران جو ساز و سامان اور دیگر آثار دریافت ہوئے ہیں

باختریا اور مارجینیا کے آثار سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ نیز گھوڑے کی مورتیاں اور تصویریں آریاؤں کی آمد کا پتا دیتی ہیں۔(۷۲)

آریاؤں کی آمد برصغیر میں اس وقت ہوئی جب وادی سندھ کی تہذیب داخلی وجوہ کی بناء پر زوال پذیر تھی۔ اس کے زوال میں قدرتی آفات کے امکانات اور وجوہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آریاؤں نے وادی سندھ کے لوگوں پر اپنا سیاسی تسلط جمانے کے لیے ان سے جنگیں کیں جو ان کی مذہبی کتاب ''رگ وید'' (Rig Veda) سے ظاہر ہوتی ہیں جو ۱۵۰۰ قبل مسیح تا ۱۰۰۰ قبل مسیح کے درمیان وجود میں آئی۔ آریاؤں نے وادی سندھ کے لوگوں کو داسو (Dasyu) اور داسا (Dasa) سے موسوم کیا جو سیاہ رنگت والے (anas) بے ناک تھے جن کی رنگت کو ''رگ وید'' میں کرشناوچ (Krishna-tvach) کالی چمڑی والے کہا گیا ہے۔ جب کہ آریاؤں نے خود کو سفید رنگت والے کہا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل شعر سے ظاہر ہے:

> ''اندرا دیوتا نے سفید رنگت والے احباب (آریاؤں) سے مل کر اس سرزمین کو حاصل کیا۔'' (۷۳)

آریاؤں کی برصغیر میں آمد اور ہجرت کے متعلق بھی ''رگ وید'' سے ہمیں معلومات ملتی ہیں:

> ''اے دیوتاؤ ہم ایک ملک میں پہنچ گئے ہیں جس میں چراگاہیں نہیں ہیں یہ سرزمین اگرچہ وسیع و عریض ہے مگر ہمارے قبضہ کر لینے کے لیے بہت چھوٹی ہے۔
>
> برہاسپاتی نے ہمارے لیے مویشیوں کی جنگ کے لیے ساز و سامان مہیا کیا ہے، اے اندر دیوتا اس وفادار گویے کے لیے راستہ ڈھونڈ اندر دیوتا نے سیاہ چہرے والی مخلوق کو روز بہ روز اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بے دخل کیا ہے۔
>
> بطل جلیل نے گھٹیا رویے والے داسوں وارچن (varchin) اور شامباروں کو وہاں قتل کیا ہے جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔'' (۷۴)

جنگوں کے سلسلے کے بعد آریاؤں کی فتح کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''مہربان خداؤں نے آسمان پر سورج کو طلوع کیا اور اس سرزمین پر آریاؤں کے راست قوانین کو پھیلایا۔'' (۷۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آریاؤں نے وادی سندھ کے لوگوں کو ایک مدت کے جنگی سلسلے کے بعد مفتوح و محکوم بنایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آریا تو بیرونی حملہ آور تھے پھر کس طرح سے وادی سندھ کی تہذیب کے وارث ہیں؟ اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ آریاؤں سے پہلے وادی سندھ میں دراوڑ موجود تھے اور براہوئی بھی ان قدیم دراوڑوں (Proto-Dravidians) کے اخلاف ہیں اور ان کی زبان بھی وادی سندھ کی قدیم دراوڑی زبان (Proto-Dravidian Language) کی دختر زبان (Daughter Language) ہے۔

تورانی یا الطائی نظریہ:

پروفیسر میر عاقل خان مینگل نے اپنے ایک مضمون ''براہوئی یا کردگالی زبان'' میں یہ رائے پیش کی کہ براہوئی ایک ساقائی (Scythian) زبان ہے مگر وہ ساقائی اور کردی کو باہم خلط ملط کر کے انہیں ایک سمجھتا ہے حالانکہ ساقائی الطائی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جسے تورانی زبانوں کا خاندان بھی کہا جاتا ہے اور کردی ہندو آریائی زبانوں کے ایرانی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ مقالہ نگار کا دو قسطوں پر مشتمل مضمون بغیر کسی نتیجے پر پہنچے ختم ہو جاتا ہے اور وہ براہوئی کے دراوڑی زبانوں کے تعلق کو نہ تو رد کرتا ہے اور نہ ہی اسے ایک ساقائی زبان اور نہ ہی اس کا لسانی رشتہ کردی زبان سے ثابت کرتا ہے بلکہ یہ رائے دیتا ہے کہ براہوئی ایک ساقائی زبان ہے جس میں دراوڑی عناصر پائے جاتے ہیں الطائی اور ہندو یورپی زبانوں میں سے کردی پر اگر مزید تحقیق کی جائے تو ایم بی ایمینو اور بروکا یہ نظریہ رد ہو سکتا ہے کہ براہوئی ایک دراوڑی زبان ہے۔ (۷۶)

آغا نصیر خان احمد زئی نے بھی اپنے ایک مضمون ''براہوئی تورانی زبانوں کے

خاندان سے ہے'' میں دعویٰ کرتا ہے کہ براہوئی ایک تورانی یا الطائی زبان ہے مگر وہ بھی تورانی اور الطائی زبانوں کے خاندان اور ہندو آریائی زبانوں کے خاندان کے مابین فرق کو نہ سمجھتے ہوئے میر عاقل خان مینگل کی طرح نظریاتی تضاد کا شکار ہوجاتا ہے اور وہ بھی براہوئی اور کردی کے مابین مماثلت تلاش کرتا ہے۔ یہ تضاد زیادہ واضح صورت میں پروفیسر عبدالرزاق صابر کی تحریروں میں ملتا ہے جو براہوئی کو دراوڑی زبان بھی تسلیم کرتا ہے اور پھر کردی اور بلوچی کے عناصر کی بنیاد پر اپنے مقالے ''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط'' میں براہوئی زبان کو نہ تو واضح طور پر دراوڑی، نہ ہندو آریائی اور نہ ہی الطائی زبان قرار دے سکا اور اس کا مقالہ ایک بہت بڑی نظریاتی الجھن اور تضاد کو ظاہر کرتا ہے اس کے مندرجہ ذیل اقتباس سے اس کے نظریاتی تضاد اور الجھن کو ملاحظہ فرمایئے:

> ''مختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ براہوئی زبان میں دراوڑی عنصر ہونے کے باوجود اس کی ہندو آریائی اور الطائی زبانوں سے وابستگی کے امکانات زیادہ واضح ہیں تاہم اس سلسلے میں جدید سائنسی خطوط پر مزید لسانی تحقیق کی سفارش کی جاتی ہے۔'' (۷۷)

اس نے اپنے ایک انگریزی مضمون "Socio-Cultural and Linguistic Ties Between Balochistan (Pakistan) and Central Asia" میں بھی براہوئی اور ترکی میں لسانی روابط اور مماثلت ظاہر کرتے ہوئے انہیں ایک خاندان کی زبانیں ثابت کرنے کی سفارش کی ہے۔ (۷۸) اسی طرح اپنے ایک اور مضمون ''کیا اردو کا اصل مؤلد بلوچستان ہے؟'' میں بھی یہی ثابت کرنے کی کوشش میں اسی تضاد کا شکار ہوجاتا ہے۔ (۷۹) اس کے ایک اور مضمون ''براہوئی اور اردو کی صرفی مماثلت'' میں بھی یہی فکری تضاد پایا جاتا ہے۔ (۸۰)

براہوئی کا تورانی یا الطائی نظریہ پیش کرنے والے دانشوروں میں یہی فکری تضاد عام ہے انہوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ڈاکٹر کاڈویل کے ان نونکات کا بھی کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے جو یورال الطائی زبانوں اور دراوڑ زبانوں میں مشترک ہیں (۸۱) اور نہ ہی

انہوں نے ڈیوڈ میک آلپن (David MacAlpin) کے قدیم ایلام و دراوڑی زبان کے نظریئے کا مطالعہ کیا ہے جو ایلامی (Elamite) اور دراوڑ زبانوں کے مابین روابط پر موسس ہے۔(۸۲)

جان بیمز (John Beams) کے مطابق دراوڑی زبانیں تورانی زبانوں کے خاندان کی پانچ شاخوں میں سے ایک ہیں۔ آریاؤں کی آمد سے پیشتر برصغیر میں بولی جانے والی تمام زبانیں تورانی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ تحریر کرتا ہے:

"Historically, there is little doubt that at an early period, the whole of India with all its eastern and southern Asia, was hold by races speaking languages of the Turanian family."(83)

اب تورانی خاندان السنہ کو یورال و الطائی خاندان السنہ کہا جاتا ہے جس میں دراوڑی زبانیں شامل نہیں ہیں بلکہ وہ ایک الگ اور خود مختار دراوڑی خاندان السنہ کہلاتا ہے۔ مگر ہمارے ماہرین لسانیات کے ذہن میں اب تک تورانی اور دراوڑی زبانیں ایک ہی خاندان السنہ کی زبانیں ہیں۔ ہر چند یورال والطائی اور دراوڑی زبانوں کے مابین بہت سی لسانیاتی مماثلتیں پائی جاتی ہیں کیونکہ ماقبل تاریخی ادوار میں یہ ایک ہی جغرافیائی خطے سے متعلق تھیں۔

المختصر ان دانشوروں کے براہوئی کے متعلق تورانی یا الطائی نظریئے کی بنیادیں ٹھوس نہیں ہیں اور حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ رہا سوال کردی قومیت کے مسئلے کا جسے مندرجہ بالا دانشور براہوئی قوم پر منطبق کرتے ہیں تو اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قدیم زمانے میں کردوں کا ایک قبیلہ براہوئی قوم میں ضم ہو کر براہوئی ہو گیا تھا اور اسی بنیاد پر بلوچوں نے براہوئی زبان کو کردگالی سے موسوم کیا اور براہوئی قوم کو کردگال۔ اسی ایک کرد قبیلے کی وجہ سے تمام براہوئی قوم کو کرد کہنا حقائق کے سراسر خلاف ہے۔

بشپ کاڈویل کے مذکورہ بالا نو نکات جو یورال الطائی اور دراوڑ زبانوں کے خاندان میں مشترک ہیں' کی بنیاد پر بعض ماہرین لسانیات اور مورخین یہ کہتے ہیں کہ ماقبل

تاریخی ادوار میں یورال الطائی اور دراوڑی اقوام ایک ہی جغرافیائی خطے سے تعلق رکھتی تھیں لہٰذا ان کی زبانوں میں یہ نوٹات مشترک ہیں۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر مشہور ماہر لسانیات ڈاکٹر غلام علی الانا تحریر کرتا ہے:

''اگر کالڈویل کی رائے کے مطابق دراوڑی زبانیں ''سیتھین زبانوں'' کی معرفت تورانی خاندان سے مماثلت رکھتی ہیں تو پھر ایسے کیوں نہ ہو کہ دراوڑی زبانوں کی بنیاد موہنجودڑو کی زبان ہے اور موہنجودڑو کی زبان یعنی سیندوی زبان (سیندوی، سندوی، سندھی) کی بنیاد تورانی زبان سے تعلق رکھتی ہے۔

ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب کی اشاعت دوم میں اپنی اس رائے میں ترمیم، اضافہ اور نظر ثانی کر کے اپنے سابقہ موقف کو تبدیل کیا ہے۔ (۸۵)

دراوڑی نظریہ:

براہوئی کے متعلق دراوڑی نظریہ دنیا بھر کے ماہرین لسانیات میں ایک متفقہ نظریہ ہے کہ براہوئی دراوڑی زبانوں کے خاندان میں شمال مشرقی دراوڑی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ ایم ایس انڈرونوف تحریر کرتا ہے:

"According to the modern conception Brahui belongs to the north-western group of the Dravidian languages. It is appearantly most closely related to the north-eastern group of these langueges, which includes Malto and Kurukh."(86)

براہوئی زبان کے متعلق نہ صرف یہ رائے ہے بلکہ براہوئی قوم کو بھی دراوڑی تسلیم کرلیا گیا ہے جیسا کہ مشہور ماہر لسانیات (Anthropologist) ٹامس آرٹراٹ مین براہوئی قوم اور شمالی ہند کے دیگر دراوڑی لوگوں کے مابین نسلی رشتوں کو واضح کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

''تقریباً دو لاکھ براہوئی بولنے والے لوگ پاکستان کے قلات، خیر پور اور حیدرآباد اضلاع میں مکمل طور پر ایرانی اور ہندو آریائی زبانوں میں محصور ہیں اور اپنے قریب ترین لسانی رشتہ داروں سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر جدا ہیں۔'' (۸۷)

کچھ مقامی دانشوروں نے براہوئی کو دراوڑی تو قرار دیا مگر وہ دراوڑی کو سامی النسل یا دراوڑی وسامی کو ہم نسل تصور کر بیٹھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک دراوڑی نسل پر تحقیق اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اور اس کو بحیرہ رومی یا بحر شامی (Meditarranian) فرض کیا گیا۔ اور یہ نظریہ جیمز ہورنل (James Hornell) نے پیش کیا، اس سلسلے میں اس کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

''وہ بحیرۂ روم کے آس پاس یا گردونواح کی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور ایک مدت تک عراق میں رہے، جب اکادیوں (Akadians) اور سامیوں کی طرف سے دباؤ پڑنے لگا تو براہ بلوچستان (جہاں ان کی ایک زبان، براہوئی اب تک موجود ہے)، ہندوستان میں داخل ہوئے اور سندھ وگنگا کی وادیوں کے کنارے پھیل گئے۔'' (۸۸)

اسی نظریے کو تسلیم کرتے ہوئے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے بھی جیمز ہورنل کا تتبع کیا ہے۔(۸۹) اور پروفیسر سید احتشام حسین نے بھی اسی نظریئے کو اختیار کرتے ہوئے تحریر کیا:

> ''ہندوستان میں آنے والوں کا تیسرا بڑا گروہ وہ ہے جنھیں دراوڑ کہا جاتا ہے۔ اس نسل کے لوگ بھی بحیرۂ روم ہی کی طرف سے آئے اور ابتدأءوادئ سندھ میں بسے۔''(۹۰)

جان بیمز (John Beams) نے بھی یہی نظریہ اختیار کیا:

> ''تقریباً ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح دراوڑی نسل کے لوگ ہندوستان میں وارد ہوئے۔ یہ لوگ بحیرۂ روم اور ایشیائے کوچک سے آئے اور ہندوستان میں پہنچ کر انھوں نے ہڑپہ اور موہنجودڑو (پنجاب وسندھ) میں تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح ایک زبردست تمدن کی بنیاد رکھی۔''(۹۱)

اس نظریئے کی بنیاد پر دراوڑی اقوام کو سامی النسل قرار دیا گیا کیونکہ سامی اقوام بھی بحیرۂ رومی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ مولانا ابوجلال ندوی نے بلوچستان اور وادئ سندھ کے مدفنوں سے برآمد شدہ بحیرۂ رومی نسل کے انسانی ڈھانچوں اور بلوچستان وسندھ میں براہوئیوں کی موجودگی کی بناء پر وادئ سندھ کے قدیم رسم الخط (Indus Script) کو سامی زبان کی تحریر اور سامی نسل کو اس تہذیب کی بنیادگزار اور وارث قرار دیا۔(۹۲)

مولانا ابوجلال ندوی کے نظریئے کا تتبع کرتے ہوئے علامہ نور محمد پروانہؒ اور اس کے احباب نے بھی دراوڑی قوم کو سامی النسل قرار دیا اور براہوئی زبان وقوم کو بھی سامی النسل قرار دیا ہے۔(۹۳) پروفیسر انور رومان نے اپنے ایک انگریزی مضمون بہ عنوان ''مغربی پاکستان کی بنیادی وحدت'' میں براہوئیوں کو نسل انسانی کی تہذیب وتمدن کے اولیں اساس گزار قرار دیتے ہوئے ہلال زرخیز کے سامی النسل لوگوں سے مربوط کیا۔(۹۴) اس نے اپنے ایک دوسرے مضمون میں اسی بات کو واضح کرتے ہوئے براہوئی اور دیگر دراوڑی زبانوں کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا:

''گویا براہوئی اور دیگر دراوڑی السنہ کا سامی و حامی السنہ سے رشتہ نہ صرف قریبی بلکہ قدیم ہے اور اغلب ہے کہ مزید تحقیقات کی روشنی میں تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ دراوڑی السنہ کا شرارہ بنو سام اور بنو حام کے شعلے سے ٹوٹا ہو۔'' (۹۵)

اسی طرح اپنے ایک اور مضمون میں ''براہوئی زبان اور اس کی لغت'' میں یہی نظریہ پیش کرتے ہوئے تحریر کیا:

''براہوئی دراوڑی زبان ہے اور تمام دراوڑی السنہ از قسم براہوئی، تامل، تیلگو، ملیالم، کوئی، مالتو وغیرہ ماقبل آریہ کی دیگر زبانیں جو تمام کی تمام سامی السنہ تھیں، کی ہم عصر ہیں اور ہم عصروں میں لین دین، تعاون و اشتراک اور ربط لازمی موجود تھا۔ عالمی السنہ کی بنیاد ہلال زرخیر کی سامی السنہ پر کھڑی ہوئی کیونکہ سب سے پہلے خواہ وہ مصر کا خط تصویری تھا خواہ اشوریا کا نیا آئین خواہ کنعانیوں کے حروف ہیں۔ بلحاظ تمام دیگر عالمی السنہ کی لغت اور گرامر انہی سامی السنہ کی لغت اور گرامر سے فیض یاب ہوئی۔ دراوڑ السنہ چونکہ ان کی ہم عصر تھیں بلکہ زیادہ صحیح طور پر یوں کہیئے کہ دراوڑی زبان ایک ہی تھی اور اس کی موجود فروع علاقائی فرق البعد کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئیں، ان سامی السنہ کی ہم عصر تھیں، زیادہ واضح طور پر یوں کہیئے کہ سامی لسان جو اصل میں ایک ہی تھیں، اور اپنی مختلف ہونہار جمیعتوں کی وجہ سے مختلف ناموں سے منسوب کی گئی، نہ صرف دراوڑ زبان کی ہم عصر تھی بلکہ اس کی لغت اور گرامر کی بنیاد بھی ایک تھی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ دیجئے کہ دراوڑ زبان ہلال زرخیز کی سامی زبان کا ہی ایک شرارہ تھا، جو مغربی پاکستان کے ماحول میں جلوہ گر ہونے کی وجہ سے کچھ اپنی مقامی خصوصیات کی بھی مالک ہوگئی۔'' (۹۶)

سید کامل القادری نے بھی اپنے ایک مضمون ''سامیوں کی ایک قدیم زبان براہوئی'' میں اسی نظریئے کا اظہار کیا، وہ تحریر کرتا ہے:

''یہ ہے براہوئی کا اجمالی تعارف اور اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے اولیں بولنے والے وہ لوگ تھے جو بحیرۂ روم کے ساحلی خطے سے اٹھے اور منزل منزل بلوچستان میں داخل ہوئے اور کیرتھر کے دامن میں آباد ہوگئے۔ یہی وہ مثالی قوم ہے جس کے ثقافتی آثار میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ کا نام آتا ہے اور اسی رعایت سے راقم السطور نے براہوئی کو سامیوں کی ایک قدیم زبان سے معنون کیا ہے۔'' (۹۷)

علامہ نور محمد پروانہؒ نے اپنے ایک مضمون ''وادیٔ سندھ کی تہذیب اور اس کے وارث'' میں تحریر کیا:

''براہوئی وادیٔ سندھ کے لوگوں کے اخلاف ہیں۔'' (۹۸)

اور اپنے ایک دوسرے مضمون میں براہوئیوں کو دراوڑی اور دراوڑیوں کو بحیرۂ رومی تسلیم کرتے ہوئے تحریر کیا:

''براہوئی قبائل جو پاکستان میں کوئٹہ سے دریائے سندھ کے دونوں اطراف تک وسیع وعریض خطے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کیا یہ اس عظیم الشان نسلی گروہ کے باقیات الصالحات میں سے ہیں، جو بحیرۂ روم سے اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر ایک نئی سرزمین اور نسبتاً سرسبز خطوں کی تلاش میں سفر کرتے ہوئے ۳۰۰۰ ق م سے بھی قبل اس علاقے میں پہنچے اور آباد ہوگئے، جسے زمانۂ قریب میں بلوچستان (خانہ بدوشوں کا وطن) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔'' (۹۹)

اور آگے براہوئی قبائل کی زبان کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''براہوئی قبائل السنہ دراوڑ کی ایک زبان بولتے ہیں۔'' (۱۰۰)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے بھی براہوئی قوم کو دراوڑی اور دراوڑی قوم کو بحیرۂ رومی تصور کرتے ہوئے براہوئی قوم کو سامی النسل قرار دیا:

''دراوڑوں کے متعلق نئی تحقیق یہ ہے کہ بحیرۂ روم کے سواحل میں آباد تھے اس لیے یہ سامی ہیں۔''(١٠١)

اس نے اپنے ایک انٹرویو میں تمام زبانوں کا سرچشمہ قدیم عراق (بابل) کو قرار دیتے ہوئے تحریر کیا:

''داڑے اخس کہ زبان اریراوفتابنا تقریباً قدیم عراق نا بابل خلافت آن مسونے''(١٠٢)

پروفیسر عزیز مینگل نے بھی دراوڑی کو بحیرۂ رومی تسلیم کرتے ہوئے تحریر کیا:

''ہندوستان میں جس قدیم قوم کا ہمیں پتہ چلتا ہے وہ دراوڑ تھے، جو آریاؤں سے پہلے ہندوستان میں بحیرۂ روم کے علاقے سے ہجرت کرکے آئے۔''(١٠٣)

چنانچہ اسی قیاس پر براہوئی قوم کو سامی تصور کرتے ہوئے اس کا شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملانے کی کوشش کی گئی۔ میر احمد یار خان، خان قلات تحریر کرتا ہے:

"Their original abode was valley of the Tigirs in Syria. They trace their descend from Prophet Abraham."(104)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے بھی اسی نظریئے کو مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے:

''براہوئی عموماً اسماء کو تصغیر استعمال کرتے ہیں اگر کسی کا نام ابراہیم ہے تو الف حذف کرکے براہیم بولتے ہیں اور اسم تصغیر میں براہو کہتے ہیں۔ اغلباً ابراہیم کی اولاد براہوئی کہلائی جانے لگی۔''(١٠٥)

ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی نے بھی اسی نظریئے کو ان الفاظ میں پیش کیا:

''براہوئی قوم اصل ٹی عرب نسل آن حضرت ابراہیم علیہ السلام نا اولاد آن ارے۔ دا خاطران دا قوم نا پن ہم اونا پن ابرہیم آن ابراہیمی، براہیمی، براہوئی، براہیٔ بروہی ٹی بدل مرسہ بسونے۔

براھوئی تا نسل ناباروٹ محترم شیخ عزیز اسہ مضمون سے ٹی مختلف حوالہ غاتے تون لکھانے کہ بلوچستان نا اہم انگا وقدیم ترین آ قوم ارے۔ علم انسان نا ماہراک دا قوم نا تاریخ ءِ ابتدائی حالتا تاردٹ متضاد نظریہ تخرہ۔ براھوئی اکیڈمی نا جناب ظفر مرزا صاحب ہم براھوئی قوم نا متعلق گڑاس منظر کشی کرینے۔ ڈینس برے نا خیال نا موجب ہر اوخت کہ یونانیک ایران نا زیہا قوضہ کریرتو ہمے وخت براھوئی نسل نا بندغاک وادیٔ ہلمند ٹی جہی اسور۔ یونانیک دا وادی ءِ بروپا پن اٹ منسوب کریر پدان بروہی مشہور مسر۔" (۱۰۶)

ترجمہ: براھوئی قوم دراصل عرب نسل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہے، لہٰذا اس قوم کا نام بھی اس کے نام ابرہیم سے ابرہیمی، براہیمی، براہوئی، براہی اور براہوئی میں تبدیل ہوتا آتا ہے۔ براہوئیوں کی نسل کے متعلق محترم شیخ عزیز نے ایک مضمون میں مختلف حوالوں سے تحریر کیا ہے کہ بلوچستان کی اہم اور قدیم ترین قوم ہے۔ علم بشریات کے ماہر اس کی تاریخ کی ابتدائی حالتوں کے متعلق متضاد نظریہ رکھتے ہیں۔ براہوئی اکیڈمی کے جناب ظفر مرزا نے بھی براہوئی قوم کے متعلق کچھ مرقع نگاری کی ہے۔ ڈینس برے کے خیال کے مطابق جب یونانیوں نے ایران پر قبضہ کیا تو اس وقت براہوئی نسل کے افراد وادیٔ ہلمند میں آباد تھے۔ یونانیوں نے اس وادی کو بروپا کے نام سے موسوم کیا بعد ازاں یہ بروہی سے مشہور ہو گئے۔

موصوف نے اپنے ایک دوسرے مضمون میں اسی نظریئے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا:

"پنچ ہزار سال مُست نا دا عظیم آ قوم ایکہ حضرت ابرہیم نا اولاد آن ارے وابرہیمی، براہیمی، براہوئی یا بروہی نا پن اختیار کرے۔" (۱۰۷)

ترجمہ: پانچ ہزار سالہ یہ عظیم قوم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہے اور ابرہیمی، براہیمی یا بروہی کا نام اختیار کیا۔

اور اپنے ایک مختصر کتابچے ''براہوئی براہوئی ءِ'' (براہوئی براہوئی ہے) میں مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کرتا ہے:

''محققاتا تحقیق نا مطابق براہوئی نا ہندا پن ابرہیم آن ملا۔ ایکہ ابرہیم، ابرہیمی، براہوئی ءُ بروہی مشہور مس۔'' (۱۰۸)

ترجمہ: محققین کی تحقیق کے مطابق براہوئی کو یہ نام ابرہیم سے ملا جس سے ابرہیم، ابرہیمی، براہوئی اور بروہی مشہور ہوا۔

ڈاکٹر داد محمد خادم نے آغا نصیر خان احمدزئی سے اتفاق کرتے ہوئے براہوئی کو کُرد بھی قرار دیا ہے۔ وہ تحریر کرتا ہے:

''خود آغا نصیر خان احمدزئی نا تاریخ ''تاریخ بلوچ و بلوچستان'' نا جوانیکہ مطالعہ ءِ کیرا ایکہ خود بلوچی اکیڈمی کوئٹہ شائع کرینے ہراڑان دا ثابت مریک کہ براہوئی بلوچ افک بلکہ بلوچ اصل ٹی کرد براہوئی ءِ۔'' (۱۰۹)

ترجمہ: خود آغا نصیر خان احمدزئی کی تاریخ ''تاریخ بلوچ و بلوچستان'' کا اچھی طرح مطالعہ کرو جسے خود بلوچی اکیڈمی کوئٹہ نے شائع کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی بلوچ نہیں ہے بلکہ بلوچ اصل میں کرد براہوئی ہے۔

موصوف نے اپنے ایک سندھی مضمون بعنوان ''براہوئی زبان'' میں اسی نظریئے کو مزید واضح طور پر بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''براہوئی زبان سندھ کی قدیم قوموں یعنی دراوڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ دراوڑوں میں کولھی، مینگواڑی، بھیل، اوڈ، سنتھال، تامل، تیلگو، کنڑی اور ملیالم قومیں آتی ہیں۔'' (۱۱۰)

اسی مضمون مین وہ آگے تحریر کرتا ہے:

''نئی حقیقتوں اور حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ براہوئی زبان ایک دراوڑی زبان ہے۔ جس کا دائرہ قدیم سندھ سے میسوپوٹیمیا (عراق) تک وسیع ہے۔ کیونکہ عراق میں موجود کرد بھی براہوئی ہیں۔ کرد براہوئی قوم کا قدیم نام ہے۔ جو عراق کے قدیم علاقے میسوپوٹیمیا میں رہتے ہیں۔ ان کی زبان کردگالی یعنی براہوئی ہے۔ اس وقت بھی براہوئیوں کی اسی قدیم قوم کرد کے سینکڑوں خاندان سندھ اور بلوچستان میں موجود ہیں۔ جو براہوئی زبان بولتے ہیں اور براہوئی کہلواتے ہیں۔ آغا نصیر خان احمدزئی نے ایک لغت تحریر کی ہے جو بلوچی، کردی (براہوئی) اور اردو میں تحریر ہے، جس میں کردی زبان کے خانے میں کردی کے ساتھ براہوئی میں تحریر کر کے ترتیب دی ہے۔ اسی طرح سے براہوئی زبان کی قدامت اور دراوڑی زبان کے آثار ملتے ہیں۔''(۱۱۱)

قیوم بیدار نے بھی اپنے ایک مضمون ''براہوئی زبان کا تاریخی ولسانی پس منظر'' میں براہوئیوں کو عربی النسل قرار دیتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

''بروہی یا براہوئی کون ہیں کہاں سے آئے اور ان کا اصل وطن کون سا ہے؟ یہ بات اب تک تحقیق طلب ہے لیکن زیادہ تر براہوئی زبان کے مورخین، ادباء، شعراء اور بعض قبائل اس بات پر متفق ہیں کہ بروہی دراصل بلوچ ہیں چونکہ یہ زمانۂ قدیم سے اکھٹے رہ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی بود و باش، ان کی ثقافت، اور الفاظ میں قریب قریب ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ مغربی بلوچستان میں بروہی اور بلوچی دو زبانیں بیک وقت بولی جاتی ہیں۔ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ بروہی اور بلوچ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ براہوئی اور بلوچ عربی النسل ہیں اور ان کا اصل وطن

ریگستان عرب بحیرۂ عرب کے آس پاس اور موجودہ بلوچستان ہے۔
چونکہ بلوچ اور بروہی قدیم سے اپنے آباؤاجداد عربوں کی طرح بھیڑ بکریاں چراتے تھے اور چراتے ہیں۔" (١١٦)

اس مضمون میں پہلے مصنف نے براہوئی کو دراوڑی زبان تسلیم کرتے ہوئے دراوڑی زبانوں کی پانچ شاخیں گنوائی ہیں، وہ تحریر کرتا ہے:

"بعض ماہرین لسانیات براہوئی زبان کو دراوڑی خاندان کی ایک شاخ لکھتے ہیں کہ دراوڑی زبان قدیم ہندوستانی معاشرے اور قبائل کی زبان تھی، جس کو آریاؤں نے شمالی ہند سے دھکیل کر جنوبی ہند کی طرف بھیج دیا۔ اس کی پانچ مشہور شاخیں ہیں، جن کی بعض زبانوں میں اعلیٰ درجے کا ادب بھی پایا جاتا ہے۔ دراوڑی خاندان کی درج ذیل پانچ شاخیں ہیں:

(١) تامل، (٢) تیلگو، (٣) ملیالم، (٤) کناری، (٥) براہوئی، ان میں چار زبانیں جنوبی ہند میں پائی جاتی ہیں اور اس علاقے میں ان کا بڑا اثر موجود ہے۔ لیکن پانچویں زبان براہوئی لسانی اعتبار سے ایک عجوبہ سمجھی جاتی ہے۔ براہوئی کو ماہرین لسانیات اس اعتبار سے ایک عجوبہ کہتے ہیں کہ یہ بنیادی طور پر دراوڑی زبان ہوتے ہوئے پاکستان کے صوبے بلوچستان میں بولی جانے والی ایک اہم زبان ہے۔ ماہرین کو اس بات پر حیرت ہے کہ آریاؤں سے چاروں طرف سے گھری ہونے کی وجہ سے یہ زبان اپنا وجود کیسے برقرار رکھ سکی جو کہ بہت ہی حیرت انگیز حقیقت ہے۔ گو کہ براہوئی اور آریائی زبانوں پر فارسی اور کسی حد تک عربی کا اثر خاص طور پر مسلمان ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ مگر بنیادی ڈھانچے کی وجہ سے یہ دراوڑی زبان کی شاخ مانی جاتی ہے۔" (١١٣)

اسی مضمون میں مصنف موصوف براہوئی کے متعلق یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ براہوئی ایک تورانی زبان ہے، وہ تحریر کرتا ہے:

"لہٰذا ان مثالوں کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تاریخ مردوخ کے مصنف اور میر گل خان نصیر کی رائے میں بہت قریبی مماثلت پائی جاتی ہے۔ تورانی اور کوشانی دونوں قبائل نے مرکزی ایشیاء سے جنوبی علاقوں میں نقل مکانی کر کے اپنی حکمرانیاں قائم کی تھیں۔ اور دونوں کا قبضہ تواریخی دستاویزات کی رُو سے بلوچستان پر ثابت ہے لہٰذا ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی زبان مرکزی ایشیاء کی تورانی زبانوں کے خاندان سے ہے نہ کہ دراوڑی زبانوں کے خاندان سے۔ اصل براہوئی زبان اس وقت سے فارسی زبان سے متاثر ہوئی جب کہ ۸۵۳ سال قبل مسیح براخوئی کردوں نے بلوچستان میں سکونت پذیر ہو کر اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور اصلی تورانی قبائل ان میں مدغم ہو گئے اور انھوں نے اس ادغام سے موجودہ براہوئی زبان کو جنم دیا۔ کیوں کہ کردی زبان خود قدیم فارسی یعنی پہلوئی زبان کی ایک شاخ ہے جس کے الفاظ اب بھی کردی اور بلوچی زبانوں میں اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ براہوئی زبان فارسی سے متاثر ہے۔" (۱۱۴)

مصنف موصوف نے حسب بالا اقتباسات میں براہوئی کے متعلق تین متضاد نظریئے عربی یا سامی، دراوڑی اور تورانی پیش کر دیئے ہیں، جنھیں پڑھنے کے بعد معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مصنف موصوف آخر براہوئی کے متعلق ان میں سے کس نظریئے کا حامی ہے؟ نیز وہ دراوڑی زبانوں کے خاندان کی صرف پانچ زبانوں پر اکتفا کرتا ہے حالانکہ یہ پانچ زبانوں سے کہیں زیادہ ہیں اور وہ کردی کے سلسلے میں تحریر کرتے ہوئے قدیم فارسی اور پہلوئی کو ایک زبان تصور کرتا ہے حالانکہ قدیم فارسی پہلوئی زبان کی ماں ہے اور وہ اس پر

اولیت رکھتی ہے۔اس مصنف نے اپنے ایک اور مضمون ''براہوئی زبان اور اس کی لسانی خصوصیات'' جو مذکورہ بالا مضمون کی ایک ترمیم شدہ صورت ہے، میں بھی دراوڑی زبانوں کی پانچ شاخیں گنواتے ہوئے براہوئی کو ایک دراوڑی زبان تسلیم کرتے ہوئے اپنے سابقہ موقف کا اعادہ کرتا ہے:

''اب جو ماہر لسانیات براہوئی کو دراوڑی خاندان کی ایک شاخ لکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دراوڑی زبان قدیم ہندوستانی معاشرے اور قبائل کی زبان تھی، جس کو آریاؤں نے شمالی ہند سے دھکیل کر جنوبی ہند کی طرف دھکیل کر جنوبی ہند کی طرف بھیج دیا۔اس کی پانچ مشہور شاخیں ہیں جن میں بعض زبانوں میں اعلیٰ درجے کا ادب بھی پایا جاتا ہے۔
دراوڑی زبانوں کی درج ذیل پانچ مشہور شاخیں ہیں: (۱) تامل، (۲) تیلگو، (۳) ملیالم، (۴) کنڑی، (۵) براہوئی'' (۱۱۵)

اسی مضمون میں وہ آگے تحریر کرتے ہوئے خود اپنی کرتا ہے:

''اس تمام بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ براہوئی زبان میں دراوڑی زبان کے بعض الفاظ موجود ہیں اور براہوئی خود دراوڑ نہیں ہیں بلکہ مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں جن میں بلوچ اور پشتون نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔'' (۱۱۶)

اس مضمون میں بھی مصنف کی سابقہ فکری الجھن اور ژولیدہ فکری پائی جاتی ہے جو اسے کسی واضح نظریئے تک پہنچنے سے روکتی ہے اور اس کے موقف کو تضادات سے مملو کر دیتی ہے۔

پروفیسر عزیز مینگل نے بھی دراوڑی زبانوں کے چار بڑے خاندان گنوائے ہیں۔وہ تحریر کرتا ہے:

''دراوڑی کے چار بڑے خاندان تامل، تیلگو، کنڑی اور ملیالم نے ہند آریائی زبان پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔'' (۱۱۷)

مصنف نے دراوڑی خاندان السنہ کو صرف چار زبانوں تک محدود کیا ہے اور اس میں دانستہ طور پر براہوئی زبان کو خارج کر دیا ہے۔ حالانکہ دراوڑی خاندان السنہ میں بشمول براہوئی زبان چار سے کہیں زیادہ زبانیں شامل ہیں۔

علامہ نور محمد پروانہؒ نے بھی براہوئی قوم کا نسلی رشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مربوط کرتے ہوئے تحریر کیا:

سرڈینس برے نا تحقیق نا مطابق براہوئی تا بھلا پیرہ تا پن براہیم یا ابرہیم مرو۔ دے ئس کہ لسانیات ءُ نسلیات نا ایلو عالم مسٹر ہیوز بلر براہوئی تا بھلہ پیرہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آستہ خیال کیک۔ ہندن کان ننا ورنا آ براہوئیات نا عالم میر عبدالرحمٰن خان براہوئی آستا ام خیال اے کہ براہوئیک بھاز نیکان پن تہ تصغیرٹ استعمال کیرہ اگر کسس نا پن ابراہیم ءِ تو الف ءِ کشنگٹ براہیم پارہ ءَ بھاز نیکان براہو پارہ۔ الّٰا ابراہیم براہونا اولاد براہوئی پارنگا۔" (۱۱۸)

ترجمہ: سرڈینس برے کی تحقیق کے مطابق براہوئیوں کے جد امجد کا نام براہیم یا ابراہیم ہوگا۔ لسانیات ونسلیات کا دوسرے عالم مسٹر ہیوز بلر براہوئی کا جدامجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو تصور کرتا ہے۔ بعینہٖ ہمارے نوجوان براہوئیات کے عالم میر عبدالرحمٰن خان براہوئی کے خیال میں براہوئی اکثر اسماء کو تصغیر میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر کسی کا نام ابراہیم ہے تو الف حذف کر کے براہیم کہتے ہیں۔ براہیم براہو کی اولاد براہوئی کہلائی جانے لگی۔

ایک اخبار براہوئی کے سامی یا ابراہیمی نظریئے کی تردید میں تحریر کرتا ہے:

"There is also no implausible hypothesis of Hazrat Ibrahim and that their name evolves from Brahimey, that is, of Ibrahim, and they wandered in from Aleppo."(119)

دراوڑی قوم کو بحیرۂ رومی اور بحیرۂ رومی کو سامی قیاس کرتے ہوئے مذکورہ بالا دانشوروں نے براہوئی کو سامی النسل یا ابرہیمی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد) قرار دے کر بہت بڑی فکری الجھن اور نظریاتی تضاد کو پیدا کردیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دراوڑی اور سامی اگر ہم ماخذ ہیں تو پھر ماہرین لسانیات نے ان کی علیحدہ علیحدہ جماعت بندی (Classification) کیوں کی ہے؟ نیز ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی نے دراوڑی اقوام میں کولہی، مینگواڑی، بھیل، اوڈ اور سنتھال کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ یہ سب کی سب منڈا یا اسٹروایشائی اقوام کے زمرے سے متعلق ہیں جو دراوڑی اقوام سے مختلف اور الگ ہیں۔ اور یہ قدیم آسٹریلوی (Proto-Australaid) کی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ دراوڑی قدیم آسٹریلوی کی کارپینٹری شاخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ المختصر دراوڑی اقوام کو سامی النسل قرار دینا ایک بہت بڑا فکری مغالطہ ہے، جس کا شکار محولہ بالا دانشور ہوئے ہیں۔

محولہ بالا دانشوروں میں سے صرف علامہ نور محمد پروانہؒ نے براہوئی کے سامی یا ابرہیمی نظریئے کو جدید سائنسی نظریات کی روشنی میں نہ صرف ترک کردیا بلکہ براہوئی کو ان نظریات اور تحقیق و تدقیق سے دراوڑی ثابت کیا۔ جیسا کہ وہ تحریر کرتا ہے:

> ''ہندن ممکنے کہ پُوسکنا دورنا سائنٹیفک آپٹ و پول پین پھاشو ہیت حقیقت ہتے مونان تخہ۔ ہنداکان پانگ ام توجہ ناحق دارے کہ براہوئی نسل آ متکنا تعلق (اینو آن مچٹ مچہ ہم چار ہزار پنچ ہزار سال مُست) ہنداخطہ ناڈھلوکا تتو مرے لیکن دانا قطعی فیصلہ ہے وختا مرو ہراوختا کہ مہنا تادمب آن دو بروکا نوشتہ آتہ خوانیفنگو، اگرچہ اینو اسکان پٹ و پول کروکاتے ٹی روس، فرانس، جرمنی، امریکہ ءُ انگلینڈ نا محقق آتا گمان دادے کہ ممکن ءِ کہ موہن جودڑونا نوشتہ آک براہوئی زبان ٹی مریر۔ ہندن پاکستان نا ہم اخس محقق ہندافتہ تو ہم خیال خننگر۔'' (۱۲۰)

ترجمہ: یوں ممکن ہے کہ جدید دور کی سائنسی تحقیق دوسری واضح حقیقت کی بات کو منظر عام پر لائے۔ یہاں یہ بات کرنا بھی توجہ کا حق دار ہے کہ براہوئی نسل کا پرانا تعلق (آج سے کم از کم چار یا پانچ ہزار سال قبل) اس خطے سے ہو لیکن اس کا حتمی فیصلہ اس وقت ہوگا جب موہن جوداڑو سے برآمد ہونے والی تحریریں پڑھ لی جائیں گی۔ اگرچہ آج تک کے محققین، جن میں روس، فرانس، جرمنی، امریکہ اور انگلستان کے محققین شامل ہیں، کا یہ خیال ہے کہ ممکن ہے کہ موہن جوداڑو کی تحریریں براہوئی زبان میں ہوں۔ پاکستان کے اکثر محقق بھی ان کے ہم خیال دکھائی دیتے ہیں۔

اس نے اپنے ایک مضمون میں اسی خیال کا اعادہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

''ملک کے علاوہ دنیا کے قریب قریب تمام ماہرین لسانیات اس پر متفق ہیں کہ پاکستان کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک یا صرف یہی ایک براہوئی زبان، جس کے جاننے والوں کی تعداد کرۂ ارض پر کوئی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہوگی۔ جس میں بہت بڑی اکثریت پاکستان میں بود و باش رکھتی ہے نہ صرف یہ بلکہ علماء السنہ کا موثر گروہ اس خیال کا بھی ہے کہ ممکن ہے کہ موہنجوداڑو کی تحریر براہوئی زبان میں ہو کیونکہ قدیم ترین زبان براہوئی وقدیم ترین تواریخی ورثہ موہنجوداڑو کی قدامت ایک مشترکہ مانا جاتا ہے۔'' (۱۲۱)

اس نے اسی نظریئے کو ایک جگہ اس طرح واضح کیا ہے:

''بالخصوص ہرادے آن علم ناگڑ اس عالماک داخیال نشان تسونو کہ دا زبان نا لسانی آ تعلق موہنجوداڑو یا مہنا تا دمب نا تحریر تو منگ کیک۔'' (۱۲۲)

ترجمہ: بالخصوص جس دن سے علم کی رُو سے علماء نے یہ خیال پیش

کیا ہے کہ اس زبان کا لسانی رشتہ موہنجوڈرو کی تحریر سے ملتا ہے۔

اسی نظریئے کو ایک اور جگہ اس نے مزید واضح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''بہت سے محققین اس زبان کے ڈانڈے موہنجودڑو (سندھ) اور مہر گڑھ (بلوچستان) سے بھی ملاتے ہیں اور اسی خیال کے تحت براہوئی زبان پر تحقیقی کام میں مصروف ہیں تا کہ موہنجو دڑو سے دستیاب شدہ تحریر کو پڑھنے میں شائد کوئی مدد مل سکے، کے ایسے امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔'' (۱۲۳)

علامہ نور محمد پروانہؒ کے محولہ بالا اقتباسات پڑھنے کے بعد ہم بہ آسانی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس نے براہوئی کو دراوڑی زبان تسلیم کرتے ہوئے اس حقیقت کو پالیا تھا کہ اس کا لسانی رشتہ موہنجودڑو کی تحریروں کی قدیم دراوڑی یا پروٹو دراوڑی زبان سے گہرا اور اٹوٹ ہے۔

اس ساری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ براہوئی قوم بھی دراوڑی ہے اور براہوئی زبان بھی۔ اسے آریائی اور تورانی خاندان السنہ سے مربوط کرنے والے دانشوروں کے ذہن میں بلوچ وحدت اقوام کا نظریہ کارفرما ہے جس کے پس منظر میں بلوچستان کی تاریخ نویسی، لسانیات اور نسلیات کی یک طرفہ تصویر پیش کی جاتی رہی ہے بقول نینا سوڈلر بلوچستان کی تاریخ جانب دار تبدیلی سے ظاہر ہے، جہاں قوم پرست موقف وحدت کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے جب کہ نسلیات نویسی داخلی اختلافات پر زور دیتی ہے (اور کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ) انہیں پیدا کرتی ہے۔

• براہوئی کا تاریخی پس منظر

براہوئیوں کی تاریخی بنیادیں جدید حجری دور میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ براہوئی پروٹو یا قدیم دراوڑی نسل سے تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح میں علیحدہ ہوئے۔ دراوڑی نسلی نوع آسٹریلوی نسل کی کارپینٹری شاخ (Carpentarian Variety) سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ کون (Coon)، گارن (Gorn) اور برڈسیل (Birdsell) کا خیال ہے۔ (۱)

ابتدائی آسٹریلوی کاسہ سر تقریبا ۳۸۰۰۰ قبل مسیح پرانا ہے۔ جو شمالی بورنیو (North Borneo) سے برآمد ہوا ہے۔ بعد کی آسٹریلوی نسلی باقیات جو ہندوچین (Indochina) کے ایشیائی براعظم سے برآمد ہوئی ہیں۔ اولیں منگولی کاسہ ہائے سر کی معاصر ہیں جو ابتدائی جدید حجری دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ آسٹریلوی آسٹریلیا میں تقریباً ۶۵۰۰ قبل مسیح میں تھے، شمال مغربی ہندوستان میں جہاں وہ وادی سندھ کی ہڈیوں کی باقیات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ آسٹریلویوں کا اصل مسکن جنوب مشرقی ایشیاء اور ہندوچین رہا ہے۔ ارنسٹ میکے (Ernest Mackay) پروٹو آسٹریلوی نسل کے متعلق تحریر کرتا ہے:

> "The measurements of a skeleton of Proto-Australoid type show that the individual was five feet one inch in height, which as Colonel Sewell remarks, is about the average for a member of that race. It is not possible without further data to say definitely that the entire population of that city were of such stature, but the fact remains that many of the houses are obviously built for short people. Where beam-holes are preserved in a wall it is noticeable that in many cases they are less than

six feet above the floor; many of the doorways, too, seem unduly narrow for people of the present average size."(2)

حضریاتی آثار ظاہر کرتے ہیں کہ بلوچستان میں جدید حجری عہد کے لوگ قدیم دراوڑی (Proto-Dravidian) تھے۔ وادی کوئٹہ کے مقام نمبر کیو۸ (Q.8) سے برآمد شدہ کاسہ ہائے سر (۳)، نال کے قبرستان سے برآمد شدہ لاشوں (۴)، قلات کے قبرستان (۵) سے برآمد شدہ لاشوں اور منڈی گاک (۶) (قندہار، افغانستان) کے ٹیلہ اے (Mound A) کی تہہ سے برآمد شدہ سات لاشوں کے کاسہ ہائے سر کی بشریاتی پیمائش (Anthropological measurements) بھی یہی ثابت کرتی ہے۔

لوگوں کی بڑی اکثریت معمولی اور صاف خدوخال کی حامل تھی۔ جسے عام طور پر لمبوترے یا بیضوی کاسۂ سر (Dolicho-Cephalic) والی نسل کی اصطلاح سے مصطلح کیا جاتا ہے، جو دراوڑی نسل کا خاصہ ہے۔ مزید برآں مہر گڑھ دور اول اے (I-A) اور دور اول بی دوم اے (IB-IIA) سے برآمد شدہ لاشوں کے دندانی مطالعے (Dental Study) سے واضح ہوا ہے کہ مہر گڑھ کے لوگ مغربی ایشیائی لوگوں کی نسبت جنوبی ایشیائی لوگوں سے زیادہ مماثلت رکھتے تھے۔ (۷)

وادی کوئٹہ کے لوگوں کی بڑی اکثریت جس نے کلی گل محمد ثقافت کی بنیاد رکھی تھی، اس خطے کی موجودہ آبادی سے گہری مماثلت رکھتی تھی، جیسا کہ ڈاکٹر فضل داد محمد کاکڑ تحریر کرتا ہے:

"There is nothing to show indigenous people of the region are markedly different from them, and their descendants still holding to their culture in a modified form and directly making substantial contributions to the pattern of present day culture both in its physical and metaphysical aspects."(8)

دراوڑی لوگ برصغیر میں مغرب خصوصاً جنوبی ترکمانیہ اور بحیرہ ارال سے بلوچستان کے راستے سے داخل ہوئے۔ یوری گنکوفسکی حسب ذیل الفاظ میں تحریر کرتا ہے:

"The Paleo-anthropological investigations under taken by Soviet scientists show that within the fourth to second millennium B.C, the Dravidian types were in evidence among the population of south Turkmenia and the areas of South Aral Sea. Ancient Historians refer in their works to "the Asiatic Ethopians" inhabiting among the south-eastern part of Iran and Balochistan. Being dark-skinned, these Ethopians seem to have belonged to the Dravidian group of Anthropological types. There can, of cousse, be no direct correspondence between anthropological type and linguistic classification. But we cannot ignor the fact that early Persian cuneiform inscriptions, contemporaneous with the evidence of antiquity. We have just referred to, speak of Akanfaciya, a people which can be identified with the Kufich (Kufij or Kuj) people mentioned by medieval Muslim authros.

The author of the Hudud-al- Alam pointed out that Kufij were divided into seven tribes and spoke a language of their own assumably related to the Dravidians. In our day, individual groups of the Dravidian speakers are living in the area, and some scholars regard them as aborigines related genetically to the Akanfaciya Kufich.

* In old Persian inscriptions (the Behistun inscriptions, one of the Persepolitan inscriptions of Darius I, etc), there are also references to the country and people of Maka, a name which has survived to the present day in the historical province of Makran (Macuran or Macroran or Macoran, according to medieval authors) situated

in the south-eastern part of Iran and the western part of Pakistani Balochistan. Many scholars are inclined to relate the Maka people to the Dravidians.

Another evidence that Dravidian speakers were once expanding far into the West and North-West of the borders of the Indo-Pakistan sub- continent is the fact that part of the population of Seistan spoke a Dravidian language just a few centuries ago. P.Sykes supposes that this present day Persian-speaking ethnic group (Sarbandis), with genetic relationships to Brahui, is the aborigines of Seistan. It is possible that the unknown Khuzia language flourishing in Khuzistan in the tenth centry AD. and which Al-Istakhari describes as "Un-Hebrew, Un-Syriac and Un-Persian" was also a Dravidian language."(9)

پروٹو دراوڑی لوگوں نے دنیا میں جدید حجری انقلاب (The Neolithic Revolution) برپا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے کئی قسم کے جدید حجری آلات، جن میں مصالحہ پیسنے والے برتن، پیسنے والے پتھر (چکیاں) پیالے، پتھر کے چاقو اور ہڈی کے الات شامل ہیں' تیار کیے۔ انہوں نے سرکنڈوں کی ٹوکریاں بنائیں اُون اور جانوروں کے بالوں کو کات کر کپڑے بُنے۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے گھر بنائے، جن میں صحن اور دھوپ سے پکائی ہوئی مٹی کی اینٹوں کے کئی کمرے تھے۔ انہوں نے شکار، زراعت، خانہ بدوشی اور آبادکاری کی معیشت کو رواج دیا۔ وہ اپنے مُردوں کو ان کے زیورات (جو صابن کے پتھر کے بنے ہوئے بٹن، سیپوں کے کنگنوں اور ہار پر مشتمل تھے) کے ساتھ دفن کیا کرتے تھے۔

جدید حجری آلات نے کاشتکاری کو آسان بنادیا۔ جس کی وجہ سے خانہ بدوش سماجی تشکیل (Nomadic Social Formation) میں مرد وزن

میں تقسیم محنت (Division of Labour) پیدا ہوئی۔ عورتیں بیج اور جڑی بوٹیاں جمع کرتی تھیں۔ خوراک کی ترسیل میں اضافہ کرتی تھی اور بیج کو زمین میں اگاتی تھیں جب کہ مرد شکار کھیلتے تھے۔

جدید حجری آلات نے درختوں کی کٹائی کے عمل کو تیز تر کر دیا اور زمین کو ہموار اور صاف کر دیا۔ چنانچہ کاشتکاری اور زراعت پھیلتی گئی، جس نے مویشیوں اور جانوروں کو پالتو بنانے کے عمل کو ممکن بنا دیا۔ جس سے دودھ اور گوشت کا حصول عام ہو گیا۔ اسی وجہ سے جدید حجری دور کے انسانوں نے آہستہ آہستہ شکار کے پیشے کو ترک کر دیا کیونکہ یہ کوئی مستقل پیشہ نہیں تھا بلکہ عارضی اور اتفاقی تھا۔ انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور زراعت پیشہ انسانی گروہ خوراک اور پیداوار میں اضافے کے سبب گاؤں اور بستیوں میں رہنے لگے۔

مہر گڑھ دور اول اے (I-A) ۷۰۰۰ تا ۶۰۰۰ قبل مسیح) اور کلی گل محمد کے آثار قدیمہ مویشیوں (بھینس، کوہان والے بیل، گائے، بھیڑ اور بکریوں کو رکھنے کی شہادت دیتے ہیں۔ زراعت کی شہادت کئی قسم کے جو اور مقامی غلے بشمول گندم اور درانتیوں کی بڑے پیمانے پر موجودگی سے ملتی ہے۔ نیز وافر پیداوار اور غلے کے گوداموں کی سہولتیں بھی مہر گڑھ دور اول اے میں موجود تھیں۔ جو طبقاتی تفریق اور نجی ملکیت جو استحصالی پر مبنی تھیں، کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یعنی امیر اور مقتدر طبقہ وافر پیداوار اور ذرائع پیداوار پر قابض تھا۔

قبروں میں مُردوں کے ساتھ مدفون اشیاء بشمول بکریوں کے لیلے، پتھر کے کلہاڑے، صابونی کے پتھر کے بٹن، کھوے، لاجورد اور منکوں اور سیپیوں کے کنگن اور ہار تھے۔ اکثر قبروں میں ان اشیاء کی عدم موجودگی طبقاتی تفریق کو ظاہر کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ہاتھ کی چکیاں عورت کی غلامی کو ظاہر کرتی ہیں۔ جدید حجری عہد کا یہ دور بے ظروف (Aceramic) قبل از ظروف گلی (Pre-ceramic) یا بغیر ظروف گلی (Without Pottery) کا دور ہے کیونکہ اس میں کوئی بھی ظروف گلی (مٹی کے برتن) نہیں پائے گئے ہیں۔

یہ عہد قدیم اشترا کی سماجی تشکیل (Social Formation of Primitive Communism) (جو مادر سری (Matriarchy) پر مبنی تھی) سے غلام داری سماجی تشکیل (Slave- owning Social formation) اور مادر سری سے پدر سری نظام (Patriarchal System) کی طرف عبور (Transition) اور شکار کی معیشت سے زرعی معیشت کی تبدیلی کی نشاندہی کرتا ہے۔

اگلا اہم دور (مہر گڑھ اول بی (IB) ۶۰۰۰ تا ۵۰۰۰ قبل مسیح) جدید حجری عہد کے انقلاب کا تسلسل ہے۔ اس میں محدود مقدار میں ہاتھ سے بنے ہوئے ظروف گلی پائے گئے ہیں۔ مٹی کی انیٹوں سے بنے ہوئے مختلف حجم کے گھر، غلے اور اجناس کے بڑے بڑے گوادم (جن میں غلہ، کھجور اور بیر کے آثار پائے گئے ہیں) ملے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں زراعت نے بہت ترقی کی۔ اور ندی نالوں پر بند باندھ کر پانی کو آبپاشی کے مقصد کے لیے محفوظ کیا گیا۔ جس سے کپاس کی کاشت بھی ممکن ہوئی۔ کیونکہ مہر گڑھ دور اول بی و دوم اے (IB-ll-A) میں بڑی مقدار میں کپاس کے بیج پائے گئے ہیں جن کی ممکنہ تاریخ پیشتر از ۴۰۰۰ قبل مسیح تصور کی جاتی ہے۔ جو پارچہ بافی (کپڑا بُننے) کا بڑا ذریعہ تھا۔ اس عہد میں ٹوکریاں بھی پائی گئی ہیں۔

مہر گڑھ کا تیسرا عہد دوم بی سوم (llB-lll) پتھر اور تانبے (Chalcolithic) کا عہد ہے۔ اس میں چھوٹا سا نوکدار تانبے کا آلہ (Awl) (جو چمڑے اور لکڑی میں سوراخ کرنے کے مقصد کو پورا کرتا تھا) تانبے کے چاقو، خم دار میخ، اور خم دار تیز نوکیلا آلہ (جو پتھر کاٹنے کے کام آتا تھا) دریافت ہوئے ہیں۔ پتھر کے آلات نہایت ہی عمدہ قسم کے ہیں اور تانبے کے کمانی دار برمے آلات سازی کی صنعت کی ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ تمام ہنروں کی ترقی جو کارخانوں اور بھٹیوں کے قیام سے آئی تھی، مزید تقسیم محنت (Futher Division of Labour) کو ظاہر کرتی ہے۔ ظروف اب ہاتھ سے نہیں بنائے جاتے بلکہ کمہار کے چاک (Wheel Thrown) پر تیار کئے جاتے تھے۔ جو ابتداء میں سادہ تھے بعد میں ہندسی اشکال اور جانوروں کی تصاویر سے منقش اور رنگین تھے جو کلی گل محمد دور

دوم وسوم، طغو دورا ے قلات (Togau A Ware Kalat) کوئٹہ، ژوب، لورالائی اور جنوبی افغانستان میں منڈی گاک کے ظروف گلی سے گہری مماثلت کے حامل ہیں۔ اس سے موسمی ہجرت (موسم گرما پہاڑوں پر اور موسم سرما چٹیل میدانوں پر گزرانے) کی نشاندہی ہوتی ہے۔

چوتھا دور (مہر گڑھ دور چہارم و پنجم (IV-V) ۳۶۰۰ تا ۳۲۰۰ قبل مسیح) جسے عموماً ابتدائی ہڑپائی عہد (Early Harappan Period) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بڑی بڑی نہروں کی تعمیر کی شہادت پیش کرتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زرعی سرگرمیاں سیلابی میدانوں کی حدود سے نکل کر وسیع تر ہوگئی تھیں۔ عظیم وادی سندھ میں نئے نئے مقامات ظہور پذیر ہوئے۔ اجتماعی گودام مفقود ہونے لگے ان کی جگہ گھروں میں اناج و اجناس کو ذخیرہ کرنے کے لیے گودام وجود میں آئے جو چند خاندانوں کی ملکیت تھے۔ ظروف گلی پر ظروف ساز کے نشانات جو کئی مقامات سے دریافت ہوئے ہیں، نجی ملکیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ پتھر، ہڈی، مٹی اور تانبے کی مدّور (گول) اور مخروطی مہریں جو ہندسی اشکال اور جانوروں کی تصاویر سے متصف ہیں، تجارت اور انتظامیہ کی ترقی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ کیونکہ تمام قسم کی ہنرکاری، دھات سازی اور ظروف سازی کی صنعتی ترقی نے بیرونی تجارت کو ممکن بنا دیا۔ آلات پیداوار کی ترقی نے معاشی پیداوار میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ تجارت کی ضرورت پیش آئی اور آس پاس کے علاقوں سے تجارتی تعلقات قائم ہونے لگے۔

تقریباً ۳۶۰۰ قبل مسیح میں آبادی کے دباؤ نے کسانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ بلوچستان سے وادی سندھ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہ ۴۰۰۰ قبل مسیح سے پیشتر دلدلوں، سبزہ زاروں اور جنگلوں کو چھوڑ کر وادی سندھ منتقل ہو گئے۔ کچھی کے کلی گل محمد اور طغو قسم کے ترقی یافتہ ظروف گلی بشمول مقامی ہاتھ کے بنے ہوئے ظروف گلی آمری میں پائے گئے ہیں جو وادی سندھ کے اولیں قصبوں میں شمار ہوتا ہے۔

مہر گڑھ (دور ششم و ہفتم، نوشیرو دور اول، آمری دور دوم اور کوٹ ڈیجی کی

نچلی پرتیں ۳۲۰۰ تا ۲۶۰۰ قبل مسیح) کا دور تجارت میں ترقی یافتہ دور کی حیثیت کا حامل ہے۔ اس عہد میں مدّ ور اور مخروطی مہریں، جن پر مختلف ہندسیؔ جانوروں، پودوں، درختوں، پھولوں اور انسانوں کی اشکال منقش ہیں، بڑی تعداد میں پائی گئی ہیں۔ مہر گڑھ کے ظروف گلی کوئٹہ، کلی فیض محمد اور نال کے ظروف گلی کی طرح اعلیٰ قسم کے ہیں۔ کوئٹہ کے ظروف گلی کی ہندسی اشکال، سیستان (شہر سوختہ دور اول) اور جنوبی ترکمانستان (گیوکسیور اور نماز گاہ دور سوم) کے ظروف گلی سے گہری مماثلت کے حامل ہیں، جو ان علاقوں کی باہمی تجارت کا نتیجہ ہے۔

وادی سندھ کے ابتدائی قصبوں میں سے ایک رحمان ڈھیری (وادی گومل) ہے جو ۳۳۰۰ قبل مسیح میں چار دیواری اور گلیوں کے ساتھ قائم ہوا، میں کوٹ ڈیجی کے گنبد نما ظروف (جن کی گردن پر کالے رنگ کی چوڑی پٹی ہے) گھاگرہ، ہاکڑہ اور کالی بنگن کے سوتھی ظروف گلی بڑی تعداد میں پائے گئے ہیں۔

ابتدائی ہڑپائی عہد کے بعد ایک عبوری عہد (نوشیرو دور اول ڈی (ID)، اور آمری سوم اے (III-A) ۲۶۰۰ تا ۲۵۵۰ قبل مسیح) شروع ہوا، جس میں متاثر کن فن تعمیر (Architecture) بڑی بڑی عمارتیں اور ظروف گلی سے بھرپور کمرے دریافت ہوئے ہیں۔ ان ظروف گلی میں بڑے پیمانے پر کوٹ دیجی کے ظروف گلی کے نمونے (جو مچھلی اور ہندسی اشکال سے منقش اور آراستہ و پیراستہ ہیں) ملے ہیں۔ ظروف گلی پر جانوروں اور درختوں کے نقش ونگار بھی ہیں۔ بعد ازآں جنوبی بلوچستان کی ملکی ثقافت کے ظروف بھی ملے ہیں جن پر اصنام کی تصاویر نقش ہیں اور یہی نقش وادی سندھ کی مہروں کے نقوش کا پیش خیمہ ہیں۔ اس عبوری عہد کے بعد ابتدائی پختہ ہڑپائی عہد (۲۵۵۰ قبل مسیح) میں شروع ہوا۔

ابتدائی پختہ ہڑپائی دور (The Early Mature Harappan Phase)

(نوشیرو دور دوم اے (II-A) اور آمری دور سوم اے (IIIA) (۲۵۵۰ تا ۲۳۰۰ قبل مسیح) میں نئی آبادی نئے مقام پر ظہور پذیر ہوئی۔ نوشیرو میں بڑی چار دیواری متاثر کن پھاٹک (Gate) کے ساتھ پائی گئی ہے۔ وہاں پختہ خشتوں سے تعمیر کردہ نالیاں بھی ملی ہیں۔

موہنجوداڑو کا قلعہ بڑی گارے سے تعمیر کردہ چاردیواری کے ساتھ جو سیلابی منصوبے کے تحت تعمیر ہوا، پایا گیا ہے۔ آبپاشی کا اعلیٰ طریقہ کار جو موہنجوداڑو اور وادی سندھ کے دیگر شہروں میں مدور یا گول کنوؤں کی شکل میں پایا جاتا ہے' اسی دور کی یادگار ہے۔ اس دور میں بحری تجارت بھی اختیار کی گئی، جس نے غلے اور اجناس کے علاوہ دیگر ضروری اشیاء کی برآمد کو ممکن بنایا۔ لہٰذا وادی سندھ کی تہذیب مکران اور ہندوستانی گجرات کے ساحلی علاقوں تک وسیع ہوگئی۔ وادی سندھ کے لوگوں نے دریائے آمو کے کنارے شُرتگئی کے مقام پر تجارتی چوکی قائم کی تاکہ شمال مشرقی افغانستان کے لاجورد (Lapis Lazuli) کے ذخائر سے مستفید ہوسکیں۔

اس عہد میں ہڑپائی لوگ پروٹو دراوڑی یا قدیم دراوڑی زبان بولتے تھے۔ جیسا کہ آسکو پارپولا (Asko Parpola) تحریر کرتا ہے:

> ''ابتدائی پختہ ہڑپائی دور کے لوگ قدیم دراوڑی زبان بولتے تھے جو وادی سندھ کے لوگوں کی سب سے اولین زبان تھی۔'' (۱۰)

اس دور میں کچھ پختہ ہڑپائی عہد (The Mature Harappan Phase) کی اشیاء، بشمول ہاتھی دانت، کھلونے اور وادی سندھ کی دو مہریں مرکزی ایشیاء کے ٹیپ آلتن (Altin Tepe) اور نمازگاہ دور پنجم (۲۱۰۰ تا ۱۹۰۰ قبل مسیح) سے دریافت ہوئی ہیں۔ عمان میں راس الجنائز (Ra's al Junyz) اور عمان کے پہاڑوں میں وادی اسمیاح (Wadi Ismiah) میں ہڑپائی سرخ و سیاہ ظروف گلی (جن پر پیپل اور مور کی تصاویر نقش ہیں)، ایک چوکور یا مربع تانبے کی مہر (جس پر وادی سندھ کی تحریر ہے) ہاتھی دانت کی کنگھیاں، اور بٹن وغیرہم دریافت ہوئے ہیں جو ہڑپائی لوگوں کی تجارتی سرگرمیوں کی عکاس ہیں۔

جب پختہ ہڑپائی آبادی ظہور پذیر ہوئی، نوشیرو، کوٹ ڈیجی اور دیگر مقامات اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ نذر آتش ہوگئے ۔ اس میانہ ہڑپائی دور (Intermediate Harappan Phase) (نوشیرو دور دوم بی سوم (llB-lll) آمری

دور سوم بی (IIIB) ۲۳۰۰ تا ۱۹۰۰ قبل مسیح) کا خلاصہ جیولین ایچ سٹیورڈ (Julian H. Steward) نے ''دور فتح'' (Era of Conquest) کے زیرعنوان حسبِ ذیل الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے:

> "In this era, all aspects of culture were increasingly regimented at the expense of creative effort..... Laws were codified, learning was systematized (astronomy, theology, mathematics, medicine, writing), art became standardized, and goods were mass- productive by specialists."(11)

مابعد ہڑپائی دور (The Late Mature Phase) (موہنجودڑو کی سب سے بالائی تہہ، آمری دور سوم سی (IIIC) اور چنھوں جودڑو کا آخری حصہ ۱۹۰۰ قبل مسیح) وادی سندھ کی عظیم تہذیب کے زوال کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اس میں ناقص جھونپڑے (جو شکستہ اور استعمال شدہ اینٹوں سے تعمیر کئے گئے ہیں) اور گلیوں کے درمیان بھٹیاں اور ناقص معیار کے کارخانے (Workshops) پائے گئے ہیں، اعلیٰ معیار کے منقش ہڑپائی ظروف گلی مفقود ہیں اور ان کے بجائے سادہ اور عام ظروف گلی پائے گئے ہیں اور مہروں پر کچھ بھی تحریر نہیں ہے۔

مابعد پختہ ہڑپائی عہد ظاہر کرتا ہے کہ ہڑپائی لوگوں نے موہنجودڑو کو ۱۸۰۰ قبل مسیح میں حسب ذیل وجوہ کی بناء پر ترک کر دیا تھا:

۱۔ سماجی تشکیل میں پرانے پیداواری تعلقات (Old Relations of Production) اور نئی پیداواری قوتوں (New Forces of Production) کے مابین شدید تضاد پیدا ہو گیا تھا۔

۲۔ آبپاشی کا نظام ختم ہو گیا تھا اور کھیتوں اور زرعی زمین میں شور اور کلر پیدا ہو گیا تھا۔

۳۔ دریا کے رخ میں بہت سے تبدیلیوں کے باعث زرعی زمینیں زیرآب آ گئی تھیں جس کی وجہ سے بہت سا زرعی علاقہ ضائع ہو گیا تھا اور خوراک کی قلت نے شہری زندگی کو ناممکن بنا دیا تھا۔ لہٰذا ایک بہت بڑا سماجی وسیاسی بحران پیدا ہو گیا تھا۔

۴۔ رہائشی مکانات کے ساتھ ساتھ ناقص جھونپڑے کوڑا کرکٹ اور گندگی سے بھرپور تھے اور سیلابی پانی اور گندگی مختلف قسم کی بیماریوں اور وباؤں کی وجوہ ثابت ہوئے‘ غیر مدفون انسانی ڈھانچوں کے ایک گروہ کے مطالعے سے ثابت ہوا ہے کہ ان کی موت ملیریا کے سبب ہوئی تھی۔

آخراً وادی سندھ کے کمزور اور زوال آمادہ شہر بیرونی حملہ آوروں کے شکار ہو گئے۔ مہر گڑھ دور ہشتم، سبری دور سوم‘ سرینہ ہوٹل کوئٹہ، پیریانوغنڈی (ژوب) راناغنڈی دور سوم ۲۰۰۰ قبل مسیح اور پیرک دور سوم کی کھدائی وسطی ایشیاء کے حملہ آوروں کی شہادت پیش کرتی ہے۔ ایک مکمل باختریا مارجیانا آثاراتی کمپلیکس (Bactria Margiana Archaeological Complex) بلوچستان، وادی سندھ، سیستان، کرمانیہ، جنوبی ترکمانستان اور شمالی ایران میں پایا جاتا ہے جو وسطی ایشیاء کے حملہ آوروں کی تصدیق کرتا ہے۔ ہڑپہ قبرستان (آر ۳۷)(Cemetery R.37) کی لاشوں کے ڈھانچوں کا مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ یہ مہر گڑھ دور سوم اور سطح مرتفع ایران کی معاصر آبادی سے گہری نسلی مماثلت کے حامل ہیں۔ اور یہ بات مذکورہ بالا قبرستان اور قبرستان ایچ (Cemetery H) کی لاشوں کے دندانی مطالعہ سے بھی واضح ہوئی ہے کہ پختہ ہڑپائی دور اور مابعد پختہ ہڑپائی دور کے لوگوں‘ مہر گڑھ دور سوم کے لوگوں اور سطح مرتفع ایران کی معاصر آبادی میں گہری نسلی مماثلت پائی جاتی ہے۔(۱۲)

بلوچستان اور وادی سندھ کے شہروں پر گھڑ سوار آریاؤں نے حملہ کیا۔ جن کا تعلق وسطی ایشیا سے تھا۔ وکٹر ساریانیدی (Victor Sarianidi) اور دیگر روسی ماہرین آثار قدیمہ نے باختریا اور مارجیانا (جنوبی وسطی ایشیاء) میں تانبے کے دور کی تہذیب (Bronze Age Civilization) دریافت کی ہے، جسے انہوں نے باختریا اور مارجیانا آثاراتی کمپلیکس (Bactria and Margiana Archaeological Complex) یا بی ایم اے سی (BMAC) سے موسوم کیا ہے۔ بی ایم اے سی عموماً جنوبی ترکمانستان، شمالی افغانستان اور جنوبی ازبکستان ۱۹۰۰ تا ۱۵۰۰ قبل مسیح پر مشتمل ہے۔(۱۳)

اس میں گھوڑے، رتھ، سوم رس، اگنی (Fire) اور راکھ کے آثار ملے ہیں۔ یہ ایک قدیم شہری ثقافت (Proto-Urban Culture) تھی، جس کی بنیاد تانبے کے استعمال پر تھی۔ اور یہ ۲۰۰۰ قبل مسیح میں زوال پذیر ہوگئی۔ اس کی زوال پذیری کی وجوہ میں آب و ہوا کی تبدیلیاں، خشک سالی اور نقطۂ انجماد کے حالات تھے جو ۲۰۰۰ قبل مسیح میں وسطی ایشیاء میں رونما ہوئے۔ (۱۴) خازانوف (Khazanove) اس کیفیت کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''۲۰۰۰ قبل مسیح کا دور انتہائی خشک سالی کا دور تھا، جس کی توثیق آثاراتی مواد سے ہوتی ہے۔'' (۱۵)

ایم طوسی (M. Tosi)، ایس ملک شرمیرزادی (S. Malek Sharmirzadi) اور ایم اے جوئیندہ (M.A Joyenda) وسطی ایشیاء کے شہروں اور مرکزوں کے زوال کا زمانہ ۲۲۰۰ قبل مسیح تصور کرتے ہیں۔ (۱۶) اس عہد میں سخت ترین زمہریری سردی اور خشک سالی نے گھڑ سوار ہندو آریائی شبانوں کو گرم اور مرطوب خطوں کی طرف منتقل ہونے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ وہ وسطی ایشیاء سے ہندوستانی سرحدوں کی طرف ۲۰۰۰ قبل مسیح میں منتقل ہوگئے۔ فیئر سروس (Fairservis) کے مطابق:

"The movement of cattle and other pastoralists is also attributed to a social and political schism between the urban elite and cattle pastoralists in the second millennium B.C."(17)

رانا غنڈی دور سوم (۲۰۰۰ تا ۱۸۰۰ قبل مسیح) مہر گڑھ دور ہشتم، سبری، نوشیرو دور سوم، پیرک دور اول و دوم (۱۸۰۰ تا ۱۳۰۰ قبل مسیح)، پیرک دور آئی بی (IB) (۱۶۰۰ تا ۱۴۰۰ قبل مسیح)، پیرک دور سوم (۱۳۰۰ تا ۸۰۰ قبل مسیح) اور سرینہ ہوٹل (کوئٹہ) میں بی ایم اے سی کی موجودگی وسطی ایشیاء کے آریاؤں کے بلوچستان پر حملے کی شہادت پیش کرتی ہے۔ کچھ آریا کچھی کے میدان میں آباد ہوگئے باقی سندھ، پنجاب اور برصغیر کے دیگر علاقوں کی طرف بڑھ گئے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی مگر اتنی تھی کہ ان کی آمد، ہجرت اور حملے نے وادی سندھ کو بہت متاثر کیا۔ ڈاکٹر ژین فرانکوسس ژریگ اس کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

""Retaining the diffusionist perspective of the Soviet school of archaeology at the end of the 1970s, one could imagine a vast movement of population leaving southern Turkmenia at the end of the Namazaga V period, founding the Bactrian Bronze Age culture, and reaching Balochistan (Mehi, Khurab) and the edge of the Indus Valley (Mehrgarh). It then became possible to revive the old hypothesis of invaders from the Iranian Plateau or Central Asia to destroy the Indus Civilization."(18)

ڈاکٹر آسکو پارپولا کے مندرجہ ذیل الفاظ اس دلیل کو اور زیادہ مضبوط اور مفصل بناتے ہیں:

""An important argument in favour of the hypothesis that the warring elite of the Bactrian culture spoke Indo-Aryan has emerged from the excavations directly by Jean-Francois Jarriage during the past two decades. The French archaeologists have been digging at a strategically important point along one of the main routes that lead from Balochistan to Sindh, at the entrance to the Bolan Pass. At Mehrgarh and Nausharo, there are cemeteries with typically BMAC graves and cenotaph: the grave goods include pottery those shapes are quite similar to those of the pottery found in Bactria and Margiana, and a wide variety of artefacts characteristic of the BMAC, A very rich BMAC hoard with 'miniature columns', a gold vessel with four wolves in relief, and other prestige objects was found at Quetta in 1985. At Nausharo, the Mature Harappan phase in succeeded by MBAC; there is no evidence here of the Jhukar culture, with in Sindh now initiates the Late Harappan phase (c.1900- 1800 BC.). On the

other hand, while the Jhukar culture clearly continues predominantly Harrappan traditions, it has a number of new elements that can be traced back to the BMAC, such as steatite whorls very common in Central Asia. There is thus good evidence for the presence of the entire BMAC in Balochistan and for its significant interaction with the Indus Civilization at the end of the Mature Harappan period. The population movement that is implied coincides with the disintegration of the Indus Civilization."(19)

بلوچستان اور وادی سندھ کے اصل باشندے (Aborigines) قدیم دراوڑی لوگ تھے۔ جو ماقبل تاریخی ادوار میں میلوھہ (Meluhhans) کے نام سے جانے جاتے تھے اور ان کا ملک ملوھہ (Meluhha) کے نام سے۔ یہ لوگ دلمون (Dilmun) اور ماگان (Magan) سے بحری تجارتی رشتے سے منسلک اور وابستہ تھے۔ قدیم بابلی دور (Old Babylonian Times) میں دلمون تاروت کے جزائر (Islands of Tarut) بحرین اور فیلاکا (Bahrain and Failaka) پر مشتمل تھا۔ ماگان عمان اور ایرانی مکران پر مشتمل تھا۔ جیسا کہ اکادی کتبوں (Akkadian Inscriptions) سے ظاہر ہے۔ جب کہ میلوھہ ہندوایرانی سرحدوں اور وادی سندھ پر مشتمل علاقہ تھا۔ میلوھہ کو پراکرات میں میلاخہ (Melakkha)، پالی میں ملیخشہ (Melksa) اور سنسکرت میں ملیچھہ (Mleccha) (گنوار) بھی تلفظ کیا جاتا ہے۔ سنسکرت نے یہ لفظ ملیچھہ کی شکل میں مستعار لیا جو ملیخشہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ سر ہیرالڈ بیلے (Sir Harold Bailey) وضاحت کرتا ہے کہ ملیخشہ ملیخہ (Melexa) کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ 'خ' x غشائی صوتیہ (Velar Spirant) ہے، جو ہندوآریائی زبانوں میں مفقود ہے۔ (۲۰)

میلوھہ کا تلفظ میلاکہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ وسطی دراوڑی زبانوں اور قدیم دراوڑی زبان میں صوتیہ ک (K) ہے اور یہی مذکورہ بالا اکادی کتبوں کے متن میں

استعمال ہوا ہے۔ اور میلوھہ کو میلا کہ (Melakha) تلفظ بھی کیا جا سکتا ہے جو میلاکم (Melakam) سے قریب تر ہے جو لغوی طور پر قدیم دراوڑی لفظ مالائی (Malai) بمعنی پہاڑ سے مشتق ہے۔ (۲۱) لفظ میلا کہ اکم (Akm) کے لاحقے کے ساتھ میلاکم (سطح مرتفع، پہاڑی علاقہ) ہوگیا جو قدیم تامل کم (Tamilakam) (تامل علاقہ) سے گہری مماثلت رکھتا ہے۔ کُر Kur (سطح مرتفع، پہاڑی علاقہ) اور کرگی (Kur-gi) ملک سیاہ یا کالی رنگت اور کالی چمڑی (Dark-skinned) والے لوگوں کا ملک) ایسے الفاظ سمیری ادبی متن (Sumerian Literary Text) بہ عنوان ''انکی اور نظام دنیا'' (Enki and the World Order) (۲۲) میں بار بار آئے ہیں جو ایرانی سطح مرتفع اور میسوپوٹیمیا کے مشرق میں واقع ممالک کا عموماً حوالہ ہیں۔ ایک دوسری نظم ''اکاد پر لعنت'' (Curse over Akad) میں میلوہی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو بحری تجارت میں بہت ماہر اور ترقی یافتہ تھے:

''نارام۔سن کے دور میں
بحری جہاز سمیر میں اشیا لایا کرتے تھے
میلوہی ملک سیاہ کے لوگ
اس کے لیے ہر قسم کی غیر ملکی اشیاء لاتے تھے۔''
(Lines 48,49)

میلوھہ کے مختلف معنوں میں سے ایک معنی تانبا ہے کیونکہ میلوھہ مغربی ایشیاء کو تانبا برآمد کرتا تھا۔ جو بلوچستان ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں تانبے کے وسیع ذخائر ہیں المختصر میلوھہ کے تمام معنی جو سطور بالا میں زیر بحث آئے ہیں بلوچستان، جو ابتدائی ہڑپائی لوگوں کا اصل وطن ہے، پر منطبق ہوتے ہیں۔ بعض علماء نے غلط طور پر میلوھہ کو ملتان کا پرانا نام تصور کیا ہے۔ (۲۳) میلوھہ کی اصطلاح برصغیر کے حسب ذیل شہروں کے ناموں میں اب تک کسی نہ کسی صورت میں پائی جاتی ہے:

۱۔ ملتان: ملتان برصغیر کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ سر الیگزینڈر

کنگھام (Sir Alexander Cunnigham) نے ۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۴ء میں ملتان کے پرانے قلعے کی کھدائی کا کام کروایا اور دو کنویں، ظروف گلی اور کئی دوسری اشیاء دریافت کیں جو وادی سندھ اور ملتان میں تقریباً ۸۰۰ قبل مسیح میں آریائی حملے کی شہادت پیش کرتی ہیں۔(۲۴) ڈاکٹر رفیق مغل نے ملتان سے تقریباً ۴۰ میل دور ایک مقام جلیل پور کی کھدائی کروائی اور اس کی تاریخی قدامت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا:

"The Harappan Appliqué pottery was first noticed at Jalilpur near Multan in the earliest levels of period succeeding (Kot Diji- related). Early Harappan levels assigned to Period-ll."(25)

ہمیں ''رگ وید'' میں ویلا ستھانا (Vaila sthana) کا لفظ ملتان کے لیے ملتا ہے۔(۲۶) اس لفظ کا پہلا حصہ قدیم دراوڑی لفظ وایل (wayal) (کھلی اور کشادہ جگہ) سے ماخوذ ہے(۲۷) جو ویدی سنسکرت نے قدیم دراوڑی سے مستعار لیا ہے۔ سکندر اعظم (Alexander, the great) نے ۳۲۵ قبل مسیح میں ملتان اور اس کے قرب وجوار پر حملہ کیا اور اس کی فوج کے خلاف ملتان کے لوگوں (جنہیں یونانی مورخین نے مالی اور مالوئی کے نام سے موسوم کیا ہے) نے سخت مزاحمت کی اور سکندر اعظم ان کے جوابی حملے سے بری طرح زخمی ہو گیا۔ جیسا کہ سر الیگزینڈر برنز (Sir Alexander Burnes) تحریر کرتا ہے:

"But we have little reason to doubt its being the capital of the Malli of Alexander: Major Rennell has supposed that metropolis to have been higher up, and nearer the banks of the Ravee, because Arrian states that the inhabitants fled across that river. This is higher authority, but Mooltan is styled "Mali than" or "Malitharun" the place of the Malli, to this day, and we have no ruins near Tolumba, the site pointed at by Rennell to fix on as the supposed capital. It is expressly stated that Alexander crossed the Ravee, and after capturing two towns, led his forces to the capital city of the Malli."(28)

ڈاکٹر احمد حسن دانی ملتان کے وجہ تسیمہ کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

''مالی اور مالوئی سے اس شہر کا نام ''مالاوستھانا''
(Malavasthana) یعنی مالوہ قبیلے کا شہر، مشہور ہوا۔ جو بعد از اں
وقت کے ساتھ ساتھ مُلا ستھانا (Mulasthana) یا ملتان میں
تبدیل ہوگیا۔''(۲۹)

مالوئی ایک چھوٹے سے قصبے کا نام میں بھی زندہ ہے جو ملتان کے شمال مشرق میں ۸۰ یا ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے۔(۳۰) درحقیقت مالی، مالوئی یا مالوہ ایک قبیلے کے مختلف نام ہیں جو قدیم ادوار میں ملوہی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ملوہی لوگوں نے بلوچستان سے ملتان اور اس کے قرب وجوار میں ماقبل تاریخی دور میں ہجرت کی۔ یہ لوگ اب تک پنجاب، سندھ اور راجھستان میں پائے جاتے ہیں۔ وہ ماضی میں جنوب کی طرف منتقل ہو گئے۔ کیونکہ ان کے سکے راجھستان اور نارمادا کے شمال میں اوجیانی کے علاقے میں دریافت ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس علاقے کو مالوہ کا نام دیا یا جو ان کے نام سے مشہور ہوگیا۔ راجھستان میں نا ندسا کے مقام پر تیسری صدی عیسوئی کے کتبے ملے ہیں جو مالوہ کا حوالہ دیتے ہیں: ''سری سوما: جو آبائی نظام حکومت یعنی ملوکیت کی حمایت کرتا تھا لہٰذا اس کی حثیت موروثی تھی۔''(۳۱)

ہیوان سانگ، جو ابتدائی جہاں گشت تھا، نے ۶۴۱ء میں ملتان کی سیاحت کی، اور اپنے سفر نامے میں تحریر کیا:

''مولوسان (Mu-lo-san) (ملتان) سنتو (Sin-to) سندھو دریا
کی بالائی وادی میں واقع ہے۔(۳۲)

البیرونی نے ۱۰۱۷ء میں ملتان کی سیاحت کی اور اس کے پرانے ناموں میں سے ایک مُلا ستھانا کا ذکر کیا۔(۳۳)

ملاستھانا ایک مرکب لفظ ہے جس کا پہلا حصہ مالوئی (کوہستانی) کے معنوں میں ہے جب کہ دوسرا حصہ ستھان، سنسکرت میں جگہ کے معنوں میں یعنی مالوئی لوگوں کا ملک یا وطن۔

کلاسیکی کتب میں ملتان اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کو سوویر (Sauvira) بھی کہا گیا ہے۔ ''مہابھارت'' میں سندھو اور سوویر کے بادشاہ جئید رتھار جئید رتھ کا نام ملتا ہے۔ جس نے پانچ پانڈو بھائیوں کی مشترکہ بیوی دروپدی کو اغواء کرلیا تھا۔ اسے سوویرک یعنی سوویر کا باشندہ کہا گیا ہے۔ (۳۴)

بدھ مت کی پالی کتاب ''دیگھ نکایہ'' میں قدیم ہندوستان کی سات بادشاہتوں میں سے ایک کا نام سوویر مرقوم ہے۔ بدھایانا کی کتاب ''دہرم شاستر'' میں سندھو اور سوویر کو ملیچھوں کا ملک کہا گیا ہے۔ (۳۵) بی ڈی میرچندانی (B.D. Mirchandani) ورہامہیرا (Varahamhira) کی کتاب برھاسیمتھا (Brhasmihita) کے حوالے سے تحریر کرتا ہے: ''ورہامہیرا اپنی کتاب میں سندھو اور سوویر کو دو الگ الگ ملکوں کے طور پر تحریر کرتا ہے۔'' (۳۶)

ڈاکٹر احمد حسن دانی البیرونی کے حوالے سے تحریر کرتا ہے:

> "Al-Beruni identified Sauvira with Multan and Jahrwar after finding some support from 'Vayua Purana' and Varahamuhir's Samihita. The identification of Sauvira as the country around Multan and even derived the term Siraiki from Sauviraki."(37)

اس بحث سے ہم بخوبی یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ ملوہی، مالوئی، مالی اور مالوہ قدیم دراوڑی لوگ تھے۔ جو وادی سندھ بشمول کوٹ ڈیجی، چنھوں جو دڑو، موہنجو دڑو، ہڑپہ اور ماقبل ہڑپائی چولستان کے مقامات، بلوچستان اور ملتان کی ثقافتوں کے بنیاد گزار تھے۔ اور وہ اب براہوئی، سندھی اور سرائیکی کے ناموں سے مشہور ہیں۔

۲۔ مالوہ:

مالوہ مغربی مدھیا پردیش میں بالائی چمبل وادی کے جنوب میں ایک مقام کا نام ہے۔ جہاں ''کیا تھا'' (۲۴۰۰ تا ۲۱۰۰ قبل مسیح) کی ثقافت دریافت ہوئی ہے۔ مرحوم پروفیسر ایچ ڈی شنکالیا (H.D Sankalia) نے مرکزی ہندوستان ناودالوی کے مقام پر آثاراتی تحقیق کا کام شروع کروایا تاکہ پرانوں کی تاریخیت کو ثابت کر سکے۔ ابتدائی طور پر اس کا خیال تھا کہ شائد بھیل، جو مغربی ہندوستان کے اصل باشندے ہیں مالوہ ثقافت اور مرکزی اور مغربی ہندوستان کے دیگر کانسہ اور پتھر کی ثقافتوں کے بنیاد گزار ہیں۔ اس نے ہاتھ سے بنائے ہوئے بہت سے ظروف گلی، تانبے کی چیزیں اور صابونی پتھر کے بٹن دریافت کئے جو وادی سندھ سے درآمد شدہ تھے یہ بناس دور (Banas Phase) (۲۱۰۰ تا ۱۸۰۰ قبل مسیح) تھا، جس میں بناس ثقافت کے ظروف گلی اور بیل کی مورتیاں دریافت ہوئیں۔ (۳۸)

تانبے کے استعمال کا وفور، اور فصل کی کاشت میں اضافہ، جو ۲۰۰۰ قبل مسیح کے بعد کے ہیں، مالوہ اور جورو ثقافتوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور دراوڑی لوگوں کی شمال سے جنوبی ہندوستان میں ہجرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی زبان نے ابتدائی منڈا خانہ بدوش شبانوں یا آسٹروالیشیائی (Austro-Asiatic) لوگوں کی زبانوں کو زراعت اور تجارت سے متعلق الفاظ واصطلاحات فراہم کئے۔ عین الحق فرید کوٹی نے غلط طور پر پاکستانی زبانوں میں منڈا یا آسٹروالیشیائی الفاظ و اصطلاحات تلاش کی ہیں۔ (۳۹) کیونکہ منڈا اقوام غیر زرعی، خانہ بدوش شبان تھیں اوران کی زبانوں میں زراعت اور تجارت سے متعلق الفاظ واصطلاحات مفقود تھیں، جوانہوں نے دراوڑی زبانوں سے مستعار لیں۔

مالوہ میں وادی سندھ سے برآمد شدہ اشیاء اور زراعت کے طریق پیداوار واضح کرتے ہیں کہ مالوہ ثقافت کے بنیاد گزار دراوڑی لوگ تھے۔

۳۔ مالابار:

مالا بار ایک مرکب لفظ ہے جس کا پہلا حصہ مالا (mala) ملیالم کا لفظ ہے، جس کا مطلب پہاڑ ہے، جیسا کہ ملیالم کا اپنا نام ظاہر کرتا ہے۔ یہ دسویں یا گیارہویں صدی عیسوی تک عرب بحری سیاحوں کی آمد سے پیشتر بار کے لاحقے کے بغیر تھا۔ حتیٰ کہ اولیں عرب جغرافیہ دانوں نے اپنی کتابوں میں اسے مالی (Mali) تحریر کیا۔ جیسا کہ ابن قرطبہ، جو نویں صدی عیسوی کا جغرافیہ دان تھا، اس شہر کو مالی کے طور پر تحریر کرتا ہے:

"From Sindan to Mali (Malabar) is five days's journey; in the latter pepper is to be found, also bamboo. From Mali to Balbun, is two days's journey, and from Balbun to the great sea, is two days's journey."(40)

بار کا لاحقہ اس بندرگاہ کے لیے سب سے پہلے ۱۱۵۰ء میں عربوں کے تعلقات کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا۔ مارکو پولو (Marco Polo) نے اسے منی بار (Minibar)، ملی بار (Milibar) اور میلی بار (Melibar) تحریر کیا ہے(۴۱) ہندوستانیوں نے پرتگیزیوں کی آمد کے بعد اسے مالا بار پکارنا شروع کیا۔ بار کی اصل ابہام کے بادلوں میں ملفوف ہے۔ لاسن (Lassan) نے اس کی مماثلت سنسکرت لفظ وارا (vara) بمعنی علاقہ سے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ قیاس نا قابل قبول ہے، کیونکہ یہ سنسکرت میں نہیں پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر گنڈرٹ (Dr. Gundert) نے اسے عربی لفظ بار سے ماخوذ قرار دیا ہے، کیونکہ اسے سب سے پہلے عرب بحری سیاحوں نے استعمال کیا۔ دراصل یہ لفظ فارسی الاصل ہے۔ جس کا مطلب علاقہ ہے۔ اسے مالا سے ملحق کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اسے ملحقہ جزائر مالدیپ اور لاسادیپ وغیرہم سے ممیّز کیا جا سکے۔

دراوڑی لوگوں کا انتشار:

آریائی حملے کے وقت قدیم دراوڑی لوگ تین بڑے گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ (۱) پروٹو جنوبی دراوڑی (Proto-South Dravidian) (۲) پروٹو وسطی دراوڑی (Proto- Central Dravidian) اور (۳) پروٹو شمالی دراوڑی (Proto-North Dravidian)

۱۔ پروٹو جنوبی دراوڑی لوگ جنوبی ہندوستان کی طرف منتقل ہو گئے اور مزید ذیلی گروہوں میں تقسیم ہوئے۔ تامل ناڈو یا مدراس میں اور شمالی سری لنکا یا سیلون میں، ملیالم کیرالہ میں، کناڈا کرناٹک، خصوصاً میسور میں، تیلگو آندھرا پردیش میں، کوٹا، ٹوڈا، باڈاگا (کنڈا کا ایک لہجہ) نیلگری پہاڑیوں میں اور کوڈاگو کورج ضلع میں آباد ہو گئے۔

۲۔ وسطی پروٹو دراوڑی لوگ وسطی ہندوستان میں آباد ہو گئے اور مزید ذیلی گروہوں میں تقسیم ہو گئے، کونڈا، گاڈابا، ساوارا، پینگو اور مینڈ اکوراپور ضلع (اوڑیسہ) میں کوئی اور کووئی کھون محل (اوڑیسہ) میں، پارجی باسٹر ضلع (مدھیہ پردیش) کولامی اور نیکی آندھرا پردیش کے شمالی اضلاع میں، گونڈی ضلع عدیل آباد (آندھرا پردیش) آندھرا، کوراپور اضلاع میں کویا بوبی اور تولو ریاست کرناٹک کے ضلع جنوبی کنارا میں آباد ہو گئے۔

۳۔ شمالی پروٹو دراوڑی لوگ ان ذیلی گروہوں میں تقسیم ہو گئے جیسے کرّخ (اسے بہار، اڑیسہ اور مدھیہ پردیش میں اس کے ہندو آریائی ہمسایوں نے اراؤن کا نام بھی دیا ہے) مالتو، بہار اور مغربی بنگال کے سرحدی علاقے میں اور براہوئی بلوچستان، افغانستان اور سندھ میں، سندھی سندھ میں، اور سرائیکی سندھ اور جنوبی پنجاب میں آباد ہو گئے۔ یعنی براہوئی دیگر دراوڑی قبائل کے ساتھ جنوبی ہندوستان اور سری لنکا میں منتقل نہیں ہوئے بلکہ بلوچستان میں ہی رہ گئے۔ اسی

طرح سندھی سندھ میں اور سرائیکی جنوبی پنجاب میں۔ براہوئیوں کے بارے میں محترمہ سِلویَہ اے میتھیسن تحریر کرتی ہے:

> "Brahuis the darker- skinned race than Baluchis, are all that remains of the original Dravidian inhabitants of the country, most of whom were pushed down to the south of India by successive waves of Aryan invaders."(42)

ایم ایس انڈرونوف دراوڑی قبائل کی ہجرت کی تاریخ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

> "During the historical migration of the forebears of the modern Dravidians into India, the ancestors of the Brahuis were the first to separate from the bulk of the proto-Dravidian tribes moving to the south and south-east and, having settled more to the north than all the other kindred tribes, received their name. The separation of the ancestors of the Brahuis, as well as beginning of the migration of the Dravidians into India, dates back to hoary antiquity and as testified by archaeological data/79, 65-66; 80, 72/, could not have taken place later than the 4th-3rd millennia BC. Lexico- statistical research /56, 170-186/ shows conclusively that separation of the Brahui from the common Dravidian stock began between the 4th and 3rd millennia or even at the very end of the 4th millennium BC. The separation of the forebears of the other modern peoples and tribes from the common proto-Dravidian stock took place after the separation of the ancestors of the Brahuis: as the Dravidian tribes pushed southwards, these separated from them and stayed behind the ancestors of the modern Malto and Kurukh (first half of the 3rd millennium BC.), the Kui, the Kuvi,

the Konda, and the Gondi (second half of the 3rd millennium BC), the Parji, the Gadaba, the Naiki and Kolami (15th-11th centuries BC.), the Telugu (10th-9th centuries BC.), etc."(43)

لفظ کرّخ (Kurukh) لفظی طور پر کرخ (Kurx) اور صوتی طور پر کورخ (Kurux) ہے جو لغوی طور پر کوڈاگو (ایک دراوڑی قبیلے اور زبان کا نام جو ریاست کرناٹک سے تعلق رکھتے ہیں) سے مربوط ہے۔ تامل لفظ کوٹاکو (Kutakku) بمعنی مغرب، پروٹو دراوڑی بنیاد کٹ-و-ک (Kut-V-k) سے مشتق ہے، جس کا مطلب قطب نما ہے۔ بعدازاں یہ لفظ مذکورہ بالا دراوڑی قبیلے کا نام ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوڈاگو اور کرّخ میں براہ راست تعلق ہے یا ہر دو زبانوں کے بولنے والے قبائل ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ ایک جغرافیائی خطے کے لوگوں یعنی مغربی لوگوں (Westerners) کے لیے استعمال ہونے لگا، جو دوالگ الگ دراوڑی قبیلے تھے۔ تامل لفظ کوٹا (Kuta) بمعنی غروب آفتاب دراصل ان الفاظ کے اشتقاق کو ظاہر کرتا ہے، جو پروٹو دراوڑی فعل کِٹا (kita) (لیٹنا، آرام کرنا یا نیچے گرنا) کیونکہ آئی I کا یو (u) میں مکعوسی حرف (Retroflex) سے پہلے تبدیل ہونا دراوڑی زبانوں میں عام اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

کوڈاگو زبان اور شمالی دراوڑی گروہ کی زبانوں بظاہر میں صرفی ونحوی تعلق نہیں ہے۔ جب کہ اس کے برعکس ڈی این شنکرا بھٹ (D.N Shankara Bhat) نے دعویٰ کیا ہے کہ جنوبی کنارا کے کورگا تلو (Tulu) زبان کے علاوہ ایک الگ دراوڑی زبان بولتے ہیں، جو شمالی دراوڑی گروہ کی زبان خصوصاً کرّخ سے صرفی ونحوی طور پر مربوط ہے۔(۴۴)

کرّخ لوگ نیپال، مدھیہ پردیش، بہار، اُڑیسہ، بنگال، آسام، اور سطح مرتفع چھوٹا نگر میں رہتے ہیں اور مالتو لوگوں سے قریبی طور پر مربوط ہیں۔ جو بہار میں راج محل کی پہاڑیوں میں اور مغربی بنگال میں رہتے ہیں۔ کرّخ لوگوں کے لوک قصوں کے مطابق کرّخ لوگوں کا اصل وطن اعظم گڑھ ہے جہاں سے انہوں نے قدیم ادوار میں ہردیبان

(ناقابل شناخت علاقہ) میں ہجرت کی۔ بعدازآں دریائے نربادا کے ساتھ ساتھ گجرات آگئے۔ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں گجروں اور آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے حملوں کی وجہ سے وہ بہار سے مشرق کی طرف دیابل، بروداوجان کے علاقے اور پھر دریائے سون کے قریب روہتاس میں ہجرت کر گئے اور وہ دوگروہوں: کرّخ اور مالتو میں تقسیم ہو گئے۔ اول الذکر سطح مرتفی چھوٹا نگر اور موخر الذکر راج محل کی پہاڑیوں میں جابسا۔ یہ کرّخ افسانے، جوان کی گجرات ہجرت کا حوالہ دیتے ہیں جنوبی ہندوستان تک دراوڑی اقوام کے سلسلۂ آبادکاری کی اہم کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شمالی دراوڑی لوگوں کی تقسیم دسویں صدی عیسوی میں ہوئی ہوگی اور اس کا سبب گجروں اور مسلمانوں کے حملے تھے۔

براہوئی لوگ ابتداء سے لے کر آج تک خانہ بدوش ہیں۔ وہ سالانہ موسمی ہجرت کرتے ہیں اور کچھی اور سندھ موسم سرما گزارتے ہیں اور موسم گرما کوئٹہ قلات کے پہاڑوں میں۔ آثاراتی تحقیق سے بھی ثابت ہوا ہے کہ یہ لوگ قدیم ماقبل تاریخی ادوار سے موسمی ہجرت کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمیں ان کی موسمی ہجرت کا سراغ جدید حجری عہد میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر ژین ژیرگ تحریر کرتا ہے:

"Neolithic Mehrgarh may have been one settlement among many other similar ones, or else it may have been an exceptional site around which were articulated a series of camps or semi-permanent settlements, whether on the plain or in the mountains depending on the season. Only the excavation of levels corresponding to the deep layers of a site like Kille Gul Mohammad will provide us the possibility for camping a lowland with an upland settlement and thus of addressing the question of a possible seasonal complementarity between highlands and lowlands during the Neolithic. Based on what we know now, the primary function of the settlement at Mehrgarh

appears the exploitation of a seasonally abundant resource: the barely that seem to have grown almost spontaneously in the rich silts left by the Bolan floods. The impressive quantity of cereal impressions in all the Neolithic Mehrgarh and the vast groups of compartmented buildings may of which seem to have silos, no doubt reflect this primary function of this site."(45)

براہوئیوں کے بہت سے گروہ کچھی اور سندھ سے مزید آگے بڑھ کر ماضی میں ہندوستانی گجرات اور راجھستان بھی چلے گئے۔ اور اسی طرح انہیں وہاں مستقل رہائش پذیر یا آباد ہونے کا موقع میسر آ گیا۔ جیسے کہ انہیں سندھ اور کچھی میں مستقل آبادی کاری کا موقع ملا۔ اس سے ہم بخوبی نتیجہ برآمد کرسکتے ہیں کرّخ اور مالتو براہوئیوں کے ان گروہوں میں سے ایک ہیں جو وسطی اور مشرقی ہندوستان کی پہاڑیوں میں مقیم ہیں، بلوچستان سے کچھی، سندھ، گجرات اور راجھستان موسمی ہجرت کے دوران بلوچستان میں واپسی کا راستہ بھٹک گئے یا راستہ بند ہو گیا۔ لہٰذا وہ وہاں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ جس کا لسانی ثبوت یہ ہے کہ کرّخ اور مالتو زبانیں براہوئی زبان سے کئی ایک لسانی مماثلتوں کی حامل ہیں۔ جس کی بناء پر ماہرین لسانیات نے ان تین زبانوں کو شمالی دراوڑی ذیلی گروہ میں شامل کیا ہے۔ ایم بی ایمینو (M.B Emeneau) مذکورہ تینوں زبانوں کے لسانی اشتراک کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

"In the "North Dravidian Velar Stops" I have made a close examination of a small number of groups of etyma which in North Dravidian show initial velar stops instead of q or spirant x, and which have etyma with palatals in the other languages of the family. I have tried to demonstrate that in these etymological groups NDr. K represents PDr. C- and that the conditioning factor is the following PDr. Vowels u and e. The most convincing groups

are DED 2183 (cut-), 2204 (cum/ mp-; Br. Kubein, 2211 (cur-; cur-(EV; Br. Kur-), 2213 (cur-; Br. Kurr- is not in DED), 2285 (cer-), 2312, 1195, 2006, 2030 and 2037 (Ce/ar/ i-; Br-l keb, ka-), 2202, (Ce/ a-; ce-; Br-kah). Of these 2183 and 2285 do not have Brahui ětyma."(46)

براہوئی، مالتو اور کرّ خ زبانوں میں کافی حد تک لسانی اشتراک ہے جو خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ جب کہ براہوئی اور دیگر دراوڑی زبانوں کے مابین لسانی مماثلت عمومی حیثیت کی حامل ہے۔ علاوہ ازیں براہوئی اور دیگر تمام دراوڑی اقوام کے مابین نسلی اشتراک موجود ہے جو براہوئی اور دراوڑی اقوام کے سائنسی نسلی مطالعوں، تجزیوں اور تحقیقوں سے ثابت ہوا ہے۔ مثال کے طور پر براہوئی اور دیگر نسلیاتی انواع کے ایم ٹی ڈی این اے (mt DNAs) یا (Mitochondrial DNAs) کے تقابلی سائنسی تجزیے سے حسب ذیل نتیجہ برآمد ہوا ہے:

''دیگر دُور دراز اور الگ تھلگ لسانی گروہ براہوئی جمیعت ہے جو مرکزی بلوچستان میں مقیم ہے اور ہندوستان سے باہر دراوڑی زبان بولنے والے علاقے کی نمائندگی کرتی ہے۔ تاریخی دستاویز اشارہ کرتے ہیں کہ براہوئی مغربی ایشیاء کے ترک وایرانی قبائل کی اولاد ہیں (ہیوز بلر 1991 Huges Buller)۔ آج دراوڑی زبانیں اصلاً جنوبی ہندوستان اور سری لنکا میں محدود ہیں۔ لیکن قدیم ایلام و دراوڑی (Proto-Elamo Dravidian) مفروضے (میک آلپن ۱۹۷۴، ۱۹۸۱ء) کے مطابق ان کا خمیر ایرانی صوبے ایلام سے اٹھا اور یہ ماضی میں ایک وسیع وعریض خطے بشمول ایران، پاکستان، افغانستان اور ہندوستان بھر میں بولی جاتی تھیں۔ براہوئی جمیعت مغربی یوروایشیائی (Western Eurasian) ایم ٹی ڈی این اے کی اعلیٰ شرح (پچپن فیصد ۵۵%) رکھنے کی صفت سے

متصف ہے اور اس خطے میں انسانی نسلی گروہ ہم نسل انسانی گروہ یعنی ہیپلو ایم گروپ (Haplogroup M) کی کم ترین شرح (اکیس فیصد ۲۱%) ہے جو اس کے برعکس دراوڑی زبان بولنے والی ہندوستانی جمیعتوں میں مشترکہ طور پر (اکسٹھ فیصد ۶۱%) ہے۔ جیسا کہ پی سی اول PC-l(Phylogeographyo Codes) (تصویر ۶) میں واضح کیا گیا ہے کہ براہوئی ایرانی اور وادی سندھ کی جمیعتوں کے درمیان، گجراتیوں سے بعید اور دراوڑی زبان بولنے والے ہندوستانی گروہوں سے بعید تر ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں (نتائج ظاہر نہیں) یہ مشاہدات اس امکان کو خارج کرتے ہیں کہ بلوچستان میں دراوڑی وجود ہندوستان سے دراوڑی زبان بولنے والوں کے حالیہ حملوں کا نتیجہ ہے اور براہوئی لوگوں کا جین پول (Gene Pool) جنوب مغربی ایشیائی پٹی کے ہندو ایرانی زبان بولنے والوں کے جین پول سے مماثلت و مشابہت کا حامل ہے۔ تاہم موجودہ براہوئی جمیعت دراوڑی زبان بولنے والی قدیم ہندوستانی جمیعت کی نمائندگی کرتی ہے، جو پاکستان میں دوبارہ آباد ہوئی، جہاں وہ مقامی جمیعتوں میں گھل مل گئی۔ کوئی تاریخی دستاویز اس مفروضے کی تائید نہیں کرتی ہے، جس کے مطابق براہوئی ایک وسیع وعریض دراوڑی زبان بولنے والے خطے، جو ہندو ایرانی زبان بولنے والوں کی آمد سے پہلے تھا، کی آخری شمالی باقیات ہیں۔ اس سے قدیم ایلام و دراوڑی مفروضے (میک آلپن ۱۹۷۴، ۱۹۸۱) کو تقویت ملتی ہے۔" (۴۷)

براہوئی کی وجہ تسمیہ:

جب آریاؤں نے بلوچستان اور سندھ پر حملہ کیا تو ان کا سامنا دراوڑی لوگوں سے ہوا۔ جنہیں انہوں نے پاروا کا (Parva-ka) پکارا۔ پاروا کا ایک مرکب لفظ ہے۔ جس کے پہلے حصے پاروا (Parva) پاروت (Parvrat) یا پربت (Parbat) کا سنسکرت میں مطلب پہاڑ ہے جب کہ دوسرا حصہ (ka) یا (Ba) اور سا (sa) کی مانند ایک سنسکرتی لاحقہ ہے جو اکثر بنیادی الفاظ (root) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً دوار (دروازہ)+ کا: دروازے والا، ایونیکا (ایونیہ کا رہنے والا)، اور انامیکا (وہ جس کا کوئی نام نہ ہو، بے نام) پریمیکا (محبوبہ) ستوکا (بالوں کا مجموعہ)، اتکا (کھلا لباس) ورتکا لوگردہ) علیٰ ہذا القیاس پارواکا کا مطلب پہاڑی یا کوہستانی ہے۔ جیسا کہ اکثر دراوڑی قبائل کے ناموں کا مطلب کوہستانی ہے۔ مثال کے طور پر کوئی (Kui)، کووئی (Kuvi)، کونڈا (Konda)، گونڈی (Gondi)، کویا (koya)، کوراوا (Korava)، مالتو (Malto) اور ملیالم (Malayalam) سب کے سب نام کوہستانی کے معنوں میں ہیں۔ ڈینس برے براہوئی کو کوہستانی فرض کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

”وہ شاید میدانی لوگ نہیں تھے بلکہ کوہستانی لوگ تھے (مش Mash دراوڑی مل Drav.mal)۔“ (۴۸)

درحقیقت پاروتی یا پاربتی دراوڑی مادرِ ارض (Mother Goddess) کی آریائی صورت (Aryanised Form) ہے۔ بلوچستان اور وادی سندھ کے مختلف مقامات سے برآمد شدہ مادر ارض کی مورتیاں شہادت دیتی ہیں کہ دراوڑی لوگ قدیم ادوار میں مادر اض کے پجاری (Worshippers) تھے۔ مزید برآں مادرِ ارض کا مذہب یا پرستش شیو دیوتا (Shiva God) سے مربوط ہے۔ جو بنیادی طور پر دراوڑوں کا دیوتا تھا۔

موہنجوداڑو سے برآمد شدہ ایک مہر پر سینگوں والے برہنہ دیوتا کی تصویر، جسے پاسوپتی (Pasupati) (حیوانوں کا آقا) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور جسے سرجان

مارشل نے ''پروٹو شیوا'' (Proto-Siva) کے نام موسوم کیا ہے۔(۴۹) دراوڑی سماجی تشکیل میں بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اس سے ہم بخوبی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ماضی میں آریاؤں کی آمد سے قبل بلوچستان اور وادی سندھ کے لوگ شیو اور پاروتی کی پرستش کیا کرتے تھے۔ بعد ازآں آریاؤں نے انہیں اپنے مذہب کے دیوی دیوتاؤں میں شامل کر دیا یعنی آریاؤں نے یہ دیوی دیوتا در رزوں سے مستعار لیئے۔

اس لفظ (پاروکا) کا دوسرا مطلب پاروتی کے پیروکار یا پجاری بھی ہو سکتا ہے۔ پاروتی (پہاڑوں کی بیٹی) آریائی روایت کے مطابق ہیماوت (Himavat) برف پوش پہاڑوں ہمالیہ (Himalayas) کا بادشاہ)، سنسکرت میں ہیما (Hima) کا مطلب برف اور لیہ کا مطلب گھر ہے ہمالیہ یعنی برف کا گھر) پاروتی شیو، مہادیو (عظیم دیوتا) کی بیوی ہے اور ہیماوت کی بیٹی ہے جو مختلف روپوں اور ناموں کی حامل ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا۔مہادیوی (عظیم دیوی)	۲۔پاروتی یا پاربتی	۳۔درگا
۴۔کالی (کالیکا)	۵۔بھیروی	(۶) اوما
۷۔گوری	۸۔ہیماوتی	۹۔بھانی

بلوچستان میں پاروتی اور شیو کے مندر اس دلیل کو اور مضبوط اور واضح کرتے ہیں کہ دراوڑی لوگ صدیوں سے ان کی پوجا اور پرستش کیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر پاروتی (کالی ماتا کی صورت میں) کا مندر قلات، ہنگلاج میں اور شیو کا مندر مستونگ میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں پیر غائب، جو کچھی کے ہندوؤں کے مطابق شیو کا استھان ہے اور بی بی نانی مہادیوی کا استھان ہے۔ بلاشک مذکورہ بالا مندر آریائی عہد میں قائم ہوئے ہیں مگر دراوڑی تہذیب وثقافت میں ان کی گہری بنیادیں پیوست ہیں۔

دارا ہستاپاس (Darius Hystaspes) (۵۲۱، ۴۸۶ قبل مسیح) نے وادی سندھ کو ہخامنشی سلطنت میں شامل کیا۔ اس کے عہد کے بہستوں کے تین زبانوں پر مشتمل سہ لسانی کتبوں میں وادی سندھ کا علاقہ ہخامنشی سلطنت کے بیسویں صوبے کے طور پر مذکور

ہے۔ بابائے تاریخ ہیروڈوٹس (Herodotus) نے بھی اس کا دارا کی سلطنت کے بیسویں صوبے کے طور پر ذکر کیا ہے، جو دارا کو بھاری خراج ادا کرتا تھا۔ (۵۰) ہمیں بہستون کے کتبوں میں پاریکان کا لفظ ملتا ہے۔ جو سنسکرت لفظ پاروا کا فارسی صیغہ جمع ہے۔ کیونکہ فارسی یا پہلوئی میں لاحقہ جمع (Plural Suffix) 'ن' ہے جو واحد الفاظ کے ساتھ لاحق ہوکر انہیں جمع بناتا ہے۔ ۲۶-۳۲۵ قبل مسیح میں جب سکندر اعظم بلوچستان کے ساحلی علاقوں سے گزرا تو دریائے ہنگول کے آس پاس کے لوگوں سے اس کا آمنا سامنا ہوا۔ جنہیں یونانی مورخین خصوصاً ہیروڈوٹس نے پاریکانوئی (Parikanoi) کا نام دیا۔ جو ہنخاشی سلطنت کے سترویں (Seventeenth) صوبے میں رہتے تھے۔ جو سیستان، مغربی و مشرقی مکران اور جنوبی بلوچستان پر مشتمل تھا۔ (۵۱) یونانی اپنی لسانی روایت کے تحت بنیادی الفاظ کے ساتھ اوی (oi) کا لاحقہ استعمال کر کے نسبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے گندھارا + اوی: گندھاراوی (گندھارا کے رہنے والے) ساگروٹوئی (سیستان کے رہنے والے)، بعینہٖ پاریکانوئی (دریائے پاریکان کے کنارے پر رہنے والے) کیونکہ پاریکان ہنگول کے قریب ایک دریا ہے جو سلسلہ تلوئی کے شمال میں بہتا ہے اور ہنگول سے آگے بڑھتا ہے۔ بیلو (Bellow) کا خیال ہے کہ یونانی لفظ پاریکانوئی فارسی لفظ پاریکان جو سنسکرت لفظ پاروا کی حالت جمع ہے، کی یونانی صورت ہے۔ اس علاقے یعنی ہنگول کے قرب و جوار میں براہوئی لوگوں کی موجودگی ہیروڈوٹس کے لفظ پاریکانوئی پر مزید روشنی ڈالتی ہے کہ یہ لفظ براہوئی لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مزید برآں لفظ پرکانی (براہوئی قبائل میں سے ایک قبیلہ) اسی یونانی لفظ پاریکانوئی کی بگڑی ہوئی صورت دکھائی دیتا ہے۔ ہیروڈوٹس ایک اور نسلی گروہ ایشیائی حبشی (Asiatic- Ethopians) کا ذکر بھی کرتا ہے۔ (۵۲) جو دراوڑی نسل کے لوگ تھے، جنہیں عرب تذکرہ نویسوں نے قفس (کوچ) سے تعبیر کیا اور ابوالقاسم فردوسی نے اپنے فارسی رزمیہ شہکار ''شاہنامہ'' میں کوچ سے۔ قفس یا کوچ یوری گنگوفسکی کے نزدیک دراوڑی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

آریائی حملے کے بعد دراوڑوں کا وہ گروہ جو جنوبی ہندوستان اور سری لنکا منتقل

ہوگیا، اس نے اپنے رشتہ داروں پاریکانوئی لوگوں کو وڑاکوئی (قدیم دراوڑی زبان میں وڑا کا مطلب شمال اور کوہی کا مطلب کوہستانی ہے)' کہا یعنی شمالی کوہستانی، پاریکانوئی (براہوئی) لوگوں نے وڑاکوہی کے حرفِ اول و (v) کو 'ب' (b) سے تبدیل کیا اور کوہی کے حرف اول 'ک' (k) کو 'خ' (x) سے۔ کیونکہ پروٹو دراوڑی صوتیہ و براہوئی میں 'ب' اور 'ک' 'خ' میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وڑاکوہی براخوئی میں تبدیل ہوگیا۔ ڈاکٹر ہیریماتھ کے مطابق براہوئی Brahui<Br+hu+i (vada>bada) کا مطلب شمال، Ko<ku<hu کا مطلب پہاڑ اور "i" کا مطلب تعلق رکھنے والا یعنی براہوئی کا مطلب شمالی کوہستان سے تعلق رکھنے والے لوگ اور یہ لفظ پروٹو دراوڑی ماخذ سے ماخوذ ہے۔ (۵۳)

اور جب دسویں صدی میں بلوچستان میں بلوچ قبائل کی آمد ہوئی تو انہوں نے لفظ 'براخوئی' کو براہوئی کہہ کر پکارا۔ کیونکہ بلوچی زبان میں غشائی صوتیہ 'خ' (x) مفقود ہے لہٰذا بلوچ 'خ' کو 'ہ' (h) سے تبدیل کرتے ہیں، جیسے خدا کو ہدا سے اور خان کو ہان سے۔ المختصر بلوچی میں لفظ براخوئی براہوئی میں تبدیل ہوگیا جو آج تک مرّوج ہے۔

براہوئی اور سواستیکا:

سواستیکا کا نشان صلیب کے نشان کی ایک شکل ہے۔ اس کی دو قسمیں مردانہ یا دایاں اور زنانہ یا بایاں ہیں۔ (۵۴) یہ آریاؤں کا نشان تصور کیا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر ہٹلر نے اسے اپنے پرچم پر آراستہ کیا۔ مگر تاریخ ثابت کرتی ہے کہ یہ دراوڑی اقوام کا نشان تھا، جسے آریاؤں نے مستعار لیا۔ کیونکہ یہ یونانی صلیب کے نشان کے ساتھ ساتھ وادی سندھ کی مہروں پر بھی پایا گیا ہے جو بعض چوکور بٹن کی مہروں پر بھی ہے۔ یہ نشان ایلام اور دیگر قدیم تہذیبوں میں بھی عام تھا۔ وادی سندھ کی تہذیب میں اس کی مذہبی اہمیت تھی اور یہاں ایلام وغیرہم سے پہلے کے ادوار میں پایا گیا ہے اور اس کی ابتداء یہیں سے ہوئی ہے نہ کہ مغرب سے۔ یہ قدیم ہندوستان میں خوش بختی کی علامت کے طور پر مرّوج رہا ہے۔ یہ نشان بعض علماء کے نزدیک ایک شمسی نشان ہے۔ (۵۵) یہ مہر گڑھ سے ملنے والی ایک مہر پر بھی پایا گیا ہے (۵۶) اور موہنجوڈرو اور

ہڑپہ میں بھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نشان آریاؤں کی آمد سے پہلے بلوچستان اور وادی سندھ میں خوش بختی کی علامت کے طور پر دراوڑی سماجی تشکیل اور تہذیب وثقافت میں موجود تھا اور آریاؤں نے اسے دراوڑوں سے مستعار۔ لے کر اپنے مذہب میں شامل کرلیا۔ ایک اخبار کے مطابق:

"A degree of excitement is created with the mark of the swastika which has been found in Mehrgarh near Daadar 100 miles from Quetta and local scholars have been suggested that the swastika symbol may therefore, be of Dravidian origin."(57)

یہ نشان خوش بختی کے علاوہ تصورِ کائنات یا تکوین کائنات (Concept of Cosmology) کا بھی نشان تھا، جیسا کہ عبدالعزیز فاروق تحریر کرتا ہے:

"Swastika- a symbol of fortune was also depicted along with dotted circles and schematic human figures. The 'Swastika' in the form of seals has also been found at the foot of Bolan Pass in the pre-historic period of Balochistan. This may have been a sign of their concept of cosmology. The contention has to be confirmed or otherwise during the subsequent explorations of the culturally rich areas of Balochistan in the day to come."(58)

اس سے پہلے یہ نشان سر چارلس میسن (Sir Charles Masson) نے بھی پب کی پہاڑیوں اور دریائے حب کے درمیان سونمیانی سے کراچی کی سڑک کے ساتھ ساتھ چٹانوں پر کندہ علامتی تحریروں کی نشاندہی کی ہے، جو سرخ وسیاہ رنگ میں سفید جگہ پر کندہ ہیں ان علامتی تحریروں میں سواستیکا کا بھی نشان ہے۔ ان علامتی تحریروں کے متعلق میسن کا خیال ہے کہ یہ بدھ مت کے پیروکاروں کی مذہبی علامات ہیں۔ پہلی علامت جو بائیں طرف ہے، وہ سواستیکا ہے۔(۵۹) اے ڈبلیو ہوگز (A.W Hugus) نے بھی اپنی کتاب میں چارلس میسن کا حوالہ دیا ہے۔(۶۰)

محترمہ سلویہ اے میتھیسن نے ڈیرہ بگٹی میں سواستیکا کے نشان کی نشاندہی کی اور چارلس میسن کا حوالہ دیا ہے۔ اس نے اس نشان کو ہندوؤں کا نشان تصور کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نشان مدت مدید سے خوش قسمتی کے نشان کے طور پر رائج رہا ہے۔ اور ہٹلر نے یہ نشان ہندوؤں سے مستعار لیا ہے۔ (٦١)

اس ساری بحث سے ہم بخوبی یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ بلوچستان میں آریاؤں کی یلغار سے بہت پہلے یہ نشان خوش بختی اور تصور کائنات کے نشان کے طور پر دراوڑی تہذیب وثقافت، مذہب اور سماجی تشکیل میں صدیوں سے رائج رہا ہے اور آریاؤں نے اس نشان کو دراوڑوں سے مستعار لے کر اپنی تہذیب وثقافت، مذہب اور سماجی تشکیل کا جزو لاینفک بنالیا اور آج تک ان کے مذہب، عقیدہ اور ثقافت میں یہ نشان خوش قسمتی کی علامت کے طور پر رائج ہے۔

براہوئی قوم میں یہ نشان آج تک خوش بختی کی علامت کی حیثیت کا حامل ہے۔ جونہی کسی گھر میں نومولود بچہ پیدا ہوتا ہے تو براہوئی گہرے نیلے رنگ سے کمرے کی چاروں دیواروں پر سواستیکا کا نشان بناتے ہیں تاکہ کوئی آسیب اور بدروح اس کے نزدیک آنے کی جرأت نہ کرے یا اسے کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ یعنی یہ نشان بچے کی حفاظت کے لیے بنایا جاتا ہے۔ ہرچند براہوئیوں میں یہ رسم آہستہ آہستہ ختم ہورہی ہے مگر آج تک کہیں نہ کہیں مرّوج ہے۔ سر ڈینس برے اس کے متعلق تحریر کرتا ہے:

> ''جونہی بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ (براہوئی) گہرے نیلے رنگ سے ایک نشان کمرے کی چاروں دیواروں پر اس نمونے پر 卐 نقش کرتے ہیں تاکہ کوئی بدروح نزدیک نہ پھٹکے۔'' (٦٢)

براہوئی ثقافت پر قلم اٹھانے والے مقامی دانشوروں نے سواستیکا کو نظرانداز کیا ہے۔ حالانکہ یہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور براہوئیوں نے قدیم ادوار سے لے کر آج تک اس نشان کو اپنی ثقافت میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ جسے اکثر دراوڑی اقوام نے گوشہ خمول میں ڈال دیا ہے۔

براہوئی قبائل کی نسلیات پیمائش:

براہوئی قبائل کی مندرجہ ذیل بشریاتی پیمائش سے ثابت ہوا ہے کہ وہ اپنے دیگر ہمسایہ قبائل سے مختلف ہیں:

"The anthropometrical measurements of some principal tribes taken in 1903 showed the following results:

Tribes	Average Cephalic Index	Average Nasal Index	Average Stature	Average Orbito Nasal Index
Kalandrani	82.0	59.8cm	......	121.2
Musiani (Zehri)	80.0	63.1	168.1	116.4
Mohammad Hasni	81.9	60.9	167.1	115.9
Mengal	82.8	54.5	......	120.6(63)

حسب بالا بشریاتی پیمائش مندرجہ ذیل قبائل کی بشریاتی پیمائش سے قدرے مختلف ہے۔ مثلاً دہوار قبائل کی یہ پیمائش ملاحظہ فرمائیے:

"Anthropometrical measurements made in 1903, showed that the Dehwars had broad heads, medium noses, and varying stature. The average measurements of those examined were as follows:

Average Cephalic index...........81.7

Average Nasal Index...................74.3

Average Stature 164.2cm

Average Orbito-nasal index......118.."(62)

بعینہ کاکڑوں کی بشریاتی پیمائش ملاحظہ فرمائیے:

"Anthropometrical measurements which were made of Kakers in the Quetta- Pishin District for the Census of 1901, showed that they had broad

heads, fine to medium noses, and that their stature was either above the mean or tall. The following were the average measurements of those examined:
Average Cephalic index.....81.9
Average Nasal index.....69.6
Average Orbito-Nasal index.116.9"(63)

اوراسی طرح تاجک اور بلوچ قبائل کی بشریاتی پیمائش ملاحظہ فرمایئے:

"A comparison between the Cephalic measurements of 60 Tajiks given by M. Ujfalvy with those of the Balochis alluded to, shows a very striking correspondence, the highest index in each case being the remarkable figure 95 or 96. The nasal index for the same Balochis is 68.8. It is clear, therefore, that as for as the shape of the head is concerned the Balochis must be classed with the brachycephalic Iranians and not with the dolichocephalic Arabs or Indians."(66)

بنیادی طور پر براہوئی قبائل میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں۔ (میرواڑی، قمبرانڑی، الٹازئی، احمدزئی، سمالاڑی، گرگناڑی، رودینی، قلندراڑی اور دو قبیلے نیچاری اور محمد شہی جو براہوئی علاقے کے قدیم اوراصل باشندے (Aborigines) تصور کئے جاتے ہیں، شامل ہیں) براہوئی قبائل کی تعداد ''انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا'' کے مطابق انتیس ہے۔ (٦٧)

براہوئی اور قدیم دراوڑی

براہوئی بالعموم دنیا بھر کی اور بالخصوص برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے، اور یہ ایک دراوڑی زبان ہے جو بلوچستان اور افغانستان میں براہوئی قوم کی زبان ہے اور اس کا علاقہ ابتدائی ہڑپائی جدید حجری عہد کی ثقافت (Early Harappan Neolithic Culture) کے قدیم خطوں تک پھیلا ہوا ہے اسی بناء پر سر ڈینس برے (Sir Denys Bray) نے براہوئی قوم کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں تحریر کیا:

"Then there is his alien, and to the ears of his neighbours barbarous, language, and island of Dravidian utterly served from its kin by many hundred miles of surrounding Indian and Iranian languages and possibly by far more hundred years of isolation... who are these strange, Dravidian-speaking Tribesmen?.... And if the racial riddle of such a commixture of people is unanswerable, what of their language? Polyglot in vocabulary, it is sheer Dravidian in its structure. Is it indigenous to Balochistan or immigrant? If immigrant, whence and when and how did its kin wander forth beyond its utmost ken."(1)

سر ڈینس برے براہوئی مسئلے کو وادی سندھ اور بلوچستان کے کانسی عہد کی ثقافت سے مربوط کرتے وقت ان کے مابین موجود تضادات سے بھی بخوبی آگاہ تھا جس کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے:

"And in all human history there are few greater contrasts than that between the highly developed city- civilization of Mohenjo-daro and the wandering tent- life of the hill Brahuis. Sir Aurel Stein (1913) faces the difficulty with imaginative candour. In the Brahui he sees not indeed the descendants of the ancient race who founded civilization, but descendants of the semi barbarous people on the fringe, its poor relations as it were. And he points to the Brahui hills above the plains about Mohenjo-daro, bleak, barren, affording the invader neither attraction nor room for settlement, as just the ground where a nomadic fringe of the city- civilization might be left undisturbed through out the ages, long after the cities had been blotted out. Real or imaginary, the picture Sir Aurel draws it is true to life; how true no one perhaps can feel who has not himself wandered in those unkind hills and seem the wilder Brahuis encamping for the night in their goat's hair tents."(2)

سرجان مارشل (Sir John Marshall) نے اس سے پہلے ۱۹۲۴ء میں یہ قیاس کیا تھا کہ بلوچستان میں براہوئی کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ ہندوستان میں دراوڑی زبانوں کا ورود اس علاقے سے ہوا۔(۳) سرہولڈچ نے بھی سرجان مارشل کے خیال کی تائید کی۔(۴) اور روسی ماہرین لسانیات و دراوڑیات (Dravidologists) ایم ایس انڈرونوف (M.S Andronov) اور کامیل وی ذویلیبل (Kamil V. Zvelebil) نے بھی۔ انہوں نے یہ بھی خیال ظاہر کیا کہ براہوئی وہ پہلا گروہ تھا جو سب سے پہلے قدیم دراوڑی قوم سے علیحدہ ہوا۔ جب وہ تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح برصغیر میں وارد ہوئی۔(۵)

اس سے پہلے ۱۹۳۴ء میں پیرومریگی (Piero Meriggi) نے سرجان مارشل کے اس قیاس کی تائید کی کہ ''وادی سندھ کی تہذیب ایک غیر آریائی تہذیب ہے اور اس کی

زبان کا تعلق دراوڑی زبانوں کے خاندان سے ہوسکتا ہے۔" (۶) چنانچہ اس نے کہا کہ بلوچستان میں بولی جانے والی یہ دراوڑی زبان براہوئی ہی وہ واحد زبان ہو جس کا بہت زیادہ امکان ہوسکتا ہے کہ وادی سندھ کی قدیم تحریری زبان ہے مگر صوتیاتی قرأت یا تفہیم کے سلسلے میں اسے قدیم تحریروں کی زبان کو براہوئی زبان کی مدد سے مایوسی ہوئی اور اس نے کہا کہ براہوئی زبان گزشتہ چار ہزار سالوں کے دوران کافی حد تک تبدیل ہو چکی ہے۔ (۷)

اس کے بعد وادی سندھ کی تحریر کو پڑھنے کی کئی ایک کوششیں کی گئیں مگر اسے پڑھنے میں کامیابی نہ ہوسکی۔ اور دانشوروں نے اسے پڑھنے کے کئی طریق کار اختیار کئے، کئی تجاویز پیش کیں اور کئی آراء قائم کیں۔ ۱۹۶۸ء میں مشہور ماہر آثار قدیمہ سر مورتیمر وہیلر (Sir Mortimer Wheeler) نے اس سلسلے میں کی جانے والی تمام کاوشوں کو بے سود قرار دیا اور انہیں محض ظنی وقیاسی تصور کرتے ہوئے کہا:

> "The conditions requisite for the interpretations of the script with significant recurrent features... is not yet present. A majority of the available inscriptions are short, with an average of half a dozen letters; the longest has no more than seventeen. The variety prevents the assumption that they relate to the limited designs on the seals. It has been conjectured, with all reserve, that they may consist largely, though not entirely, of proper names, sometimes with the addition of a patronymic, a title or a trade. We do not know."(8)

۱۹۶۰ء کی دہائی میں وادی سندھ سے برآمد شدہ قدیم تحریروں کی زبان کو سمجھنے کے سلسلے میں مستشرقین (Orientlists) کے دو گروہوں نے کمپیوٹر کی مدد سے کوشش کی۔ ان میں ایک گروہ کا تعلق سیکنڈے نیویا کے مکتبہ مطالعاتِ ایشیا کوپن ہیگن ڈنمارک (Scandinavian Institute of Asian Studies Copen Hagen, Denmark) سے تھا اور دوسرے گروہ کا تعلق سابقہ سویت یونین سے تھا۔ اول الذکر گروہ

میں شامل ڈاکٹر آسکو پارپولا (Dr. Asko Parpola)، سیموپارپولا (Semo Parpola) پینٹی آلٹو (Pentti Aalto)، سیپو کوسکینیمی (Sapo Kaskennemi) اور دیگر تھے جنہوں نے ڈاکٹر آسکو پارپولا کی معیت میں اس کام کا آغاز کیا۔ جب کہ موخر الذکر گروہ نے یوری نوروزوف (Yuri Knorozov) کی رہنمائی میں کام شروع کیا۔

اول الذکر گروہ نے وادی سندھ کی قدیم تحریروں کی زبان کو قدیم دراوڑی زبان (Proto-Dravidian) قرار دیتے ہوئے تحریر کیا:

''زبان (جو موہنجو دڑو کی تھی) دراوڑی کی ابتدائی صورت تھی۔ جسے ہم نے قدیم دراوڑی (Proto-Dravidian) سے موسوم کیا۔ یہ جنوبی دراوڑی خصوصاً تامل سے بہت قریب دکھائی دیتی ہے اور جو یقیناً تمام دراوڑی زبانوں کی ماں زبان سے کم سن ہے۔''(۹)

انہوں نے موہنجو دڑو کی زبان اور دراوڑی زبانوں کے مابین مماثلتوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا:

''(الف): اے (A) ۲ تا ۴ کے مجموعی تجزیئے میں وادی سندھ کی تحریروں کی لسانی قسم امتزاجی (Agglutinative) دکھائی دیتی ہے۔ ہندوستانی برصغیر کی معلوم زبان میں صرف دراوڑی زبانیں اس قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔

(ب): گردان کا جو نمونہ دریافت ہوا ہے وہ دراوڑی گردان سے مطابقت رکھتا ہے۔

(ج): اضافت صفر (Zero suffix) کی تبدیلی اور حالتِ اضافی کا لاحقہ، جو وادی سندھ کی تحریروں سے وابستہ ہے دراوڑی زبانوں کا خاصہ ہے۔''(۱۰)

موخر الذکر گروہ نے وادی سندھ کی قدیم تحریروں کی زبان کو دراوڑی زبانوں کے خاندان سے مربوط کرتے ہوئے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیئے:

"(الف): صوری آثار کا تمام مجموعہ خصوصاً قدیم ہندی متون (Proto-Indian Texts) صرف دراوڑی زبانوں کے لسانی نظام سے مشابہہ دکھائی دیتے ہیں۔

(ب): موجودہ دراوڑی زبانوں میں سے کوئی بھی ان تحریروں کا معیار نہیں ہوسکتی ہے کیوں کہ جدید دراوڑی زبانیں تقریباً چھوتھی اور دوسری صدی قبل مسیح سے لے کر دسویں اور گیارہویں صدی عیسوئی میں وجود پذیر ہوئی ہیں۔

(ج): ایک طویل مدت میں تین علیحدہ علیحدہ دراوڑی زبانوں کے گروہ وادی سندھ کی قدیم تحریروں کی قدیم دراوڑی (Proto-Dravidian) زبان سے صادر ہوکر موجودہ شمالی، مرکزی اور جنوبی دراوڑی زبانوں کے گروہوں کی زبانیں وجود میں آئیں اوران تین گروہوں کی تقسیم چار ہزار سال قبل مسیح سے لے کر ایک ہزار سال قبل مسیح کے وسط میں یعنی پانچ سو سال قبل مسیح کے عہد میں وجود پذیر ہوئی۔ وادی سندھ کے قدیم عہد میں غیر منقسم قدیم دراوڑی زبان مرّوج تھی۔"(11)

ڈیوڈ میک آلپن (David McAlpin) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ قدیم دراوڑی زبان کی ابتداء ایلام (جنوب مغربی ایران) کے دارالحکومت سوسا میں ہوئی اور یہ وہاں سے براہِ بلوچستان، سندھ، مغربی ہند اور جنوبی ہند کے علاقوں میں پھیل گئی۔ جب وادی سندھ کی تہذیب ہندو یورپی زبانوں کے پھیلاؤ سے پیشتر اپنے عروج پر تھی۔ اس کے مطابق قدیم ایلامی دراوڑی زبان (Proto-Elamite Dravidian) تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح میں ایران سے برصغیر میں پھیلی۔ یہ نظریہ ایلامی اور دراوڑی زبانوں کے مابین تاریخی روابط کو ظاہر کرتا ہے۔ جن میں براہوئی زبان بھی شامل ہے۔ دراوڑی اور ایلامی زبانیں ایک ہی لسانی خاندان کی زبانیں ہیں۔ براہوئی زبان بھی اسی زبان سے

صادر ہوئی۔ یہ نظریہ دراوڑی لوگوں کی آریاؤں کی مغرب سے براہِ بلوچستان جنوبی ہندتک ہجرت پر زور دیتا ہے۔(۱۲) اوراسے بنیادی طور پر مشہور ماہرین دراوڑیات جن میں ایم ایس انڈرونوف (M.S Andronov) (۱۳)، ایم بی ایمینیو (M.B Emeneau) (۱۴)، جے پی میلوری (J.P Mallory)(۱۵)، ایف ایس ساؤتھ ورتھ F. S. Southworth(۱۶)، ٹی آرٹراٹ مین (T.R Trautmann)(۱۷) اور والٹراے فیئر سروس (Walter A. Fairservis)(۱۸) نے تسلیم کیا ہے۔

میک آلپن کا یہ نظریہ جو ایلامی اور دراوڑی زبانوں کے تاریخی روابط پر مبنی ہے، فکر انگیز تو ہے مگر متنازعہ اور غیر مستند ہے۔ اور اپنی جملہ کوتاہیوں کے باوصف یہ کئی لحاظ سے اہم بھی ہے۔(۱۹) کیونکہ بلوچستان کے برتنوں پر نقش ونگار، قدیم ایلامی تحریر کے حروف اور وادی سندھ کے قدیم رسم الخط میں کافی حد تک مماثلت بھی پائی گئی ہے۔ جیسا کہ ژین فرانکوسس ژریگ (Jean-Francois Jarrige) تحریر کرتا ہے:

"As for writing the presence of which is a prerequisite for speaking of urban civilization to some people, it is not really attested at Mehrgarh or elsewhere in Balochistan until beginning of the Indus civilization. However, starting with period IV, Mehrgarh has yielded thousands of incised marks on the pottery. Such marks appear at the same time at many sites in Balochistan and in neighbouring regions, as is notably the case at Rehman Dheri, where F.A Durani (1982 PL XIX) has tried to demonstrate the resemblance of incised or painted marks to the characters of the Indus script. D. Potts (1982) has likewise compared the marks on the Tepe Yahya pottery and the characters of Proto-Elamite writing and the Indus script. For him, the marks on Balochistan pottery are an important element in linking the Indus and proto-Elamite scripts."(20)

اس دلیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ براہوئی زبان پروٹو ایلامی اور پروٹو دراوڑی زبانوں کے مابین ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلوچستان میں اس کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ پروٹو دراوڑی لوگ بلوچستان کے راستے سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور کلی گل محمد (نزد کوئٹہ) اور مہر گڑھ دور اول (۷۰۰۰ تا ۶۰۰۰ ق م) میں جدید حجری ثقافت (Neolithic Culture) کی بنیاد رکھی۔ موجودہ دراوڑی اقوام قدیم دراوڑی نوع سے چار ہزار تا ایک ہزار کے درمیان یعنی ۵۰۰ سال قبل مسیح کے درمیان الگ ہوئیں اور برصغیر کے مختلف علاقوں میں پھیل گئیں۔ ان میں قدیم براہوئی (Proto-Brahui) پروٹو دراوڑی نوع سے سب سے پہلے الگ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم دراوڑی زبان کی بہت سی لسانیاتی باقیات تاہنوز براہوئی میں محفوظ ہیں اور پروٹو دراوڑی اور براہوئی کے مابین مماثلتوں کی مندرجہ ذیل مثالیں اس نقطے کو روزِ روشن کی طرح واضح کرتی ہیں:

۱۔ صوتیات: (Phonology)

"The Dravidian "Brahui Sounds Proto-Dravidian Sounds Examples from Brahui

Brahui Sounds	Proto-Dravidian Sounds	Examples from Brahui
a	a	xan 'eye': Kan
a	e	xaf 'ear': kevi
a	o	xal (l) 'to kill': kol
a	a	palh 'milk': pal
i	i	bil 'bow': vil
i	e	mir 'to smear': meZ
i	i	dir 'water': nir
u	u	mutkum 'old': mut (t)
u	o	curr 'to flow out': cor
k	k	keragh 'bottom': kiZ
x	k	xan 'eye': kaN
c	c	curr 'to flow out': cor

k-----------------------------------c	kubben 'heavy': cuma 'to lift'
b-----------------------------------v	ba (r) 'to come': var
r-----------------------------------r	bar 'to come': var
r-----------------------------------R	tor 'to hold': toR 'to touch'
r-----------------------------------rr	xar 'angry': karr 'black'
r-----------------------------------L	ura 'house': ul 'inside'
r-----------------------------------Z	keragh 'bottom': kiZ
rr-----------------------------------r	karrak 'bank': kara
rr-----------------------------------R	xarr 'to walk': kaRa 'to cross'
rr-----------------------------------rr	arr 'to tear': arr
l-----------------------------------l	bil 'bow': vil
l-----------------------------------L	(') ul 'to howl': uL
lh----------------------------------- l	palh 'milk': pal
lh-----------------------------------L	telh 'scorpion': tel
lh-----------------------------------x	malh 'son': maxa". (21)

۲) براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی زبان کے بنیادی حروفِ حرکت یا مصوتے ای (e) اوراو (o) موجود ہیں۔

۳) براہوئی زبان میں چھوٹے مصوتے (Short vowels) یو (u)، طویل مصوتے (Long Vowels) یو (u)، چھوٹے مصوتے ای (e) اور طویل مصوتے ای (e) سے پہلے 'چ' (c) کی صوت 'ک' (k) میں تبدیل ہوجاتی ہے جو قدیم دراوڑی ہے۔

۴) فعل ماضی کی تشکیل میں غشائی سابقہ 'ک' کا استعمال۔ (۲۲)

۵) قدیم دراوڑی حرف واوَ (v) کی صوت براہوئی زبان میں حرف 'ب' (b) کی صوت میں موجود ہے مثلاً قدیم دراوڑی لفظ وِن (vin) سُنتا براہوئی میں 'بن' قدیم دراوڑی لفظ وَر (var) آنا، براہوئی زبان آ کے معنی میں بر یا بہ قدیم دراوڑی لفظ وا (va) (منہ) براہوئی زبان میں با، قدیم دراوڑی لفظ وِل (vil) (کمان) براہوئی زبان میں بِل وغیرہم کی صورت میں موجود ہیں۔ (۲۳)

۶) قدیم دراوڑی حرف ل (L) براہوئی زبان میں 'ڷ' (Lh) کی صورت میں موجود ہے مثلاً قدیم دراوڑی لفظ پال (Pal) (دودھ)، براہوئی زبان میں 'پاڷ' قدیم دراوڑی لفظ 'تیڷ' (tel) بچھو، براہوئی زبان میں 'تیڷ' وغیرہم کی صورت میں موجود ہیں۔

۷) معکوسی اصوات پروٹو دراوڑی زبان کا خاصہ ہیں جو براہوئی صوتیات میں محفوظ ہیں

۸) پروٹو دراوڑی زبان کے پانچ مصوتے (vowels) اے، اے، آئی، آئی، اور یو (a, a, i, i and u) کی حامل ہے اور ہر مصوتہ دو خصوصیات (چھوٹی اور لمبی صفت) کا حامل ہے۔ براہوئی میں بھی یہ پروٹو دراوڑی مصوتے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی دو خصوصیات (چھوٹی اور لمبی صفات) کے حامل ہیں۔

۹) پروٹو دراوڑی زبان کا ہر لفظ مصوتے پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اور براہوئی میں بھی ہر لفظ مصوتے پر ختم ہوتا ہے۔

۱۰) پروٹو دراوڑی زبان مصمتوں کے ایک خاص نظام کی خصوصیت رکھتی ہے۔ جو ادائیگی کی چھ حالتوں کے حامل ہیں۔ اور براہوئی میں بھی ایسا ہی ہے۔

۱۱) پروٹو دراوڑی صوتیاتی نظام پانچ غنائی صوتیے (Nasal Phonemes) شفوی (Bilabial)، لثوی (Alueolar)، معکوسی (Retroflex)، تالوئی (Palatal)، غشائی (Velar) صوتیوں پر مشتمل ہے اور یہ پروٹو دراوڑی صوتیاتی نظام براہوئی میں بھی پایا جاتا ہے۔

۱۲) پروٹو دراوڑی زبان میں غیر ہائیہ اصوات (Unaspirated Sounds) پائی جاتی ہے جو براہوئی میں تا حال محفوظ ہیں۔

۱۳) پروٹو دراوڑی اور براہوئی میں ابتدائی اور آخری مصوتوں میں مصمتی خوشے یا جڑواں آوازیں (Clusters) ناممکن ہیں۔

۱۴) قدیم دراوڑی حرف 'خ' (x) کی صوت براہوئی زبان میں 'ڷ' کے حرف کی صوت میں تبدیلی کی صورت میں موجود ہے۔ مثلاً قدیم دراوڑی لفظ ماخا

(maxa) لڑکا، براہوئی زبان میں مَلْ (Malh) میں تبدیل ہو کر موجود ہے۔

۱۵) قدیم دراوڑی حرف 'ل' (L) کی صوت بعض براہوئی الفاظ میں 'ر' (r) کے حرف کی صوت میں تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً قدیم دراوڑی لفظ 'اُل' (ul) (اندر)، براہوئی زبان میں 'اُرا' (گھر) کی صورت اختیار کر کے موجود ہے۔

۱۶) قدیم دراوڑی زبان کا حرف 'ک' (K) براہوئی میں 'خ' (x) کی صوت میں موجود ہے۔ مثلاً قدیم دراوڑی لفظ 'کَن' (kan) آنکھ، براہوئی میں 'خَن' (xan) کی شکل میں موجود ہے۔

۱۷) قدیم دراوڑی زبان کے حروف معکوس (Retroflexes) ٹ (t)، ڈ (d)، ڑ (r) براہوئی زبان میں موجود ہیں۔ اس تقابلی صوتیاتی جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو زبانوں کا صوتیاتی نظام ایک ہے۔ (۲۴)

۲: لغات (Vacabulary)

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل قدیم دراوڑی زبان کے الفاظ براہوئی زبان میں آج بھی مستعمل ہیں:

قدیم دراوڑی الفاظ	براہوئی الفاظ	اردو معانی
کو (Ko)	کو، کوہ	پہاڑ
کوٹا (kota)	کوٹ	قلعہ
تیل (tel)	تیلّ	بچھو
پال (Pal)	پالّ	دودھ
تور (tor)، (چھونا)	تور	پکڑنا، روکنا، تھامنا
اُل (ul)، (اندر)	اُرا	گھر
کِز	کیرغ	نیچے
مُت (Mut)	مُتکن	پرانا، قدیم

کوما(اٹھانا)	کبین	بھاری
کے(ke/ke)(۲۵)	خیئسن	سرخ
آئی(ayi)	آئی	ماں
نیر(nir)	دِیر	پانی
وائی(vay)	با	منہ
مون(mun)،سامنے	مون	چہرہ
کے،چے(ke,chay)	کے،کَر	کرنا
اِر(ir)	اَر	ہونا
ام(um)	اَم	بھی
کڑی(curi)	کڑی/کڑو	کڑی/چوڑی
ٹول(tol)	ڈول	ڈھول
مونڈی(mondi)	منڈھ/منڈ	لنگڑا
ماڑی(mari)	ماڑی	دومنزلہ عمارت
کونی(koni)	گونی	بوری/پٹ سن کی بنی ہوئی بوری
واٹی(vatti)	وٹی	پیالہ/کاسہ(bowl)
پٹم(Pattam)	پٹ	میدان/ہموار سطح
پکم(Pakkum)	پگھہ	آنے والا کل(tomorrow)
انو(Innu)	اینو	آج
پر(Per)	پِن	نام
ہنے،اپنے(ene)	کنے	مجھے
ماگن،ماکن(Makan)	مار	لڑکا

ماخار ماکا(maka)	مِلِّش	بیٹا
ماکل، مگوڑل (makal, magurl)	مَسترِھ	لڑکی
پارائی(paria)	پاننگ	کہنا
کن(kan)	خَن	آنکھ
تنک(tunk)، تنگل	تُغ	نیند
پوری(purry)	پہہ منگ	سمجھنا
کٹو کار کٹو	کٹنگ	مارنا
کُٹی	کوٹی، کوٹھی	کمرہ رکوٹھڑی
نیتر (neter)	دِتر	خون
ننگال(nangal)	لنگار	ہل
اَل، اَل(al)	اَرغ	خاوند
پوٹو(Pottv)	پھڈ	پیٹ
نیاڑو	دے	دن، سورج
کیچ	کہسک	مرگیا
اُڑو	اُرنگ	دیکھنا
بوگو	پوغ	کوئلہ
پانی	پاننگ	کہنا ر بولنا
پلم رپھلم(palam)	پھل رپل	پھل
وِل	بِل	کمان
کر	کور	بہنا
ماوی	مِلی	دماغ

کل	خل	پتھر
کوری رکری (بھیڑ)	کُر	بھیڑ بکری کا گلہ
ہن	ہن	لیلا
اڈو ریاڈو (ایٹا) یٹی (بکرا)	ہیٹ	بکری
اُر (گاؤں)	اُرا	گھر
بیک ربیکو	بے	نمک
مے (چرنا	بئے	گھاس
پولو	پو	کیڑا
موگل	مُرو	خرگوش
ول	بلہ	بڑا
بی ربک	بس ربس	گرمی رحرارت
مرہو	میش	بھیڑ
مرگ رمرگد	مرغ	سینگ
پوئے (پئے)	پھر پر	بارش
وِن	ہِن	سننا
ور	بر ربہ	آنا
ٹاکار ٹیکے	تاؤ رتہو	ہوا
کر (ناراض)	خار (غصہ)	کالا
کر	کیرغ	نیچے
مِر	مِر	داغ دار ہونا to smear
کارآ	کاراک	کنارا

اڑ	ار	چیرنا
اُل	ول	چیخنا
تان	تین	ذات
کاٹ (۲۶)	کٹ رکھٹ	چارپائی
پوٹوو (۲۷)	پڈ	پیٹ
بھاگ (۲۸)	بھاگ رباگ	بخت رحصہ
پتی (۲۹)	پتی	حصہ
پیٹی (۳۰)	پیٹی	صندوق
پوسی رپلی (۳۱)	پشی	بلی

بعینہ وادی سندھ کی قدیم تحریروں کی زبان کے مندرجہ ذیل الفاظ جنہیں ڈاکٹر آسکو پارپولا اور اس کے ساتھیوں نے پڑھا ہے اور براہوئی زبان کے حسب ذیل الفاظ میں گہری مشابہت پائی جاتی ہے:

وادی سندھ کی قدیم تحریر کے الفاظ	براہوئی الفاظ	اردو معانی
کاٹی(Kati)	کھٹ رکٹ	چارپائی رمسہری
کھاٹ(Khat)	کھٹ رکٹ	چارپائی رمسہری
کُو (ko)	کو	پہاڑ
کاڑی(karri)	کوڑی	بیس کا مجموعہ
اٹا(atta)	اٹ ومٹ	تبدیلی
اوک(ok)	اسٹ	ایک
ولا(vala)	بلہ ربھلہ	بڑا، عظیم
کوٹارکوٹائی(kota/ Kattai)	کوٹ	قلعہ رفصیل شہر رشہر پناہ
پینٹی(penti/ pentika)	پیٹی	صندوق

چکرا(chakara)	چکر	سیر کرنا
کن(kan)(۳۲)(آنکھ، دیکھنا)	خن	آنکھ/دیکھنا
ڈرم: ٹیمپاٹاس(Durm: tempatas)	طبل	آلۂ موسیقی/طبلہ
دمارہ(Damara)(۳۳)	طمبورہ	طمبورہ
مٹا/مٹی	چاڈی	مٹی کا برتن
مِن (Min, fish, star to shine)(۳۴)	مرمرنگ	ستارے کی چمک دمک
مروکو	مار/مارکو	لڑکا
ال/ان(al/ an)(آدمی)	ارر/ارغ	خاوند
کون کو/کوکو(Co(n) Ku) cokku)	چُک	پرندہ
کولا(Kola)(۳۵)	خل	مارنا/قتل کرنا
کے(ke)(۳۶)	خیسُن	سرخ
جُٹا، چُٹا(Cutta, Jutta)	چوٹیل	زلف، چٹیا، لِٹ

علاوہ ازیں وادی سندھ کی قدیم تحریر کے مندرجہ ذیل الفاظ جنہیں ڈاکٹر فییر سروس نے پڑھا ہے اور حسب ذیل براہوئی الفاظ میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے:

وادی سندھ کی قدیم تحریر کے الفاظ	براہوئی الفاظ	اردو معانی
امبان/اماں(amb, an, am, an)	لمہ/اماں	ماں
کوٹی(kuti)	کوٹی/کوٹھی	کمرہ
اُر(ur)	اُرا	گھر
اراز(urar)	اُرا	گھر
میٹو(Mettu, Mettings)	ماڑی	دو منزلہ عمارت
تکڑی(Takkadi)	تکڑا	طاقتور

گدی(gudde)	گد	دوپٹہ/چادر
کو/کوہ(ko/ koh)	کوہ	پہاڑ
اورو(oru)	اسٹ	ایک
میو(mu(n))	مسہ/مُسٹ	تین
کون/کوٹو(kon, kotu)	کنڈی/کڑی	کنڈی
سورالی(Sura (a) li)	سُریلی	سُریلی
چوک(chukke)	چُک	پرندہ
پتی(Pati)	پتی	حصہ
منے(mane)	مون	چہرہ
مرغ آن مارولل(Margh-an marul al)	مرغ	پرندہ
ویلان (تیر)(velan)	بل	کمان
ول/امبو(Vil-ambu)	بل	کمان
کٹو(kttu)	کوٹی/کوٹھی	کمرہ
آیا/آیل/ائی(Aya, Aiyal Ay)(۳۷)	آئی	ماں

اعضائے جسم: (Body Parts)

اعضائے جسم کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ جو پروٹو دراوڑی زبان کے ہیں، براہوئی میں آج تک مستعمل ہیں:

(ا) با اور مون: سنسکرت میں منہ اور چہرے کے لیے صرف ایک لفظ موکھا (Mukha) ملتا ہے، جو قدیم دراوڑی یا پروٹو دراوڑی زبان سے مستعار ہے۔(۳۸) براہوئی پروٹو دراوڑی زبان کی طرح منہ اور چہرے کے لیے دو الگ الگ الفاظ رکھتی ہے۔ اس میں چہرے کے لیے مون اور منہ کے لیے 'با' مستعمل ہیں۔ مون پروٹو دراوڑی لفظ موکھام (mukham) سے ماخوذ ہے اور یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی عام طور پر

مستعمل ہے۔(۳۹) جب کہ براہوئی لفظ 'با' پروٹو دراوڑی لفظ 'وا' سے ماخوذ ہے جہاں تک صوتیاتی تبدیلی کا تعلق ہے تو پروٹو دراوڑی حرف ''واؤ'' (v) براہوئی میں 'ب' (B) میں تبدیل ہوجاتا ہے جو عام قانون ہے۔ چنانچہ پروٹو دراوڑی لفظ 'وا' براہوئی میں 'با' میں تبدیل ہوگیا۔ تیلگو اور تامل میں ہمیں منہ کے لیے لفظ 'وائی' (vayi) ملتا ہے۔(۴۰)

(۲) خن: براہوئی میں آنکھ کے لیے لفظ 'خن' مستعمل ہے جو پروٹو دراوڑی لفظ 'کن' سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ پروٹو دراوڑی حرف 'ک' (k) براہوئی میں حرف 'خ' میں تبدیل ہوتا ہے جس کی بہت سے مثالیں موجود ہیں۔ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی ہمیں آنکھ کے لیے 'کن' کا لفظ ملتا ہے۔(۴۱)

(۳) خف: براہوئی میں کان کے لیے 'خف' کا لفظ مستعمل ہے جو پروٹو دراوڑی لفظ 'کیوی' (kavi) سے مماثل ہے۔ ہمیں دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی یہ لفظ ملتا ہے۔(۴۲)

(۴) چوٹیل: بالوں کی لٹ یا چٹیا کے لیے براہوئی میں لفظ 'چوٹیل' مستعمل ہے جو پروٹو دراوڑی لفظ 'چیٹائی' (Catai) سے گہری مماثلت کا حامل ہے ہمیں لفظ چیٹائی تامل زبان میں اسی مفہوم میں ملتا ہے۔(۴۳) براہوئی لفظ 'چوٹیل' معمولی صوتی تبدیلی کے باوجود لفظ چیٹائی کا ہم معنی ہے۔

(۵) سُو: براہوئی لفظ 'سُو' (گوشت) پروٹو دراوڑی لفظ 'تو' (Tu) سے مفہوم کے اعتبار سے گہری مماثلت کا حامل ہے۔ لفظ 'تو' دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۴۴)

(۶) پاچ: براہوئی لفظ 'پاچ' قدرتی تہ کے مفہوم میں پروٹو دراوڑی لفظ 'پاچائی' (جلد) سے مماثلت کا حامل ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۴۵)

(۷) اُست: براہوئی لفظ 'اُست' (دل) پروٹو دراوڑی لفظ 'اُوی' (uy) سے ماخوذ ہے جو کچھ معنویاتی تبدیلیوں کے ساتھ براہوئی میں مستعمل ہے۔ لفظ 'اُوی' ہمیں دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی ملتا ہے۔(۴۶)

(۸) سِل: براہوئی لفظ 'سِل' (جلد) پروٹو دراوڑی لفظ 'سلکونی' سے ماخوذ ہے جو جلد کے مفہوم میں ہے۔ ہمیں لفظ 'سلکونی' دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی ملتا ہے۔(۴۷)

(۹) ہورراور: براہوئی لفظ 'ہورر اَور (انگلی) پروٹو دراوڑی لفظ 'اُکیر' (ukir) (ناخن، پنجہ، ٹخنہ) سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۴۸) (جھلاوان میں اورناخن کو کہتے ہیں)

(۱۰) دِتر: براہوئی لفظ 'دتر' (خون) پروٹو دراوڑی لفظ 'نیتر' سے ماخوذ ہے۔ براہوئی میں پروٹو دراوڑی حرف 'ن' (n) کی 'د' (D) میں تبدیلی عام لسانیاتی قانون ہے۔ لفظ 'نیتر' دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۴۹)

(۱۱) کھری: براہوئی لفظ کھری پروٹو دراوڑی لفظ کھرل (khural) سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔(۵۰)

(۱۲) پڈ: براہوئی لفظ 'پڈ' (پیٹ) پروٹو دراوڑی لفظ پوٹو و (Pottv) سے ماخوذ ہے۔ دیگر دراوڑی زبانوں میں یہ لفظ پینٹی (Panti) پینٹام (Pantam) اور ونتی (vanti) کی صورتوں میں پایا جاتا ہے۔(۵۱)

(۱۳) پُغ: براہوئی لفظ پُغ (گردن کا پچھلا حصہ) پروٹو دراوڑی لفظ چووال (Cuval) سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۵۲)

(۱۴) مُخ: براہوئی لفظ مُخ (کمر) بھی دراصل پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی چند صوتی وحرفی اور معنویاتی تبدیلیوں کے ساتھ پایا جاتا ہے۔(۵۳)

(۱۵) گُٹ: براہوئی لفظ گُٹ (گلا) پروٹو دراوڑی لفظ کوٹیگ (Kutige) سے ماخوذ ہے۔ ہمیں یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں کوٹیگ، کوٹیکا (Kuttika)، گلیٹ (Gullet)، گونٹو (Gontu)، گونٹوکا (Gontuka)، اور کوٹیکا کی صورتوں میں ملتا ہے۔(۵۴)

(۱۶) پوس: براہوئی لفظ 'پوس' (فرج) پروٹو دراوڑی لفظ پوسو (Poccu) سے ماخوذ ہے۔ ہمیں یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں چند حرفی وصوتی تبدیلیوں کے ساتھ ملتا ہے۔(۵۵)

(۱۷) کانا: براہوئی لفظ کانا (ایک آنکھ والا) پروٹو دراوڑی لفظ کن آنکھ اور دیکھنا) سے ماخوذ ہے۔ ایم بی ایمینیو تحریر کرتا ہے:

Kana: one-eyed is very obviously derived from the negative adjective "who does not see" of the Dravidian verb kan 'see'."(56)

(۱۸) منڈا: براہوئی لفظ منڈا پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔(۵۷)

(۱۸) کنڈ ریپا: براہوئی لفظ کنڈ ریپا (پلکیں) تامل لفظ اراپائی (Irappai)، راپائی (پلکیں)، کاناڑا لفظ ریپی (Reppe)، راپی (Rappe)، تلو لفظ ریپی (Reppe)، رامپی، تیلگو لفظ ریپا (Reppa)، کولامی لفظ ریپی (Reppe) اور کوؤئی لفظ ریپا (Reppa) سے گہری مماثلت کا حامل ہے۔(۵۸)

(۱۹) تلی: براہوئی لفظ تلی (ہتھیلی) پروٹو دراوڑی لفظ تلی (tali) ہتھیلی سے ماخوذ ہے۔(۵۹)

(۲۰) کاٹم: براہوئی لفظ کاٹم (سر) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں اسی مفہوم میں پایا جاتا ہے۔(۶۰)

(۲۱) ملی: براہوئی لفظ ملی (دماغ) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔(۶۱)

(۲۲) بج: براہوئی لفظ بج (پیٹھ، پشت) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں موجود ہے۔(۶۲)

(۲۳) بامُس: براہوئی لفظ بامُس (ناک) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔(۶۳)

(۲۵) لخ: براہوئی لفظ لخ (گردن) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں اسی مفہوم میں پایا جاتا ہے۔(۶۴)

(۲۶) مَسُّک: براہوئی لفظ مَسُّک (کندھوں کے درمیان کی پشت) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں اسی مفہوم میں پایا جاتا ہے۔(۶۵)

گھریلو اشیاء: (Household Articles)

مندرجہ ذیل الفاظ جو دراصل پروٹو دراوڑی ہیں۔ براہوئی زبان میں گھریلو اشیاء کے لیے روزمرہ استعمال کے لیے آج تک مستعمل ہیں:

(۱) اِرغ: براہوئی لفظ اِرغ (روٹی ر خوراک) پروٹو دراوڑی لفظ اِرائی (پرندوں، جانوروں اور ادنیٰ جانوروں کی خوراک اور شکار) سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۶۶)

(۲) بے: براہوئی لفظ 'بے' (نمک) بھی پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔(۶۷)

(۳) وٹی: براہوئی لفظ وٹی (کاسہ) پروٹو دراوڑی لفظ وٹی سے گہرے طور پر مماثل ہے۔ جو ٹوکری کے مفہوم میں ہے۔ تامل زبان میں بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں پایا جاتا ہے۔(۶۸)

(۴) چاڈی: براہوئی لفظ چاڈی (مٹی کا برتن) پروٹو دراوڑی لفظ چاٹی سے ماخوذ ہے۔ تامل زبان میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے۔(۶۹) براہوئی میں یہ لفظ صوتیاتی تبدیلیوں کے ساتھ ملتا ہے۔ پروٹو دراوڑی بے آواز (Voiceless) ٹ (t) براہوئی میں باآواز 'ڈ' (Voiced) (d) میں تبدیل ہو گیا۔ یہ تبدیلی دراوڑی زبانوں میں عام قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۵) کورو: براہوئی لفظ کورو (مٹی کا برتن) جس میں پانی بھرا جاتا ہے اور ہاتھ دھونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پروٹو دراوڑی لفظ کورا (kora) سے ماخوذ ہے۔ دیگر دراوڑی زبانوں میں یہ لفظ کورا اور سورا (sora) کی صورت میں اسی مفہوم میں پایا جاتا ہے۔(۷۰)

(۶) خو: براہوئی لفظ خو (پکانے کا برتن) پروٹو دراوڑی لفظ کوئے (koy) سے ماخوذ ہے۔ پروٹو دراوڑی حرف 'ک' (k) کی براہوئی حرف 'خ' (x) میں تبدیلی ایک

باقاعدہ صوتیاتی اصول ہے۔ ہمیں یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی ملتا ہے۔(۷۱)

(۷) کلنڈ: براہوئی لفظ کلنڈ (شکستہ برتن یا پرانا برتن) بھی دراصل پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں کالام (kalam)، کالا (kala)، کارا (kara)، کالے (kale)، اور کالی (kali) کی صورتوں میں برتن، پلیٹ اور مٹی کے برتن کے معنوں میں ملتا ہے۔(۷۲)

(۸) کنڈی: براہوئی لفظ کندی (مٹی یا پتھر کا برتن جو مصالحوں اور ادویات کو پیسنے کے کام آتا ہے) بھی پروٹو دراوڑی لفظ کنال (Kannal) سے ماخوذ ہے جو ہمیں دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی ملتا ہے۔(۷۳)

(۹) پیٹی: براہوئی لفظ پیٹی (صندوق) بھی پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۷۴)

(۱۰) کٹار: براہوئی لفظ کٹار (چھری) پروٹو دراوڑی لفظ کاتی سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مرّوج ہے۔(۷۵)

(۱۱) گد: براہوئی لفظ گد (دوپٹہ، چادر) پروٹو دراوڑی لفظ کٹائی (Kuttai) (رومال، تولیہ، اور کپڑے کا ٹکڑا) سے ماخوذ ہے یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مرّوج ہے۔(۷۶)

(۱۲) پچ: براہوئی لفظ پُچ (کپڑا) بھی پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں پوجا (poja)، پوجی (Poji)، پوجنا (Pojjna) اور پوجیاس (Pojjyas) کی صورتوں میں لپیٹنے، گٹھا بنانے اور تھان کے معنوں میں مرّوج ہے۔(۷۷)

(۱۳) ماڑی: براہوئی لفظ ماڑی (دومنزلہ عمارت) پروٹو دراوڑی لفظ ماٹی (Mati) (تلفظ ماڑی) سے ماخوذ ہے جو تامل میں ماتام (Matam) اور ملیالم میں ماتی کی صورتوں میں مستعمل ہے۔(۷۸)

(۱۴) اُرا: براہوئی لفظ اُرا پروٹو دراوڑی بنیادی لفظ اُل (ul) (اندر) سے مشتق ہے۔ جو دیگر دراوڑی زبانوں میں اُر (گاؤں، قصبہ اور شہر) کی صورت میں مستعمل ہے۔(۷۹)

(۱۵) کوٹی رکوٹھی: براہوئی لفظ کوٹی رکوٹھی (کمرہ) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔(۸۰)

(۱۶) گدان: براہوئی لفظ گدان (جھونپڑی، خیمہ) پروٹو دراوڑی لفظ کُٹارام (kutaram) سے ماخوذ ہے۔ دراوڑی زبانوں میں 'ک' (k) اور 'گ' (g) کی باہمی تبدیلی ایک عام اصول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لفظ ہمیں دیگر دراوڑی زبانوں میں کُٹارام، گدارا (Gudara)، گدارے (Gudare)، گدارمو (Gudaramu) اور گدارو (Gudaru) کی صورتوں میں ملتا ہے۔(۸۱)

(۱۷) چوٹ: براہوئی لفظ چوٹ (جوتا) پروٹو دراوڑی لفظ چیروپا (Cerupa) سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں چند صوتی و حرفی تبدیلیوں کے ساتھ مرّوج ہے۔(۸۲)

(۱۸) گونی: براہوئی لفظ گونی (بوری) پروٹو دراوڑی لفظ کونی (Koni) سے ماخوذ ہے۔ یہاں بھی 'ک' اور 'گ' کی تبدیلی دکھائی دیتی ہے جو دراوڑی زبانوں میں عام لسانیاتی قانون کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا یہ لفظ ہمیں دیگر دراوڑی زبانوں میں ہر دو صورتوں میں (گونی اور کونی) میں ملتا ہے۔(۸۳)

(۱۹) دول: براہوئی لفظ دول (ڈھول) پروٹو دراوڑی لفظ ٹول (tol) سے ماخوذ ہے اس لفظ میں 'ٹ' کی 'ڈ' میں تبدیلی ظاہر ہے جو دراوڑی زبانوں میں عام اور باقاعدہ اصول ہے۔ ہمیں تامل زبان میں ٹول کا لفظ ملتا ہے۔(۸۴)

(۲۰) کڑی رکڑا: براہوئی زبان میں کڑی یا کڑا چوڑی یا کنگن کے مفہوم میں مرّوج ہے اور چوڑی اور کنگن پہننے کا رواج بلوچستان میں قبل از تاریخ میں مہر گڑھ کے دور سے لے کر آج تک جاری و ساری ہے۔ چنانچہ کڑی رکڑا یا کڑو کا لفظ پروٹو دراوڑی ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔(۸۵) سر آر ٹرنر (Sir R. Turner) نے اپنے لغات میں اس لفظ کو سنسکرت لفظ کڑا سے ماخوذ قرار دیا ہے۔(۸۶) جب کہ تقابلی لسانیاتی مواد تصدیق کرتا ہے کہ سنسکرت زبان نے یہ لفظ چھٹی صدی عیسوئی کے آخر میں دراوڑی

زبانوں سے مستعار لیا کیونکہ ہم اس لفظ سے متعلق الفاظ دیگر ہند و یورپی زبانوں میں نہیں پاتے ہیں۔ مہر گڑھ اور بلوچستان میں دیگر مقامات پر اثری تحقیق ثابت کرتی ہے کہ بلوچستانی خواتین قبل از تاریخی ادوار سے چوڑیاں اور کنگن پہنتی آئی ہیں۔ اور وہی چوڑیاں اور کنگن خواتین آج بھی بلوچستان میں پہنتی ہیں ان کے نمونوں میں بھی کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا ہے۔ ہمیں یہ لفظ کڑل اور کڑی کی صورتوں میں دیگر دراوڑ زبانوں میں بھی ملتا ہے۔(۸۷)

(۲۱) اِرس: براہوئی لفظ اِرس (کنگھی) پروٹو دراوڑی لفظ ارینا (Irena) (کھجانا) سے ماخوذ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی موجود ہے۔(۸۸)

(۲۲) پوغ: براہوئی لفظ پوغ (کوئلہ) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔(۸۹)

(۲۳) موش: براہوئی لفظ موش (دھواں) پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں موجکھا (Mojkha) اور موسگا (Mosga) کی صورتوں میں دھویں کے مفہوم میں پایا جاتا ہے۔(۹۰)

(۲۴) نُسخل: براہوئی لفظ نُسخل (چکی)(۹۱)، ایک مرکب لفظ ہے۔ اس کا اولیں حصہ نُس پروٹو دراوڑی لفظ نسو (Nas-u) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پیسنا (۹۲)، اور دوسرا حصہ خَل پتھر کے مفہوم ہے جو پروٹو دراوڑی لفظ کل سے ماخوذ ہے۔(۹۳) مرکب لفظ کی صورت میں اُرام کھل (Uram-khal) (۹۴) بھی پروٹو دراوڑی زبان میں پایا جاتا ہے۔ جس کا اولین حصہ اُر (ur) پیسنا (۹۵) اور دوسرا حصہ کل بمعنی پتھر (۹۶) ہے جہاں تک صوتیاتی تبدیلی کا تعلق ہے تو پروٹو دراوڑی حرف 'ر' (R) براہوئی میں حرف 'س' (S) میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پروٹو دراوڑی 'ک' (k) براہوئی میں 'خ' (x) میں تبدیل ہو جاتا ہے جو ایک با قاعدہ لسانیاتی اصول ہے۔ لہٰذا پروٹو دراوڑی لفظ اُرام کھل براہوئی میں نُسخل میں تبدیل ہو گیا۔

شہروں کے نام: (Place-names)

بلوچستان ابتدائی ہڑپائی جدید حجری ثقافتوں (Early Harappan Neolithic Cultures) کا گہوارہ رہا ہے۔ جس کی شہادتیں کلی گلی محمد (کوئٹہ) مہر گڑھ اور کئی دیگر مقامات کی اثری تحقیق سے ظاہر ہوئی ہیں۔ براہوئی قوم پروٹو دراوڑی نسل سے صادر ہوئی ہے، جو بلوچستان کے جدید حجری عہد کی ثقافتوں اور وادی سندھ کی تہذیب کی بنیاد گزار ہونے کی حیثیت کی حامل ہے۔ تاریخی طور پر براہوئی زبان ہندو آریائی اثرات کے تحت ارتقاء پذیر ہوئی ہے، جس کا ثبوت بلوچستان کے کئی شہروں کے ناموں سے ملتا ہے۔ مگر کچھ شہروں کے نام ابھی تک پروٹو دراوڑی اصلیت کے حامل ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(ا) کوٹ: لفظ کوٹ عموماً دراوڑی الاصل تصور کیا جاتا ہے، جو پروٹو دراوڑی لفظ کوٹا (Kotta) سے ماخوذ ہے۔ یہ لفظ جنوبی ایشیاء کے اکثر شہروں کے ناموں میں سابقہ یا لاحقہ کے طور پر محفوظ ہے۔ آریائی یلغار سے قبل اکثر ہڑپائی شہر قلعے میں تھے۔ آریائی دیوتا اندر کو "رگ وید" میں پوراندارا (Purandara) قلعوں کے تباہ کندہ کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ (۹۷)

بلوچستان کے دارالخلافہ کوئٹہ کا نام کبھی وشال (جو کسی ہندو شخص کے نام پر تھا) جو بعد میں تبدیل ہو کر شال ہو گیا۔ اور پھر ازاں بعد شال کوٹ۔ بعد ازاں شال غیر معروف ہو گیا اور کوٹ کوئٹہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ کوٹ یا کوئٹہ لغوی طور پر پروٹو دراوڑی لفظ کوٹا یا کوٹائی سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ کوٹ کا لفظ بلوچستان کے اکثر شہروں کے ناموں میں سابقہ یا لاحقہ کے طور پر پایا جاتا ہے۔ کچھ شہروں مثلاً بالا کوٹ (حب کے نزدیک)، خان کوٹ (سوراب)، کافر کوٹ (پنجپائی)، پٹھان کوٹ (لورالائی)، ماچھی کوٹ، سلطان کوٹ (سبی)، خیر کوٹ، کالی کوٹ (لسبیلہ) میں کوٹ کا لفظ بطور لاحقہ ملتا ہے۔ اسی طرح ہمیں کچھ شہروں مثلاً کوٹ رئیسانڑی، کوٹری (کچھی)، کوٹادری (لسبیلہ)، کوٹ منڈائی (سبی) کوٹ کھائی (ڈھاڈر) کوٹے شہر (کوہلو) وغیرہم میں کوٹ کا لفظ بطور سابقہ ملتا ہے۔

سنسکرت نے یہ لفظ دراوڑی زبانوں سے مستعار لیا ہے۔(۹۸) کیونکہ یہ لفظ ہمیں تامل، ملیالم اور دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی ملتا ہے۔(۹۹)

(۲) پٹ: دراوڑی لفظ پالی، پٹہ (کا) وٹا، وٹی، واڈا، وڈ، پٹنہ یا پٹن تمام کے تمام سرسبز گاؤں کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ لغوی طور پر ان الفاظ کا مادہ (Root) پروٹو دراوڑی لفظ پٹو (Patu) (لیٹنا اور سونا) ہے۔ بلوچستان میں بھی کچھ شہروں کے نام کے ساتھ لفظ پٹ بطور لاحقہ موجود ہے۔ مثلاً گور پٹ (سوراب)، ویل پٹ (لسبیلہ) بیل پٹ (موجودہ نام ڈیرہ بختیار خان ڈومکی)، اور جھٹ پٹ (موجود نام ڈیرہ اللہ یار)۔ اسی طرح یہ لفظ چند حرفی وصوتی تبدیلیوں کے ساتھ ہمیں وڈھ (خضدار کے نزدیک ایک شہر) کی صورت میں بھی ملتا ہے۔ جو دراوڑی لفظوں واڈا اور وڈ سے بھی مماثل ہے اور پٹ سے بھی۔ بعینہٖ ہمیں ڈاک اور دگ کے الفاظ بھی کچھ شہروں کے ناموں کے ساتھ بطور لاحقہ ملتے ہیں۔ مثلاً سیندک، کارودگ، سوتگ اور پدگ (نوشکی) جو پٹ سے مماثل ہیں۔ جیسا کہ چاغی گزٹیئر میں مرقوم ہے:

> "The Dak, which is doubtless a corruptoin of the word dag and corresponds to the term pat, is the name applied particularly to that clear open part of the plain which commences on north border of Shorawak, and stretches to the south-west for a distance of about 100 miles along the course of the Lora, until it is terminated by the Lora Hamun."(100)

براہوئی زبان میں پٹ کا مطلب ہموار اور سیدھا میدان ہے۔ اور تامل لفظ پٹم (Pattam) کا مفہوم کوئی ہموار یا سیدھی چیز ہے۔(۱۰۱) جو براہوئی لفظ پٹ سے صوتی و معنوی طور پر گہری مماثلت کا حامل ہے۔

(۳) مل: مل ایک پروٹو دراوڑی لفظ ہے جو دراوڑی زبانوں بشمول براہوئی میں مستعمل ہے۔ سر ڈینس برے اس کے متعلق تحریر کرتا ہے:

> "Mal: silt, silty, subject to inundation."(102)

ہمیں یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں گھنے جنگل، پہاڑ کے قریب جنگل اور کسی گاؤں کے قریب جنگل کے مفہوم میں ملتا ہے۔(۱۰۳) جب کہ مل کا لفظ بلوچستان کے اکثر گاؤں کے ناموں کے ساتھ بطور سابقہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً مل بوڑی، مل خرما، مل شورائی، مل گزار (قلات) اور مل ملازئی وغیرہم۔ یہ لفظ نوشکی کے قریب ایک جگہ کے نام (مل) کے طور پر بھی پایا جاتا ہے۔

(۴) کلی: براہوئی لفظ کلی پروٹو دراوڑی لفظ کل رگل سے ماخوذ ہے۔ جو دراوڑی زبانوں بشمول براہوئی بطور لاحقۂ جمع (Plural Suffix) استعمال ہوتا ہے۔ بلوچستان کے اکثر محلوں، بستیوں اور گاؤں کے ناموں کے ساتھ بطور لاحقہ کلی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کلی گل محمد، کلی بنگلزئی، کلی اسماعیل (کوئٹہ)، کلی مینگل (نوشکی) اور کلی پندراڑی (قلات) وغیرہم۔ اس لفظ کا دوسرا مماثل دراوڑی لفظ اکثر دراوڑی زبانوں میں مستعمل ہے جو کیری ہے جس کا مطلب قصبہ، گاؤں، محلّہ یا گلی ہے۔(۱۰۴)

رشتہ داری کی اصطلاحات (Kinship Terms)

رابرٹ ٹراٹ مین (Robert Trautmann) براہوئی رشتہ داری کی اصلاحات کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کرتا ہے:

"In case of Brahui, the third of the North Dravidian languages, the information in hand is much better, thanks to notes kindly provided by Warren Swidler who has done field work among this people. Here the evidence gives no hint of even the marginal survival of Dravidian kinship structure. The terminology is very "descriptive" one, and such merges of genealogical kintypes that some informants report (FB=MB; FZ=MZ) are completely contrary to the predictions of a Dravidian hypothesis. The result is disappointing,

but hardly surprising. The Brahui are all Muslim and share the Muslim preference for marriage with the father's brother's daughter; and though pairs of families tend to intermarry over several generations, there is no evidence to show that the cross and parallel are categories of meaning in Brahui, whomever the cousins actually married. Although their mother tongue is undoubtedly Dravidian, they, or the men at any rate, are all bilingual in Pashtu (Iranian) or Sindhi (Indo-Aryan). We must still hypothesize that the Brahui, or their ancestors, once had a Dravidian system of kinship. In that case, their present situation as an isolated, Dravidian-speaking minority and their adoption of Islam could adequately account for its disappearance." (105)

رابرٹ پارکن (Rabert Parkin) نے براہوئی رشتہ داری کی اصطلاحات کو منڈا اور دراوڑی اثرات کے تحت جانچا پرکھا ہے۔(۱۰۶) براہوئی میں اکثر پروٹو دراوڑی رشتہ داری کی اصطلاحات تاحال محفوظ ہیں۔ براہوئی میں والدہ کے لیے اصطلاح لمہ، اماں اور آئی ہیں۔ لمہ بھی دراصل اماں کی ایک صورت ہے۔ بعض علماء نے لفظ اماں کو سنسکرت لفظ امبہ سے ماخوذ قرار دیا ہے۔(۱۰۷) جب کہ یہ لفظ پروٹو دراوڑی ہے۔ جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر اماں اور امل کے الفاظ والدہ کے معنوں میں تامل، تیلگو، کناری، ملیالم اور دیگر دراوڑی زبانوں میں مرّوج ہیں۔(۱۰۸) سنسکرت نے یہ لفظ دراوڑی زبانوں سے مستعار لیا ہے جو دیگر ہندو آریائی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ٹی برو کے مطابق سنسکرت نے تین الفاظ اکا، امبہ اور اتا (والدہ) دراوڑی زبانوں سے مستعار لیے ہیں۔ جو چند تبدیلیوں کے ساتھ جدید ہندو آریائی السنہ میں مروج ہیں۔(۱۰۹)

اسی طرح براہوئی اصطلاح آئی (والدہ) بھی پروٹو دراوڑی ہے، جسے کچھ ماہرین لسانیات نے سنسکرت لفظ آریا سے ماخوذ قرار دیا ہے۔(۱۱۰) پروفیسر اراوتی کارو (Prof: Irawati Karve) نے ان کی تردید میں مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے:

''آریا نہ تو ویدی سنسکرت میں نہ ہی کلاسکی سنسکرت میں نہ اس کے بعد والدہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔''(۱۱۱)

براہوئی، تامل، کناری اور دیگر دراوڑی زبانوں میں لفظ آئی ماں کے مفہوم میں رائج ہے۔(۱۱۲) ہمیں تامل میں آئی کے ساتھ اس لفظ کی دوسری صورت آیل (والدہ) بھی ملتی ہے۔(۱۱۳)

براہوئی لفظ ماما (والدہ کا بھائی) بھی پروٹو دراوڑی ہے۔ چند محققین نے اسے سنسکرت لفظ ماماکا سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ آر ایل ٹرنر (R. L. Turner) نے کلاسیکی سنسکرت کتاب ''پنچ تنتر'' کے حوالے سے اسے سنسکرت لفظ ماماکا سے ماخوذ قرار دیا ہے۔(۱۱۴) سرڈینس برے نے اسے سنسکرت لفظ ماما سے ماخوذ قرار دیا ہے۔(۱۱۵) ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے بھی اس سلسلے میں سرڈینس برے کا تتبع کیا ہے۔(۱۱۶) ایم لانگ ورتھ ڈیمز (M. Langworth Dames) نے اسے سندھی لفظ ماموں سے ماخوذ قرار دیا ہے۔(۱۱۷) پروفیسر اراوتی کارو اس خیال کی تردید میں مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کرتی ہے:

"The terms mamaka and mama are not found in either Vedic literature or in the Mahabharata. They are of very frequent occurrence in the story literature of Panchatantara, where various beasts address each other as mamaka. It means mother's brother, though it is used in many stories merely as a mode of address for any stranger, it does not seem to be an original Sanskrit term."(118)

ٹی برو اور ایم بی ایمینو نے اپنی کتاب "A Dravidian Etymological Dictionary" میں تامل زبان کے الفاظ ماما اور مامان درج کئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ

سنسکرت لفظ ماما کا اصل سنسکرت لفظ نہیں ہے بلکہ دراوڑی لفظ ہے۔(۱۱۹) جو دراوڑی اور ہندو آریائی زبانوں کے تاریخی تعلقات کے نتیجے میں سنسکرت میں بطور دخیل لفظ کے مرّوج ہوگیا۔ انہوں نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں لفظ ماما کا ایک اور مفہوم سُسر (Father-in-law) بھی درج کیا ہے۔(۱۲۰) براہوئی میں یہ بھی لفظ سُسر کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔(۱۲۱) اور براہوئی میں اس کی مونث مامی ہے۔

براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی زبان کا لفظ پیرہ بمعنی دادا اور نانا (Grandfather) موجود ہے۔ جسے ماہرین لسانیات نے فارسی کے لفظ پیر سے مربوط کیا ہے۔ مثلاً سر ڈینس برے نے اسے فارسی لفظ پیر سے متعلق قرار دیا ہے۔(۱۲۲) اسی طرح سے ادریانووی روسی (Adriano V. Rossi) نے بھی اسے فارسی لفظ قرار دیا ہے۔(۱۲۳) اور مورجنسٹرن (Morgenstierne) نے بھی یہی ثابت کیا ہے۔(۱۲۴) جب کہ یہ لفظ قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے جو براہوئی کے علاوہ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ البتہ کچھ حرفی وصوتی تبدیلیاں واضح ہیں۔ تامل زبان میں لفظ پارا (para) بوڑھے اور معمر کے معنوں میں مستعمل ہے اور دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ پیر، پیرو، پیروم کی صورت میں بھی مستعمل ہے۔ مثال کے طور پر ملیالم میں پیرو، پیر عظیم، بڑا اور سردار کے معنی میں، کوئی زبان میں بڑے کے معنی میں، کونڈا میں پیر، پیری بڑے اور بزرگ شخص یا رشتے میں بڑے کے معنی میں مستعمل ہے۔ تامل میں بھی اس لفظ کی کئی ایک صورتیں موجود ہیں۔ جوانہی معانی میں ہیں۔ مثال کے طور پر تامل زبان میں یہ الفاظ پیرو (Peru)، پیروم (Perum)، پیر (Per) کی صورتوں میں عظیم کے معنوں میں ملتے ہیں۔ اور پیریَہ (Periya) بڑے، عظیم، بزرگ اور اہم کے معنوں میں ہے۔ علاوہ ازیں پیروماں شریف آدمی، بادشاہ، بزرگ اور بڑے بھائی کے معنوں میں موجود ہے۔(۱۲۵) اور پیریَہ کا سابقہ جب اپا (appa) (والد)، ماماں اور دیگر رشتوں کے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کی بزرگی یا بڑے پن کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل تامل جملوں میں اس کی صورت ملاحظہ فرمائیے:

(i)"Avarkal ennutaiya periyappa"

ترجمہ: وہ میرا بڑا ابا ہے۔

(ii)"Avarkal ennutaiya periyamamaı."

ترجمہ: وہ میرا بڑا ماموں ہے۔

اس کے برعکس تامل میں چینا کا لفظ بمعنی چھوٹا موجود ہے جس کی مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمایئے جو بطور سابقہ رشتوں کے الفاظ و اصطلاحات سے مل کر ان کے چھوٹے پن کو ظاہر کرتا ہے:

(i)"Avarkal ennutaiya cinnamaman"

ترجمہ: وہ میرا چھوٹا ماموں ہے۔

(ii)"Ivarkal ennutaiya cinnappa"(126)

ترجمہ: یہ میرا چھوٹا ابا ہے۔

یہاں لفظ چینا براہوئی لفظ چنکا (چھوٹا) سے مشابہہ ہے۔اور براہوئی الفاظ پیرہ اور چنکا کو بھی رشتوں کے تقابل کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے مثال کے طور پر یہ جملے ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ''داکنا پیرہ ءِ'' ترجمہ: یہ میرا دادا ہے۔

(۲) ''داکنا چنکا اباءِ'' ترجمہ: یہ میرا چھوٹا ابا ہے۔

براہوئی کے علاوہ دیگر دراوڑی زبانوں میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں مرّوج ہے۔ مثلاً ملیالم میں پیرو، پیر اور کونڈا زبان میں پیر اور پیری کی شکل میں مستعمل ہے۔(۱۲۷) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ فارسی کا اصل نہیں ہے بلکہ قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے۔

براہوئی زبان میں لفظ پیرہ کی مونث بلہ بمعنی دادی اور نانی موجود ہے، جو قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے۔سر ڈینس برے نے اس کے ماخذ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے صرف اس لفظ کے معنی پر اکتفا کیا ہے(۱۲۸) یہ لفظ قدیم دراوڑی زبان کے بنیادی لفظ وَل(Val) سے مشتق ہے۔ براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی حرف واؤ(v) حرف 'ب'(b)

میں بدل جاتا ہے۔ لہٰذا یہ وَل سے بلہ کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ لفظ تامل زبان میں اصل قدیم دراوڑی صورت میں وَل (val) بمعنی مضبوط، سخت، طاقتور اور ہنر مند، لفظ ولان (vallan) بمعنی مضبوط شخص اور والی (valli) بمعنی قابل ہونا مستعمل ہیں۔(۱۲۹) براہوئی میں بھی بلہ کے علاوہ بلن (بڑا) بلی (بڑی عمر کی عورت)، بلو (بڑا) اور بلڑی (بڑی بوڑھی عورت) ایسے الفاظ مرّوج ہیں جو تامل کے مذکورہ الفاظ سے صوتی و معنوی لحاظ سے قریب ترین ہیں۔ براہوئی میں لفظ بلغڑ (ساس) بھی لفظ بلہ سے ماخوذ ہے۔ سنسکرت میں بھی لفظ بلہ (bala) اور بل (bal) ایسے الفاظ بھی قدیم دراوڑی زبان سے مستعار ہیں۔ اردو میں بھلا (اچھا)، بڑا بھی قدیم دراوڑی لفظ وَل سے ماخوذ ہیں۔ اس سارے تقابلی جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی لفظ بلہ اپنی مختلف صوتی و معنوی صورتوں میں قدیم دراوڑی اور جدید دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے متعلق اور قریب ترین ہے۔

براہوئی زبان میں ''ایلم'' (ilum) کا لفظ بمعنی بھائی بھی قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے جس کے ماخذ کے بارے میں سر ڈینس برے نے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اس پر سوالیہ نشان ثبت کر دیا ہے مگر اس نے لفظ اِلاّ (illa) بمعنی چاچا، پھوپھا اور خالو، ایڑ بمعنی بہن اور لمہ بمعنی والدہ کو باہم دگر مربوط قرار دیا ہے وہ تحریر کرتا ہے:

> "ilum: brother (con with illa and ir; also with lumma?"(130)

اسی طرح براہوئی کے الفاظ سالم (داماد، دولہا، بہنوئی) اور مالم (سُسر) بھی لفظ ایلم سے گہری مماثلت کے حامل ہیں۔ اول الذکر لفظ کو بعض ماہرین لسانیات مثلاً سر ڈینس برے (۱۳۱) اور آر ایل ٹرنر (۱۳۲) نے سنسکرت لفظ سیالا (syala) سے ماخوذ قرار دیا ہے، جو بیوی کے بھائی کے معنی میں ہے۔ جب کہ جے زمرینی (J. Szemereny) نے لفظ سالا کو دراوڑ لفظ قرار دیا ہے۔(۱۳۳) کیونکہ یہ لفظ دراوڑی زبانوں میں بیوی کے بھائی کے معنی کے برعکس داماد، بہنوئی اور دولہے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً پارجی (Parji) زبان میں لفظ سالنیڈ (Calnid) بمعنی دولہا، گاڈابا

(Gadaba) زبان میں لفظ سالنیڈ (salnid) بمعنی داماد، چھوٹی بہن کا خاوند، کولامی (Kolami) زبان میں لفظ سانزن (sanzin) بمعنی چھوٹی بہن کا خاوند، نیکی (Naiki) زبان میں لفظ سانیکائیل (Sanikyl) اور سانجن (Sanjin) بمعنی داماد، چھوٹی بہن کا خاوند اور گونڈی (Gondi) زبان میں لفظ سانائی (Sanni) بمعنی داماد اور چھوٹی بہن کا خاوند مستعمل ہے (۱۳۴) براہوئی زبان کا لفظ سالم سنسکرت لفظ سیالا اور ہندو آریائی زبانوں کے لفظ سالا کے برعکس تینوں معانی داماد، بہنوئی اور دولہا کا حامل ہے جب کہ مذکورہ دراوڑی زبانوں میں اس کے صرف ایک یا دو معانی پائے جاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم دراوڑی زبان کا یہ لفظ اپنے تمام تینوں معانی کے ساتھ صرف براہوئی زبان میں محفوظ ہے اور آج تک مرّوج ہے۔

براہوئی میں لڑکے کے لیے مار اور بیٹے کے لیے مِٹھ کے الفاظ بھی قدیم دراوڑی زبان کے الفاظ ہیں اور لفظ مار کی مونث مسٹرھ (لڑکی، بیٹی)، ملحڑ (بہو) اور مالم (سسر) بھی لفظ مار یا مِٹھ سے ماخوذ ہیں اور یہ الفاظ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔(۱۳۵) تامل زبان میں لڑکے اور بیٹے کے لیے ماکن (makan) اور لڑکی اور بیٹی کے لیے ماکل (makal) کے الفاظ موجود ہیں جو براہوئی کے الفاظ مار، مِٹھ اور مسٹرھ سے گہری لفظی اور معنوی مماثلت کے حامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس قسم کے الفاظ کم وبیش تمام دراوڑی زبانوں میں لڑکے کے لیے مار، ماکا، ماخا، ماری، مل، ماڑی، مری اور لڑکی کے لیے مگوڑل (magural) اور ماکل وغیرہم مستعمل ہیں۔(۱۳۶)

براہوئی زبان میں ایڑ کے علاوہ بہن کے لیے ادی اور بھائی کے لیے ادا کا لفظ موجود ہے جسے کچھ ماہرین لسانیات نے سندھی کا لفظ قرار دیا ہے۔(۱۳۷) اور سردار خان گشکوری نے اسے تورانی قرار دیا ہے۔(۱۳۸) ایم ایس انڈرونوف نے اسے لہندا (سرائیکی) قرار دیا ہے (۱۳۹) اور بعض کے خیال میں یہ سنسکرت کے لفظ (attika) سے ماخوذ ہے۔ مگر یہ بھی قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے اور تامل زبان میں بمعنی بڑی بہن آتی (atti) کی شکل میں موجود ہے۔(۱۴۰)

براہوئی زبان میں لفظ تاتہ ساس، چچی، بھابھی، پھوپھی اور خالہ کے معنی میں موجود ہے جو الاّ کی مونث ہے، کے بارے میں سرڈینس برے نے اس کی وضاحت کی ہے مگراس کے ماخذ کے بارے میں کچھ نہیں تحریر کیا ہے۔(۱۴۱) اور ادریا نو روسی نے بھی اس کے ماخذ کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔(۱۴۲) یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مرّوج ہے، مثال کے طور پر لفظ تائی (tay) بمعنی والدہ اور تائچی (taycci) بمعنی دائی دیگر دراوڑی زبانوں میں موجود ہے۔(۱۴۳) جو براہوئی لفظ تاتہ سے قریب ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ بھی قدیم دراوڑی زبان کا ہے، جو براہوئی میں محفوظ ہے۔

براہوئی زبان میں خاوند کے لیے لفظ اَرغ (arigh) بھی قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے جو قدیم دراوڑی لفظ اَل (al) بمعنی مرد یا آدمی سے ماخوذ ہے۔(۱۴۴) اور قدیم دراوڑی حرف ل (L) براہوئی میں حرف (r) میں تبدیل ہو جاتا ہے لہٰذا براہوئی میں قدیم دراوڑی لفظ اَل اَر میں تبدیل ہو گیا اور اَرغ دراصل ارے+اغ (are+(a)gh) کی تبدیلی ہے جو خاوند کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں میں موجود ہے۔ مثلاً تامل زبان میں اَل (al)، الان (alan) بمعنی مرد، خاوند، گونڈی زبان میں آل (al) بمعنی خاونداور کرّخ زبان میں آل (al) بمعنی خاوند مستعمل ہیں۔(۱۴۵) جو براہوئی لفظ اَرغ کے قریب ترین ہیں علاوہ ازیں تامل زبان میں اڑائی (Irai)، کاناڈا زبان میں اڑے (ire)، اڑیا (Ireya) اور تیلگو میں ڑیڈو (redu) وغیرہم (۱۴۶) کے الفاظ بمعنی خاوند بھی براہوئی لفظ اَرغ کے قریب ترین ہیں۔

بعینہٖ براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی زبان کا لفظ اُرائی بمعنی بیوی بھی مستعمل ہے، جو قدیم دراوڑی بنیاد اُل (ul) بمعنی اندر سے ماخوذ ہے، یہاں بھی قدیم دراوڑی حرف ل کی براہوئی میں حرف 'ر' میں تبدیلی سے یہ لفظ اُرا میں تبدیل ہو گیا (۱۴۷) جو گھر اور بیوی ہر دو کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور براہوئی زبان کا لفظ اُرائی بمعنی گھروالی یا بیوی بھی اس لفظ کی ایک شکل ہے۔ تامل زبان میں یہ لفظ الائی (illai) کی شکل میں بمعنی بیوی مستعمل و مرّوج ہے، اوراسی طرح دیگر دراوڑی زبانوں

میں بھی یہ لفظ موجود ہے، مثلاً تیلگو میں آلی (ali) اور گونڈی میں آلی (ali) کی صورت میں بمعنی بیوی مستعمل ہے۔ (۱۴۸)

علاوہ ازیں براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی لفظ ماندینہ بمعنی دلہن (۱۴۹) بھی مستعمل ہے جو تامل زبان میں ماتینی (matani) کی صورت میں معمولی سی صوری و معنوی تبدیلی کے ساتھ بمعنی سالی، بھابھی، ماموں زاد بہن، بڑے بھائی کی بیٹی مستعمل ہے۔ (۱۵۰)

علاوہ ازیں تامل زبان میں لفظ مانائیل (manniyal) (۱۵۱) بمعنی بیوی بھی مستعمل و مرّوج ہے۔ جو براہوئی زبان کے مذکورہ بالا لفظ سے قریب تر ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی زبان کا یہ لفظ بھی قدیم دراوڑی زبان کا لفظ ہے۔

براہوئی زبان میں لفظ ابا بمعنی والد مرّوج ہے جو بہ ظاہر سامی الاصل لفظ ہے اور سامی خاندان، ہندو آریائی خاندان، تورانی خاندان اور دراوڑی خاندان کی زبانوں میں مشترکہ طور پر استعمال ہوتا ہے، جس سے ان سب خاندانوں کی زبانوں کے قدیم عہد سے لسانی روابط (Linguistic Contacts) ظاہر ہوتے ہیں۔ براہوئی زبان کے علاوہ یہ لفظ دیگر دراوڑی زبانوں مثلاً تامل میں اپان (appan)، اپو (appo)، ملیالم میں اپان (appan)، کناڈا میں اپا (appa)، تیلگو میں اپا (appa) اور گونڈی میں اپوڑل (aporal) وغیرہم کی صورت میں بمعنی والد مرّوج ہے (۱۵۲)، سر ولیم ولنس ہنٹر (Sir William Wilson Hunter) کے بقول: لفظ باپ (Father) کا مصدر تقریباً پورے بنی نوع انسان میں یکساں ہے۔" (۱۵۳) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی میں یہ لفظ قدیم زمانے سے مرّوج ہے۔ براہوئی زبان میں والد کے لیے ایک اور لفظ باوہ بھی مرّوج ہے، جو دراوڑ لفظ نہیں بلکہ فارسی لفظ بابا کی تبدیل شدہ براہوئی صورت ہے، جو براہوئی زبان پر فارسی زبان کے اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔ اس ساری بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی زبان میں رشتہ داری کے الفاظ و اصطلاحات قدیم دراوڑی زبان کے ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی محفوظ و مستعمل ہیں جو براہوئی کے الفاظ سے صوتی، حرفی، نحوی اور معنوی مماثلت کے حامل ہیں۔

صرفی ونحوی ڈھانچہ:(Grammatical Structure)

قدیم دراوڑی زبان اور براہوئی زبان میں ایک اور مشابہت یہ ہے کہ ہر دو زبانیں امتزاجی (Agglutinative) نوعیت کی ہیں جو لاحقوں کے ذریعے مطلوبہ معانی حاصل کرتی ہیں اور اصل بنیادی لفظ (Root-word) اور لاحقے مل کر ایک الگ لفظ بنتے ہیں مگر انہیں جب الگ الگ کیا جاتا ہے تو ہر لفظ اپنی معنویت کا حامل ہوتا ہے یعنی لاحقے بنیادی لفظ میں جذب ہو کر اس کی صورت کو تبدیل نہیں کرتے ہیں۔ اراواتھن مہادیون (Iravathan Mahadevan) نے وادی سندھ کی قدیم تحریر کی زبان کو تامل زبان کی روشنی میں پڑھنے کی کوشش کی ہے اور اس کا خیال ہے کہ وادی سندھ کی قدیم تحریر کی زبان میں مختلف تصویری اشکال کے بعد جو نشانات اختتام ہیں وہ تصریفی یا صرفی ونحوی لاحقے نہیں ہیں بلکہ لغوی اور معنوی اہمیت کے حامل ہیں لہٰذا اس زبان کا ہندوآریائی زبانوں کے خاندان (The Family of Indo Aryan Languages) سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس میں سابقے (Prefixes) نہیں ہیں اور نہ ہی اس میں گردانی یا تصریفی اختتام ہیں۔(۱۵۴)

قدیم دراوڑی زبان کی طرح براہوئی زبان بھی چونکہ ایک تالیفی یا امتزاجی قسم کی زبان ہے اور یہ بھی بنیادی الفاظ کے ساتھ لاحقے ملا کر مطلوبہ معنی تک پہنچتی ہے اور یہ بھی ہندوآریائی زبانوں یا ہندو یورپی زبانوں کی طرح تصریفی یا گردانی اختتامیوں کے ذریعے نئے الفاظ کی تشکیل کر کے مطلوبہ معنی اخذ نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ گردانی وتصریفی اختتامیے ہندوآریائی یا ہندو یورپی زبانوں کا خاصہ ہیں بلکہ براہوئی میں لاحقے اصل بنیادی لفظ (Root-word) میں شامل ہو کر نئے الفاظ بناتے وقت اس کی شکل کو تبدیل نہیں کرتے ہیں جیسے تصریفی زبانوں میں کرتے ہیں۔ یعنی براہوئی زبان میں اسم میں شامل ہو کر جنس کی نسبت اور جمع کی صورت کو واضح کرتے ہیں لیکن وہ بنیادی لفظ میں مکمل طور پر جذب نہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً "ک، آک، غاک، گل" وغیرہم ایسے لاحقے جمع کی شکل یا صیغے کی تشکیل

کرتے ہیں مگر بنیادی لفظ میں مکمل جذب ہو کر اس کی شکل کو تبدیل نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل واحد اور جمع کے صیغوں میں بنیادی لفظ ملاحظہ فرمائیے:

واحد	اردو معانی	جمع	اردو معانی
ہلی	گھوڑا	ہلیک	گھوڑے
مسٹرھ	لڑکی	مسنک	لڑکیاں
پھل	پھول	پھلاک	پھول
ڈگی	گائے	ڈگیک	گائیں
مار	لڑکا	ماک	لڑکے
بندغ	آدمی	بندغاک	آدمی
نیاڑی	عورت	نیاڑیک	عورتیں
دے	دن	دیک	دن
بے	نمک	بیک	نمک
بیڑی	کشتی	بیڑیک	کشتیاں
ورنا	جوان	ورناک	جوان

پروٹو دراوڑی اور براہوئی بنیادی الفاظ یک حرفی ہیں جو نیتھن مارک نوئیر (Jonathan Mark Kenoyer) کے حسب ذیل الفاظ کے مطابق "پروٹو دراوڑی بنیادی الفاظ (Root-words) بنیادی طور پر یک حرفی (Monosyllabic) تھے۔" (۱۵۵)

براہوئی بنیادی الفاظ بھی یک حرفی ہیں۔ پروٹو دراوڑی زبان کی طرح براہوئی زبان حاصل مصدر (Infinitive) کو تشکیل دینے کے لیے براہ راست بنیادی الفاظ میں لاحقے شامل کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل مثال میں ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح براہوئی میں حاصل مصدر (Infinitive) تشکیل دینے کے لیے بنیادی الفاظ میں انگ (ing) کے لاحقے کا اضافہ ہوتا ہے:

براہوئی فعل امر یا مصدر	مصدری لاحقے	حاصل مصدر	اردو معانی
ہن یا اِن	انگ	اِننگ	جانا
کُن	انگ	کُننگ	کھانا
بر/بہ	انگ	بتنگ	آنا
خاچ	انگ	خاچنگ	سونا
ایت	انگ	ایتنگ	دینا

اسی طرح فعل امر (Imperative) کے لاحقے ن، ث، چ، ہ، ر، ش، ک، ت وغیرہم براہوئی زبان کے مصدر کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے:

براہوئی فعل امر	لاحقہ امر	اردو معانی
ہن، اِن	جا، جاؤ	ن
خاچ	سوجا	چ
بہ/بر	آ	ہ، ر
توش	بیٹھ	ث
بش	اٹھو/اٹھ	ش
ایت	دے	ت

وادی سندھ کی قدیم تحریروں کی پروٹو دراوڑی زبان میں اعداد اسماء سے پہلے آتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر آسکو پارپولا تحریر کرتا ہے:

"The Dravidian root for fish is" min" and the same word means "to glitter, flash or shine". The fish sign combined with six single strokes is very common in the Indus writing, and it could be translated as "aru min" or Six Stars, which would represent the constellation Pleiades. Another common occurrence is the fish sign with seven strokes. In Dravidian this

would translate as "elu-min"or Seven Stars, which is the name for the constellation of Seven Sages (Ursa Major or the Big Dipper). (156)

براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی زبان کی طرح اشیاء کی گنتی میں اعداد پہلے اور اشیاء کے نام بعد میں آتے ہیں مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

	اشیاء کی گنتی	اردو معانی
۱۔	ارابندغ	دو آدمی
۲۔	بیست ہُلیک	بیس گھوڑے
۳۔	اسہ کتاب	ایک کتاب
۴۔	مسہ نیاڑیک	تین عورتیں
۵۔	صدروپی	سو روپے
۶۔	اراخن	دو آنکھیں
۷۔	دہ ہُلی	دس گھوڑے
۸۔	پنچ کتاب	پانچ کتابیں
۹۔	چار مار	چار لڑکے

براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی زبان کی طرح حرف جار (Post Position) لفظ، اسم صفت اور ظرف کے بعد آتا ہے۔ جس کی مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

براہوئی	اردو معانی
میزنا ذی آ کتاب ارے	میز پر کتاب ہے
کنا جیب ٹی اراروپی ءُ	میری جیب میں دو روپے ہیں
کرسی نا کیرغان کتاب تموک ءِ	کرسی کے نیچے کتاب گری پڑی ہے
کنا اُرا ہسپتال نا پدٹی ءِ	میرا گھر ہسپتال کے پیچھے واقع ہے
ننا اسکول بازار نا مون ٹی ءِ	ہمارا اسکول بازار کے سامنے واقع ہے
بازار نا کسر نا نیام ٹی پل ءِ	بازار کے راستے کے درمیان پل ہے

عدد: براہوئی زبان میں اسم کے دو عدد ہیں۔ عدد واحد اور عدد جمع۔ اس میں تثنیہ (Dual) مفقود ہے۔ جو سنسکرت، عربی اور قدیم انگریزی (old English) کا خاصہ ہے۔ تثنیہ کا صیغہ دراوڑی زبانوں کے خاندان میں نا معلوم اور مفقود ہے۔ جیسا کہ رابرٹ کاڈویل تحریر کرتا ہے:

"دراوڑی میں صرف دو عدد معلوم ہیں، واحد اور جمع۔ نام نہاد تثنیہ خاص طور پر نا معلوم ہے اور اس کے استعمال کا قدیم ادوار میں بھی کوئی سراغ نہیں ملتا ہے۔" (۱۵۷)

اسی بنیاد پر اراوا تھن مہادیون حسب ذیل دلیل پیش کرتا ہے:

۱) تصویری نشانات اور علامات اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف اور خود مختار تحریری نظام سے تعلق رکھتی ہیں۔ وادی سندھ کے رسم الخط میں علامتی تسلسل منفرد نوعیت کے ہیں اور وہ مغربی ایشیائی رسم الخطوط سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔

۲) وادی سندھ کا رسم الخط بعد کے ہندوستانی رسم الخطوط براہمی اور خروشتی سے بھی تعلق نہیں رکھتا ہے بعد کے ہندوستانی رسم الخطوط کے مخلوطہ صوتیوں (Conjunct-Consonants) یا میانہ مصوتی نشانات (Medial Vowel signs) کے پہلوؤں اور وادی سندھ کے رسم الخط کے مفروضہ مشابہہ و مماثل پہلوؤں کے مابین تعلق قائم کرنے والی کوششیں کامیاب نہیں ہوئی ہیں۔

۳) وادی سندھ کے رسم الخط کی زبان کا تعلق سومیری (Sumerian) یا مغربی ایشیائی زبان سے بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ جس میں صفت موصوف کے بعد آتی ہے اس کے برعکس وادی سندھ کی زبان میں صفت موصوف سے پہلے آتی ہے اس میں جہاں کہیں کچھ اشیاء کی گنتی کا ذکر ہوا ہے تو پہلے ہند سے آئے ہیں اور بعد میں اشیاء کے نام (۱۵۸) سامی اور ہندو آریائی زبانوں میں صفت موصوف کے بعد آتی ہے مثلاً عربی زبان میں الارض واسعۃ

(زمین وسیع ہے) الدنیا جیفۃٌ (دنیا گندگی کا ڈھیر ہے) بطلُ جلیلُ (عظیم شخصیت) اور رجل جمیل (خوبصورت آدمی) وغیرہم اور فارسی میں مردِ شائستہ، غنچہ نورستہ (تازہ کھلا ہوا غنچہ) ساقی مہہ وش (چاند جیسا ساقی)، جمال ہم نشین، چشم سرمہ سا، نکتہ خرد افروز اور شمع محفل وغیرہم میں صفت بعد میں اور موصوف پہلے آرہا ہے۔

اس کے برعکس براہوئی زبان میں قدیم دراوڑی زبان کی طرح صفت موصوف سے پہلے آتی ہے۔ جس کی مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

صفت	موصوف	اردو معانی
جوانو	بندغ	اچھا آدمی
شیر	زال	بہادر عورت
باسنو	دیر	گرم پانی
بھلا	مار	بڑا لڑکا
چنکا	چنا	چھوٹا بچہ

اس ساری بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں:

۱۔ قدیم دراوڑی زبان جو قدیم دراوڑی قوم اپنے ساتھ لائی تھی، بلوچستان کے مختلف قصبات مہرگڑھ، کلی گل محمد، نندوانی وغیرہم اور وادی سندھ کے مختلف شہروں میں مرّوج تھی اور بلوچستان سے برآمد ہونے والی تحریر کی بھی یہی زبان تھی اور وادی سندھ کی تحریر کی بھی یہی زبان تھی جو آریاؤں کی بلوچستان اور وادی سندھ میں یلغار سے پہلے ان علاقوں میں مرّوج تھی۔ اس کا غالب لسانی عنصر براہوئی زبان میں موجود ہے کیونکہ براہوئی قوم سب سے پہلے قدیم دراوڑی قوم سے جدا ہوئی اور اس کی زبان نے ایک علیحدہ شکل اختیار کی۔

۲۔ بلوچستان اور وادی سندھ میں مرّوج قدیم دراوڑی زبان براہوئی زبان کی ماں تھی

۳۔ قدیم دراوڑی زبان کا صوتیاتی نظام، صرفی اور نحوی ڈھانچہ اور ابتدائی اور بنیادی لغت اور ذخیرہ الفاظ براہوئی زبان میں آج بھی موجود ہے۔(۱۵۹)

۴۔ براہوئی ایک غیر ہندو آریائی زبان ہے، جس کا لسانی رشتہ قدیم دراوڑی زبان سے قریبی اور گہرا ہے۔

۵۔ براہوئی کے ذخیرہ الفاظ میں ہندو آریائی اور ہندو یورپی زبانوں کی بہتات کے باوجود اس کا صرفی ونحوی ڈھانچہ قدیم دراوڑی زبان کے صرفی ونحوی ڈھانچے سے قریبی طور پر وابستہ ہے۔

۶۔ براہوئی زبان میں رشتہ داری کی اصطلاحات قدیم دراوڑی ہیں۔

۷۔ براہوئی زبان کی قدیم دراوڑی زبان سے صوتیاتی، صرفی، نحوی اور لغوی مشابہت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ موجودہ دیگر دراوڑی زبانوں کی نسبت زیادہ قدیم ہے۔

۸۔ براہوئی زبان کے قدیم دراوڑی زبان سے گہرے روابط کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ اس کو بولنے والی قوم بلوچستان اور وادی سندھ کی اصل وارث ہے۔

براہوئی، سندھی اور سرائیکی

براہوئی، سندھی اور سرائیکی شمالی پروٹو دراوڑی (North Proto Dravidian) نسل سے تعلق رکھتی ہیں، جنہیں بابلی اور سمیری کتبوں میں میلوھہ (Meluhha) (جو بلوچستان کا پرانا نام ہے) کی نسبت ملوہی (Meluhhans) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ صدیوں پہلے ایک ہی نسل تھے۔ بعد میں یہ لوگ تین قبیلوں یا نسلی گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ براہوئی بلوچستان میں رہ گئے اور سندھی سندھ کی طرف ہجرت کر گئے (۱) اور سرائیکی ملتان، بہاولپور، چولستان اور جنوبی پنجاب میں جا بسے۔ براہوئی مہر گڑھ، کلی گل محمد اور بلوچستان کے دیگر علاقوں سے برآمد ہونے والی قدیم ثقافت یا جدید حجری عہد کی ثقافت کے وارث ٹھہرے، جب کہ سندھی اور سرائیکی (جو ہنجو دڑو اور ہڑپہ) وادی سندھ کی تہذیب کے وارث بنے۔

ان ہر سہ اقوام کے نسلی اور بشریاتی مطالعے سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ ایک ہی نسلی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ڈاکٹر بی ایس گوہا (Dr. B.S Guha) اور پی سی باسو (P.C Basu) نے ۱۹۳۱ء میں ہندوستان کے لوگوں کے قدیم ڈھانچوں کی باقیات کے بشریاتی مطالعے اور نسلی تجزیئے سے ثابت کیا کہ یہ سب ایک ہی نسلیاتی نوع یعنی دراوڑی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۲) نیز دو ماہرین نسلیات ڈاکٹر بی ایس گوہا اور آر بی ایس سیول (R.B.S Sewell) نے براہوئی اور سندھی لوگوں کی بشریاتی پیمائش (Anthropometrical measurements) سے ثابت کیا ہے کہ ہر دو اقوام کی بشریاتی پیمائش میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ سندھی براہوئیوں کی نسبت لمبے اور گول کاسئہ سر اور لمبی ناک کے حامل ہیں۔ جب کہ براہوئی بلند گنبدِ سر

(Dolicho Cephalic) اور چوڑے حلقہ ہائے چشم کے حامل ہیں۔(۳) علاوہ ازیں اس سلسلے میں حال ہی میں جدید سائنسی طریق کار سے کچھ نسلیاتی تجزیئے کئے گئے ہیں جنہوں نے براہوئی، سندھی اور سرائیکی اقوام کو نہ صرف ہم نسل ثابت کردیا ہے بلکہ جنوبی ہنداور سری لنکا کی دراوڑی اقوام سے بھی انہیں نسلی طور پر مربوط کردیا ہے۔مثال کے طور پر جے آر لوکاچ (J. R Lukacs) نے مہر گڑھ دور اول و دوم (Mehrgarh Period I-II) کے مدفون انسانی ڈھانچوں کے دندانی مطالعے (Cranial and Dental Study) اور جنوبی ہند کے انسانی ڈھانچوں کے دندانی مطالعے سے ثابت کیا ہے کہ ان میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے یعنی یہ ایک ہی نسلی وحدت سے منسلک و متعلق ہیں۔(۴)

نیز حضریاتی مواد (Archaeological Data) جو مہر گڑھ، کوٹ ڈیجی، چنہوں جودڑو، موہنجودڑو، ہڑپہ، ملتان، چولستان اور لیہ (تحصیل چوبارہ میں چھینے والا بھیر، لمبڑاں والا اور لدہا والا کے مقامات پر ابتدائی ہڑپائی تہذیب کے آثار برآمد ہوئے ہیں)(۵)، سے تعلق رکھتا ہے۔اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ براہوئی، سندھی اور سرائیکی ماضی میں ایک ہی نسلی دھارے اور سرچشمے سے تعلق رکھتے تھے اور یہی وادی سندھ کی تہذیب کے بنیادگزار ہیں جو بعد میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ الگ ہوگئے۔

براہوئی، سندھی اور سرائیکی زبانوں کے لسانیاتی مطالعے سے بھی یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ ہر سہ اقوام ہم نسل ہیں۔ابتدائی ماہرین لسانیات نے براہوئی زبان کو تو دراوڑی قرار دیا(٦) لیکن سندھی اور سرائیکی کو ہندو آریائی خاندان السنہ کی زبانیں قرار دیا(۷) مگر جدید لسانیاتی تحقیق نے ثابت کردیا ہے کہ یہ بھی دراوڑی زبانیں ہیں۔

سرائیکی زبان کو ابتداء میں کچھ مستشرقین نے پنجابی کا ایک لہجہ (Dialect) قرار دیا(۸) اوراب بھی کچھ ماہرین لسانیات اسی نظریئے کے قائل ہیں۔(۹) ایک انگریز افسر ای بی سٹیڈ مین (E.B Steedman) نے پہلی مرتبہ سرائیکی زبان کو پنجابی سے مختلف ایک خودمختار زبان قرار دیا۔(۱۰) ایڈورڈ او برائین (Edward O'Brein) نے بھی سرائیکی زبان کو لاہوری یا پنجابی سے مختلف ہونے پر زور دیا۔(۱۱) ایک انگریز عیسائی مبلغ

اینڈریو جیوکس (Andrew Jukes) نے بھی یہی خیال ظاہر کرتے ہوئے اس زبان کے لیے مغربی پنجابی کا لفظ استعمال کیا (۱۲) ٹریور بومفورڈ (Trevor Bomford) نے بھی اسے مغربی پنجابی سے موسوم کیا۔ (۱۳) جارج ابراہام گرائرسن (George Abraham Grierson) نے بھی اس کے لیے یہی لفظ منتخب کیا اور اس نے سرائیکی کے لیے لہندا کا لفظ استعمال کیا۔ مگر سرائیکی اور پنجابی کے لیے اس کی دائروں میں تقسیم (۱۴) بقول یوری گنکوفسکی (Yuri Gankovsky) غیر اطمینان بخش ہے۔ (۱۵) لہٰذا ڈاکٹر غلام علی الانا نے جارج ابراہام گرائرسن کی زبانوں کی جماعت بندی سے متعلق نقشے کو زائد المعیاد اور فرسودہ قرار دیتے ہوئے نہ صرف اُسے ردو تبدیل کر دیا بلکہ ان کی از سر نو جماعت بندی (Reclassification) کر کے نیا نقشہ بھی مرتب کیا ہے۔ (۱۶)

سرائیکی کو کچھ ماہرین لسانیات نے سندھی زبان کا بھی لہجہ قرار دیا ہے۔ (۱۷) لیکن اب بہت سے ماہرین لسانیات اس بات کے قائل ہیں کہ سرائیکی نہ تو پنجابی کا لہجہ ہے اور نہ ہی سندھی کا بلکہ وادی سندھ کی ایک خود مختار زبان ہے۔ (۱۸)

براہوئی، سندھی اور سرائیکی زبانیں واضح طور پر دراوڑی زبانوں کے شمالی ذیلی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی دراوڑی حقیقت پر بحث کرتے ہیں:

سرمایۂ الفاظ: (Vocabulary)

موہنجودڑو کے رسم الخط کی پروٹو دراوڑی زبان کے اکثر الفاظ، جنہیں ماہرین لسانیات نے پڑھ (Deciphered) لیا ہے براہوئی، سندھی اور سرائیکی میں آج تک محفوظ ہیں اور روزمرہ استعمال میں ہیں۔ مثال کے طور پر حسب ذیل موہنجودڑو کے رسم الخط کی پروٹو دراوڑی زبان کے الفاظ جنہیں آسکو پارپولا (Asko Parpola) اور اس کے ساتھیوں نے پڑھا ہے، ان ہر سہ مذکورہ بالا زبانوں میں بھی معمولی صوتی تبدیلیوں کے ساتھ موجود ہیں:

موہنجودڑو کی پروٹو دراوڑی زبان	سندھی	سرائیکی	براہوئی	معنی
پین/ پینی (pen, peeny)	بھیݨ	بھیݨ		بہن
پنٹی/ پینی (Penti/ peni)	پھنٹی	کنگھی		کنگھی
کاٹی (Kati)	کھٹ	کھٹ/کھٹڑا	کٹ	کھاٹ/چارپائی
کاٹیلی (Katili)	کھٹولو	کھٹولا		کھاٹ/چارپائی
مٹی (Mati/ mata)	مٹی	مٹی/ مٹار مٹ	مٹا	مٹی کا برتن
کو (ko)	کوہ	کوہ	کو	پہاڑ
کال (Kal)	کارو	کالا		سیاہ/کالا
کوٹائی/کوٹا (Kottai/ Kota)	کوٹو	کوٹ	کوٹ	قلعہ
کڑی (Karai)	کڑی	کڑی	کڑی	بانس کا ایک لمبا ٹکڑا جو کاندھے پر بوجھ اٹھانے کے کام آتا ہے
چکر (Chakara)	چکرو	چکر	چکر	پہیہ/چکر
تیمپ (drum: Tempa tas)	ڈھل	ڈھل	دول	ڈھول
کڑائی (karri)	کوڑی	کوڑی	کوڑی	بیس کا مجموعہ

اٹا(atta)	اٹ مٹ	اٹ مٹ	اٹ مٹ	تبدیلی
جُٹا/چُٹا (jutta, Cutta)	جٹ/ چوٹی	جٹ/چوٹی	چوٹیل	بالوں کی چٹیا
چونک/چوک (Co(n) (ku)/ cakku)	چوک/چندور چونک (بد نصیب آدمی)	چونڈ/چک (بدنصیب یا بھولا ہوا آدمی)	چک (پرندہ)	
چیو(Ceva)	چور	چور		چور
دمار(Damara)	ڈھل/دمارہ	ڈھل دمارہ	دول/دما دمارہ	ڈھول
وکٹ (Okatu/ vakatu)	ہک	ہک	اسٹ	ایک
اٹھ/اٹھوں(Ettu/en)	اٹھ/اٹھوں	اٹھ/اٹھواں		آٹھ/آٹھواں
ملوکو(melukku)	ملوک	ملوک	ملوک	نازک/اچھا
ٹانڈو(۱۹)(Tandava)	ڈاندیو (ناچ کی ایک قسم جس میں دو آدمی چھوٹے چھوٹے ڈنڈے باہم گر ٹکراتے ہیں اور ناچتے ہیں	ڈنڈا	ڈنڈا	ڈنڈا

بعینہٖ ڈاکٹر فیئر سروس (Dr. Fairservis) نے بھی موہنجودڑو کی پروٹو دراوڑی زبان کے الفاظ کو پڑھ کر ان کے معنی وضع کیئے ہیں، ہم ذیل میں ان میں اور براہوئی، سندھی اور سرائیکی زبانوں میں مماثلت کی مثالیں پیش کرتے ہیں جو معمولی صوتی، صوری اور معنوی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی ان ہر سہ زبانوں میں نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ روزمرہ استعمال میں بھی ہیں:

موہنجودڑو کی پروٹو دراوڑی زبان	سندھی	سرائیکی	براہوئی	معنی
کواڑی (K-vadi)	کواڑ رکڑی	کواڑ ر کڑی ر کنڈی	کڑی رگنڈی	کنڈی
امبار اماں، (Amb- an, am- an)	اماں	اماں	لمہ راماں	ماں
پُٹی (putti)	پُھٹی	پُھٹی	پُھٹی	کپاس
میٹی (Meti)	مٹ رمٹیو	مٹ رمٹی	مٹ	مٹی کا برتن
پڑائی (Parai)	تنبل رطبل	تنبل رطبل رطبلہ	طبل	بڑا ڈھول رطبلہ
کو (ko/ koh)	کوہ	کوہ	کو	پہاڑ
چُک (chuke)	چُک	چُک	چُک	پرندہ
تُک ر تُگ (tuka/ tuga)	ڈُکو	ڈُک	ڈُک	وزن کا ایک پیمانہ
اور (or/or)	اوڑ	اوڑ		ہل چلانا
پاوائی (Pavai)	دمال ردمار	دمال ردمار ر	دمال ردمار	بڑا ڈھول

پین(Pen)	بھین	بھین		بہن
میٹو(Mettu)	ماڑی	ماڑی	ماڑی	دومنزلہ عمارت
اٹا(atta) platform	اڈا	اڈا	اڈا	اڈا
کوٹی(kuti)	کوٹھی	کوٹھی	کوٹی،کوٹھی	کمرہ
کارو(Karu)	کارو	کالا		سیاہ/کالا
گنڈوکا (Gundu(ka)	گنبد	گنبد	گنبد	گنبد
مالہا(Male)	مالہا	مالہا		ایک قسم کا سونے کا ہار
ڈانڈی/ ڈند (dandi, Dandi(y) an;	ڈنڈو/ڈنڈی	ڈنڈو/ڈنڈی	ڈنڈا	ڈنڈا
کوٹو (Kotu) (Kutu)	کوٹھو/کوٹھی	کوٹھا/کوٹھی	کوٹی/کوٹھو	کمرہ
کون/ کوٹو (kon, kotu)	کنڈی	گنڈی	گُنڈی	کنڈی
تکڑی (takadi)	تکڑی/تکن	ترکڑی	تکڑی	ترازو
سورالی (Sur(a) li)	سور/سُر	سُر/سریلی	سُر/سُریلی	سُر،سُریلی

ملوکو (Maluku)	ملوک	ملوک	مُلوک	شائستہ/ نازک/ نفیس
موراکل (Mora-kal)	مور/ملھ	ملھ		قیمت/قدر
مورا(Mora)	موڑی	موڑی	موڑی	اصل زر
پانی (Pani) (rain)	پاٹی	پاٹی		پانی
ٹاری(tari)	ٹاھی	ٹاھی	ٹاھی	شیشم
پتی(Pati)	پتی	پتی	پتی	حصہ
پیری(Piri)	پھیرو/پھیر	پھیر	پھیری	چکر
والی/ بالی (vale/ bale)	ویڑھ	والی	والی	زیور
وے(ve)	واؤ	ہوا		ہوا
منے(mane)	منھ	منھ	مون	منھ
پائیو(Payu)	پاؤ	پا	پاؤ	وزن کا ایک پیمانہ، سیر کا ایک چوتھائی حصہ
نیر(Nir)(۲۰)	نیر(آنسو)	نیر(آنسو)	دیر(پانی)	پانی

علاوہ ازیں براہوئی، سندھی اور سرائیکی اور جنوبی ہند کی دراوڑی زبانوں کے بنیادی الفاظ یا اساسی لغت میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے، جس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

اعضائے جسم:

دراوڑی زبانیں	سندھی	سرائیکی	براہوئی	معنی
وائی (۲۱) Yay	وات/واتو	وات	با	منہ
چیٹائی (۲۲) Catai	چوٹی (جٹا)	چوٹی (جٹا)	چوٹیل	بالوں کی لٹ، چُٹیا
میچھائی/ میچائی Micai (۲۳)	موچھاں	موچھاں		مونچھیں
مون (۲۴) Mun	مکھڑو/منہ	مُکھڑا/منہ	مون	منہ/چہرہ
کیوی (۲۵) Cavi	کن	کن	خف	کان
سلکونی (۲۶) Cilkuni	کھل	کھل	سِل	جلد
پوٹو (۲۷) /Pottv panti	پیٹ	پیٹ/ڈھڈ	پڈ/ڈھڈ (بڑا پیٹ)	پیٹ
کوٹیگ (۲۸) Kuttige	گُٹ/گاٹو	گُٹ/گاٹو	گُٹ	گلا
کان (۲۹) Kan	کانو	کانا	کانا	کانا
کھرل (۳۰) Karal	کھری	کھری	کھری	ایڑی
منڈا (۳۱)	منڈا	منڈا	منڈا	لنگڑا
تالائی (۳۲) Talai	تاروں	تالوں		تالو
تلی (۳۳) Tali	تری	تلی	تلی/تلف	ہتھیلی
ٹنگا/جنگھا (۳۴)	جنگھ، ٹنگ	جنگھ، ٹنگ	ٹنگ	ٹانگ

تالوں اورتلی کے سلسلے میں سندھی زبان میں دراوڑی حرف ’ل‘(L) ’ر‘(r) میں تبدیل ہو کر تاروں اور تری ہو گیا۔ اور اکثر سرائیکی الفاظ کا ’ل‘(L) سندھی میں ’ر‘(r) میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں میں واضح ہے:

سرائیکی	سندھی	معنی
ہل	ہر	ہل
ہالی	ہاری	کھیت مزدور
چاول	چانور	چاول
تولݨ	تورڻ	تولنا
بال	بار	بچہ
بالݨ	بارڻ	آگ لگانا رجلانا
سنبھال	سنبھار	سنبھال
پالݨ	پارݨ	پالنا
جال	جار	جال
جالی	جاری	جالی
کالا	کارو	کالا
کالی	کاری	کالی
تھل	تھر	تھل

بعینہ براہوئی زبان میں بھی دراوڑی الفاظ کا حرف ’ل‘(L) ’ر‘(r) میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسا کہ ذیل مثالوں سے ظاہر و باہر ہے:

دراوڑی	براہوئی	معنی
لنگال Langal)	لنگار	ہل
اُل Ul (inside)	اُرا	گھر
اَل (al)	اَر (غ)	خاوند

رشتہ داری کی اصطلاحات:(Kinship Terminology)

دراوڑی زبانیں	سندھی	سرائیکی	براہوئی	معنی
اماں/امل(۳۵)	اماں/امڑ	اماں/امڑ	لمہ/اماں	ماں
مامن(۳۶)	مامو	ماما	ماما	ماموں
سالنید(۳۷)	سالو (بیوی کا بھائی)	سالا	سالم (داماد) بہنوئی	سالا/دولہا
اَتی(۳۸)	ادی	ادی	ادی	بہن (کلمہ احترام)
مامی(۳۹)	مامی	مامی	مامی	ممانی
آپی(۴۰)	آپی	آپی	آپی	آپا
دناتوں(۴۱)	ننان	ننان		نند
اپا/اپن(۴۲)	ابا	ابا	ابا	ابا
امی(۴۳)	امی	امی	امی	امی
پوڈو(۴۴)	پٹ	پُتر		بیٹا

نیز اراواتھن مہادیون (Iravathan Mahadevan) نے وادی سندھ کی پروٹو دراوڑی زبان سے کچھ رشتہ داری کی اصطلاحات دریافت کی ہیں۔ مثلاً بیوی کے لیے لفظ یوسا (Yo sa) جس کے لغوی معنی ہیں، وہ جو لطف فراہم کرتی ہے (Gives pleasure) (۴۵)۔ ہمیں اس لفظ کا مادہ (root) سندھی لفظ جوہن (ہم بستری کرنا) سرائیکی لفظ یاہن (ہم بستری کرنا) اور براہوئی لفظ ہتنگ (ہم بستری کرنا) میں ملتا ہے، جو مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ کچھ صوتی تبدیلیوں سے دوچار ہوئے ہیں مگران کے مفاہیم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں سندھی اور سرائیکی لفظ زال (بیوی) بھی یوسا سے مشتق و ماخوذ دکھائی دیتا ہے۔ بعینہٖ اراواتھن مہادیون نے والد اور والدہ کے لیے بھی

لفظی ترکیب تاناس (ta'nas) دریافت کی ہے(۴۶)۔ براہوئی، سندھی اور سرائیکی میں یہی لفظ تا، ڈاڈا (دادا) اور ڈاڈی (دادی) (Grandfather and Grandmother) کے مفہوم میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ ہر دو زبانوں میں تاس (نانا اور نانی) کے مفہوم میں ملتا ہے۔ اس کی تصدیق اراواتھن مہادیون کے وضع کردہ مندرجہ ذیل جملوں سے بھی ہوتی ہے:

(i)"tata-ma-ha" (this father has grown old)(47)

والد بوڑھا ہو گیا ہے۔

(ii)"nana-ma-ha" (the mother has grown old)

والدہ بوڑھی ہو گئی ہے۔

اراواتھن مہادیون آگے خود تحریر کرتا ہے کہ یہی مفہوم آگے بڑھ کر TatA-maha (دادا/نانا grandfather) اور nanA-maha (دادی/نانی grandmother) میں تبدیل ہو گیا۔(۴۸)

سندھی اور سرائیکی میں یہی تاتاما tatA-maha ڈاڈا، ڈاڈی اور نانامہا nanA-maha نانا اور نانی میں تبدیل ہو گیا۔

روزمرہ استعمال کی اشیاء

دراوڑی	سندھی	سرائیکی	براہوئی	معنی
کوٹی Kuti(۴۹)	کوٹھی	کوٹھی	کوٹھی/کوٹی	کچا کمرہ
ٹول Tol(۵۰)	دوہلو	دول	دول	ڈھول
کڑی Kuri(۵۱)	کڑو	کڑا/کڑی	کڑا	چوڑی/کنگن
پیٹی Petti(۵۲)	پیٹی	پیٹی	پیٹی	پیٹی
وٹی Vati(۵۳)	وٹی	وٹی	وٹی	کٹورہ
مٹا Mata(۵۴)	مٹا/مٹی/مٹکو	مٹا/مٹی/مٹکا	مٹکا	بڑا مٹی کا برتن
چاٹی Chati(۵۵)	چاڈی	چاٹی/چاڈی	چاٹی	مٹی کا برتن

ٹن(۵۶)Tun	تھونی	تھونی		کھمبا
چماٹی (۵۷) Cammatti	چمٹا/چمٹی	چمٹا/چمٹی		چمٹا
کونی(۵۸)Koni	گونی	گونی	گونی	پٹ سن کی بنی ہوئی بوری
کانڈیلو(۵۹) Kandelu	کنڈی	کندی	کنڈی	مٹی کا برتن جس میں مصالحہ وغیرہ پیستے ہیں
کاتی(۶۰)Katti	کاتی	کاتی	کتار	چھری
ماٹی/ ماڑی (۶۱) Mari/ mati	ماڑی	ماڑی	ماڑی	دومنزلہ عمارت
کاٹو(۶۲)Kattu	کھٹ	کھٹ/کھٹڑا	کھٹ	چارپائی
کانال/ کاندال (۶۳) Kannal/ kandal	کنڈا/کونڈا	کنڈا/کونڈا	کنڈا	مٹی کا برتن
سیوی(۶۴)Sivi	سوئی	سوئی	سیلا	سوئی
کٹ(۶۵)kat	کھٹ	کھٹ/کھٹڑا	کھٹ	چارپائی
پھلا پھڑام(۶۶)phala	پھل	پھل	پھل/پل	پھل
مُکتا(۶۷)Mukta	موتی	موتی	موتی	موتی
اٹا(۶۸)Atta	اٹو	اٹو		آٹا
ہٹا(۶۹)Hatta	ہٹ/ہٹی	ہٹی	ہٹی	دکان
کٹھارا (۷۰) Kuthara	کُہاڑو/ کہاڑی	کہاڑا/کہاڑی		کلہاڑا
پو(۷۱)Pu	پھل/گل	پُھل	پُھل/پل	پھول
اِر(۷۲)er	ہر	ہل		ہل
پاڑو(۷۳)Par-u	پوڑو	پوڑا	پیرہ	بوڑھا

پلا(۷۴)بچہ،Pilla	پلا (کتے کا بچہ)	پلا (کتے کا بچہ)	پلا (کتے کا بچہ)	پلا کتے کا بچہ
مورو(۷۵)	مورو	مور	مور	مور
ٹپی(۷۶)	تھپی	تھپی		روٹی
پوسی پلی(۷۷)Pus-ci	پشی/بلی	پشی/بلی	پشی	بلی
پشپ(۷۸)Pushp	پُشپا	پُشپا	پُشپا	پُشپا (ایک قسم کا پھول)
روپ(۷۹)Rup	رُوپ	رُوپ	رُوپ	شکل/صورت
تی(۸۰)ti	توَو	تاء		آگ کی تپش
مون(۸۱)Mon	منڈھ (بنیاد	منڈھ (بنیاد)	مون	آگے
ان(۸۲)	ان	ان	ان	اناج
مٹرائی(۸۳)	مٹر	مٹر	مٹر	مٹر
مڑائی(۸۴)	موری	مولی	مولی	مولی
آری(۸۵)	آری/آرا	آری/آرا	آری/آرا	آری/آرا
تنتو(۸۶)	تند	تند		دھاگہ
ورنبو/ورن(۸۷)	ون	ون		رنگ
کوٹائی/کوٹا(۸۸)	کوٹ	کوٹ	کوٹ	قلعہ
پکی/پاکی(۸۹)	پکھی/پکھیوڑو	پکھی/پکھیوڑو		پرندہ
سیج(۹۰)	سیج	سیج	سیج	سیج
نمپام/نمبا/نمبا مو(۹۱)	نیم/نم	نم	نم	نیم کا درخت
ناٹی/ناڈی(۹۲)	ناڑ	نڑ	نڑ	گندم کی بالی کا کھوکھلا حصہ

اسمائے شخصی (Personal Names)

براہوئی، سندھی اور سرائیکی اسمائے شخصی پر ہندوآریائی اور عربی وترکی زبانوں کے اثرات ظاہر و باہر ہیں لیکن اس کے باوصف ان کی نام رکھنے کی روایت آج بھی دراوڑی ہے۔ وادی سندھ کے رسم الخط کی پروٹو دراوڑی زبان میں اکثر اسمائے شخصی اور اسمائے خاص پائے جاتے ہیں۔ بقول اراواتھن مہادیون ''وادی سندھ کی مہروں پر اختتامی علامات اکثر و بیشتر ان اشخاص کے طبقے، مرتبے، مقام اور عہدے کو ظاہر کرتی ہیں، جو ان کا مالک ہوتا تھا، یہی مرتبے اور عہدے بعد ازاں منجملہ دوسری ذاتوں کے ذاتیں بنتی گئیں۔'' (۹۳)

ان ناموں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وادی سندھ میں نام اجرام فلکی کے ناموں پر رکھے جاتے تھے اور کیلینڈر کے مطابق رکھے جاتے تھے اور نام رکھنے کی روایت بچے کی پیدائش کے برج اور ستارے کے مطابق ہوتی تھی۔ ویدی آریاؤں نے یہی روایت ابتداء میں دراوڑی لوگوں سے مستعار لی۔ علاوہ ازیں وادی سندھ میں اسمائے اشخاص ان کے دیوی دیوتاؤں کے ناموں سے بھی منسوب کئے جاتے تھے۔ اور کچھ اسمائے اشخاص مظاہرِ فطرت سے منسوب کئے جاتے تھے۔ براہوئی، سندھی اور سرائیکی اقوام میں آج تک نام رکھنے کی یہی روایت جاری ہے۔ ان اقوام میں اسلام قبول کرنے کے بعد اسمائے شخصی دیوی دیوتاؤں کے بجائے خدا اور پیغمبروں کے نام سے منسوب کئے جانے کی روایت رواج پا گئی۔ ہم ذیل میں براہوئی، سندھی اور سرائیکی اسمائے خاص کا ذکر کرتے ہیں جو ستاروں اور برجوں سے منسوب ہیں:

براہوئی اسمائے خاص	سندھی اسمائے خاص	سرائیکی اسمائے خاص
چنڈرخان	سومر	سوارا
چندے خان / چندوخان	خمیسہ / خمیسو	خمیسہ
چنوخان	آچر	بدھا

زہرہ	جمعو	جمعہ
ماہ پری	تارو	تارا
ماہ زیب	ماہتاب	ماہتاب
ماہتاب	زہرہ/زہراں	زہرہ/زہراں
ماہ ناز	منگل داس (۹۴) یہ نام ہندو سندھیوں میں عام ہیں لیکن مسلمان سندھیوں میں ناپید ہے	پروین
ماہ لقاء	پروین	شمس الدین
شمس الدین	چندر (ہندو سندھیوں کا نام)	قمرالدین
قمرالدین	قمرالدین	قمرالنساء
قمرالنساء	قمرالنساء	شمسہ
شمسہ	شمسہ	قمر
شمس النساء	شمس النساء	شمس النساء
قمر	قمر	ماہ رُو
ثریا	ثریا	ثریا
شہاب	شہاب	شہاب
اختر	اختر	اختر
ماہ رُخ	سورج (ہندو سندھیوں کا نام)	ماہ رُخ
نیّر	نیّر	نیّر
ماہ جبیں	ماہ جبیں	ماہ جبیں
زہرہ جبیں	زہرہ جبیں	زہرہ جبیں

براہوئی، سندھی اور سرائیکی اسمائے خاص جو خدا اور پیغمبروں کے اسمائے سے منسوب ہیں:

براہوئی اسمائے اشخاص	سندھی اسمائے اشخاص	سرائیکی اسمائے اشخاص
اللہ بخش	اللہ بخش	اللہ بخش
خدا بخش	خدا بخش	خدا بخش
عبداللہ	عبداللہ	عبداللہ
عبدالرحیم	عبدالرحیم	عبدالرحیم
محمد بخش	محمد بخش	محمد بخش
عبدالودود	عبدالودود	عبدالودود
داؤدخان	داؤدخان	داؤدخان
یعقوب	یعقوب	یعقوب
ایوب	ایوب	ایوب
عیسیٰ	عیسیٰ	عیسیٰ
موسیٰ	موسیٰ	موسیٰ
احمد بخش	احمد بخش	احمد بخش

براہوئی، سندھی اور سرائیکی اسمائے اشخاص جو مظاہر فطرت سے منسوب ہیں:

براہوئی اسمائے اشخاص	سندھی اسمائے اشخاص	سرائیکی اسمائے اشخاص
کابار	سنبل	سنبل
ہیشو	گلاب خان	گلاب خان
پوغی	نرگس	نرگس
منگلی	دریا خان	دریا خان
جواری (۹۵)	سمندر خان	سمندر خان

پھلان	میوہ خان	میوہ خان
پھلیس	یاسمین	یاسمین
نازبو	نسرین	نسرین
کنول	کنول	کنول
یاسمین	لاجونتی	لاجونتی
گواڑخ	نسیم	نسیم
پچکی	نسیمہ	نسیمہ
پریک	شمیم	شمیم
خنی	سوسن	سوسن
ماہ گنج	برکھا (ہندوسندھیوں کا نام)	نیلوفر
گل افروز	گل افروز	گل افروز
نیلوفر	نیلوفر	نیلوفر
کسوڑی	شمشاد	شمشاد
ہپرسی (۹۶)	سوناخان	سوناخان
کوہی خان	سدرہ	سدرہ
سمرین	بازخان	بازخان
سوسن	شیرخان	شیرخان
سنبل	چمپا (ہندوسندھیوں کا نام)	ثمرینہ
پھل خاتون	پشپا (ہندوسندھیوں کا نام)	ثمرخاتون
سمندرخان	سمندرخان	سمندرخان
میوہ خان	میوہ خان	میوہ خان

براہوئی، سندھی اور سرائیکی ناموں میں 'ال' (al) کا اختتامیہ علامت تانیث ہے جو دراوڑی ہے اور یہ اختتامیہ تامل زبان میں اسمائے اشخاص میں علامت تانیث کے طور پر بھی مرّوج ہے۔ جیسا کہ فرانسس برٹیو (Francis Britoo) تحریر کرتا ہے:

"Non-Tamil female name Theresa becomes Tamil female name as Theresal. Al is a feminine suffix."(97)

'ال' (al) کا لاحقہ براہوئی، سندھی اور سرائیکی ناموں میں بھی علامتِ تانیث کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ موِل' سوِل' گنجل' سیجل' بیبل، ماہ جل اور موتل وغیرہم ہرسہ زبانوں میں زنانہ نام کے طور پر مستعمل ہیں۔

براہوئی، سندھی اور سرائیکی شخصی اسماء کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نہ صرف باہم دگر مماثل ہیں بلکہ دراوڑی زبانوں کے اسمائے شخصی سے بھی مماثل ہیں۔

صوتیات (Phonology)

۱۔ براہوئی، سندھی اور سرائیکی صوتیاتی نظام بنیادی طور پر دراوڑی ہے۔ ان ہرسہ زبانوں میں معکوسی اصوات (Retroflex sounds) پائی جاتی ہیں جو دراوڑی زبانوں کا خاصہ ہیں۔ سنسکرت نے یہ اصوات دراوڑی زبانوں سے مستعار لی ہیں۔

۲۔ ہرسہ زبانیں پانچ غنائی اصوات (Nasal sounds) کی حامل ہیں جو شفوی (Bilabial)، لثوی (Alueolar)، معکوسی (Retroflex)، تالوئی (Palatal)، اور غشائی (Velar) صوتیوں پر مشتمل ہیں۔ ان زبانوں میں دیگر دراوڑی زبانوں کی طرح ان غنائی اصوات کے مقامات ادائیگی بھی ایک جیسے ہیں۔

۳۔ ان ہرسہ زبانوں اور دراوڑی زبانوں میں مصوتوں کا نظام بھی ایک جیسا ہے اور مصوتوں کی دو خصوصیات (چھوٹی اور لمبی) موجود ہیں۔ ان ہرسہ زبانوں میں ہر لفظ مصوتے (vowel) پر اختتام پذیر ہوتا ہے جو دراوڑی صوتیات کا خاصہ ہے۔

۴۔ ان ہر سہ زبانوں میں دراوڑی زبانوں کی مانند ابتدائی اور آخری مصوتے میں مصمی خوشے یا جڑواں اصوات (clusters) ممکن نہیں ہیں۔

۵۔ ان زبانوں میں دراوڑی السنہ کی طرح غنائی مصوتے موجود ہیں۔

۶۔ ان ہر سہ زبانوں میں غیر ہائیہ (Unaspirated Sounds) پائی جاتی ہیں، جو دراوڑی صوتیات کی خصوصیت ہیں۔ سندھی کے تھری، لاڑی، کچھی، فراکی، لاسی اور کوہستانی لہجوں میں اور سرائیکی کے کھیترانی اور جدگالی لہجوں میں (۹۸) اور براہوئی کے سراوانی، قلاتی، جہلاوانی اور نوشکی لہجوں میں غیر ہائیہ اصوات مروّج ہیں۔

۷۔ براہوئی صوتیہ مخصوص لام، جسے عام 'لام' (ل) سے ممیّز کرنے کے لیے اس پر تین نکتے لگائے جاتے ہیں (ڷ)، سندھی اور سرائیکی کے کچھ لہجوں مثلاً سندھی کے کولہی، مینگواڑی، بھیلی اور سنتھالی لہجوں میں مستعمل ہے اور سرائیکی کے کھیترانی لہجے میں مروّج ہے۔ (۹۹)

۸۔ سندھی اور سرائیکی کے مخصوص صوتیے ب، ذ، ج، چ، گ، گ اور ن، براہوئی میں مستعمل ہیں۔ (۱۰۰)

صرفی ونحوی ڈھانچہ: (Grammatical Structure)

اسم: ہم نے سطور بالا میں ذخیرۂ الفاظ کے ضمن میں براہوئی، سندھی اور سرائیکی اسمائے شخصی کی بحث میں ثابت کیا ہے کہ ہر سہ زبانوں میں اسمائے شخصی میں نہ صرف گہری مماثلت پائی جاتی ہے بلکہ ان کی بنیاد بھی دراوڑی ہے۔ ان ہر سہ زبانوں میں اسم واحد کو جمع بنانے کے لیے اس کے آخر میں علامتِ جمع کا لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔

براہوئی زبان میں جمع بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کے آخر میں ''ک، آک، غاک'' کے لاحقے استعمال کر کے انہیں جمع بناتے ہیں۔ مثلاً:

اردو معنی	جمع	واحد
پھول	پھلاک	پُھل
سیب	سوفک	سوف
آدمی	بندغاک	بندغ
پانی	دیک	دیر
خون	دِتک	دِتر
مُنہ	باک	با
ماں/والدہ	لمہ غاک	لمہ
لڑکا	ماک	مار
لڑکی	مسنک	مسٹرھ
پاؤں	نتاک	نت
چور	دُزاک	دُز
دل	اُستاک	اُست
آنکھ	خنک	خن
ناک	بامُساک	بامُس
پہاڑ	مَشک	مَش

بعینہٖ سندھی زبان میں جن الفاظ کے آخری حرف پر پیش یا ضمہ ہوتا ہے انہیں جمع بنانے کے لیے پیش کے بجائے زبر یا فتح استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً انبُ (آم) انبَ، گھرُ، گھرَ، قلمُ، قلمَ، گلاسُ گلاسَ، ہرُ ہرَ، ککڑُ (مرغا) ککڑَ وغیرہم اور جن الفاظ پر فتح یا زبر ہوتی ہے انہیں جمع بنانے کے لیے آں یا اوں کا لاحقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ شمالی سندھی کے محاورے اور جدگالی میں آں کا لاحقہ اور لاڑی یا زیریں سندھ کے محاورے مین اوں کا لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

واحد	اردو معنی	شمالی محاورہ اور جدگالی	لاڑی یا زیریں سندھ کا محاورہ
قلمِ	قلم	قلماں	قلموں
عورتَ	عورت	عورتاں	عورتوں
زائفہَ	عورت	زائفاں	زائیفوں
تارَ	تار	تاراں	تاروں
کھٹَ	چارپائی	کھٹاں	کھٹوں
سِرَ	اینٹ	سِراں	سروں
جنگھہَ	ٹانگ	جنگھاں	جنگھوں
بانہنَ	بازو	بانہاں	بانہوں
دِیدَ	نظر	دیداں	دیدوں
رگَ	رگ	رگاں	رگوں
عادتَ	عادت	عادتاں	عادتوں

سندھی زبان کے وہ الفاظ جن کے آخری حرف پر زیر ہوتی ہے اور ہائے معروف 'ی' انہیں جمع بنانے کے لیے شمالی سندھ اور زیریں سندھ (لاڑی) کے ہر دو محاروں میں ایک ہی لاحقہ اوں استعمال ہوتا ہے۔ مگر جدگالی اور سرائیکی میں انہیں جمع بنانے کے لیے آں کا لاحقہ مستعمل ہے مثلاً:

واحد	اردو معنی	سندھی	سرائیکی و جدگالی
اَکھِ	آنکھ	اکھیوں	اکھیاں/اکھیں
گالھِ	بات	گالھیوں	گالھیاں/گالھیں
کھجّی	کھجور	کھجیوں	کھجیاں

کھاڑی	کلھاڑی	کھاڑیوں	کھاڑیاں
گھوڑی	گھوڑی	گھوڑیوں	گھوڑیاں
دہی	بیٹی	دھیوں	دھیاں
چنگی	اچھی	چنگیوں	چنگیاں
گولی	کنیز	گولیوں	گولیاں
بانہی	کنیز	بانہیوں	بانہیاں
بکری	بکری	بکریوں	بکریاں
پچاڑی	پشت رپچھلا حصہ	پچھاڑیوں	پچھاوڑیاں
کالی، کاری	کالی	کاریوں	کالیاں
ادی	بہن	ادیوں	ادیاں

فی الجملہ براہوئی میں علامت جمع 'ک، اک، غاک' ہے، سندھی میں اوں یا آں اور سرائیکی میں آں ہے۔

عدد: براہوئی، سندھی اور سرائیکی میں دیگر دراوڑی زبانوں کی طرح اسم کے صرف دو عدد ہیں: عدد واحد اور عدد جمع۔ سنسکرت، عربی اور قدیم انگریزی میں اسم کے تین عدد: واحد، تثنیہ اور جمع ہیں۔ دراوڑی زبانوں میں تثنیہ کا صیغہ یا عدد مفقود ہے۔ ضمیر حاضر کو (واحد کی صورت میں) احتراماً مخاطب کرنے کے لیے ضمیر واحد کے بجائے اسے ضمیر حاضر جمع کی صورت میں مخاطب کیا جاتا ہے، جسے امتیازی صیغہ (Honorific Form) کہا جاتا ہے۔ دراوڑی زبانوں کا یہ قاعدہ مذکورہ بالا ہر سہ زبانوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً

براہوئی میں ضمیر حاضر واحد	براہوئی میں ضمیر حاضر واحد کی امتیازی حالت	سندھی میں ضمیر حاضر واحد	سندھی میں ضمیر حاضر واحد کی امتیازی حالت	سرائیکی میں ضمیر واحد حاضر	سرائیکی میں ضمیر واحد حاضر کی امتیازی حالت
لمہ نی توش (اماں تو بیٹھ)	لمہ نی توش بو	اماں تو ویہہ	اماں تو ھیں ویہو	اماں توں بہہ	اماں تساں بہو
جمیل نی ارانگ کاسہ؟ (جمیل تو کہاں جاتا ہے؟)	جمیل نم ارانگ کارے	جمیل کیڈانھن تھووجیں؟	جمیل کیڈاہیں تھاونجو؟	جمیل کتھاں ویندا پائیں؟	جمیل کتھاں پائے ویندے او؟
نی لکھیسہ؟ (کیا تو لکھے گا)	نم لکیرے؟ (کیا آپ لکھوگے؟)	تو لکھندیں؟	تو ھیں لکھندو؟ تو ھیں لکھندا؟	توں لکھندیں؟	تساں لکھدے وے؟ تساں لکھدے او؟

بعینہٖ مذکورہ ہر سہ زبانوں میں ضمیر واحد اور ضمیر جمع متکلم خواہ وہ ضمیر غائب واحد کی صورت میں ہوں امتیازی حالت میں مستعمل ہیں: مثال کے طور پر:

براہوئی میں ضمیر متکلم واحد	براہوئی میں ضمیر متکلم واحد کی امتیازی حالت	سندھی میں ضمیر متکلم واحد	سندھی میں ضمیر متکلم واحد کی امتیازی حالت	سرائیکی میں ضمیر متکلم واحد	سرائیکی میں ضمیر متکلم کی امتیازی حالت
ای لکھیوہ (میں لکھوں گا)	نن لکھینہ	ماں/آؤں لکھندس	اسیں لکھنداسیں	میں لکھساں	اساں لکھسوں/ اسیں لکھسوں
براہوئی میں متکلم جمع	براہوئی میں متکلم جمع کی امتیازی حالت	سندھی میں متکلم جمع	سندھی میں متکلم جمع کی امتیازی حالت	سرائیکی میں متکلم جمع	سرائیکی میں متکلم جمع کی امتیازی حالت
نن لکھنگ ٹی اُن (ہم لکھ رہے ہیں)	نن لکھنگ ٹی اُن	اساں لکھوں تھا/اسیں لکھوں تھا	اساں لکھوں تھا/اسیں لکھوں تھا	اساں لکھدے پائے سے	اساں لکھدے پائے سے/ اسیں لکھدے پائے سے

دانناسنگت ئے (یہ ہمارادوست ہے)	دانناسنگت ئے	ہی ءَ اسانجو سنگت آھی	ہی ءَ اسانجو سنگت آھی	اے ساڈا سنگت اے	اے ساڈا سنگت ئے/ اے اسیں دا سنگت اے
براہوئی میں غائب وحد	براہوئی میں غائب واحد کی امتیازی حالت	سندھی میں غائب واحد	براہوئی میں غائب واحد کی امتیازی حالت	سرائیکی میں غائب واحد	سرائیکی میں غائب واحد کی امتیازی حالت
استادصاحب ہنانے/رانانے (استادصاحب گیا)	استادصاحب ہنار/رانار	استادصاحب ویو	استادصاحب جن ویا	استادصاحب گیا	استادصاحب ہڑیں گیئن

ان ہرسہ زبانوں میں ضمیر کا لفظ ہرطور پر اکیلا آتا ہے۔ اوراضافت کی حالت والا ضمیر براہوئی، سندھی اور سرائیکی میں دیگر دراوڑی زبانوں کی طرح اسم سے پہلے آتا ہے۔

مثلاً براہوئی زبان میں:

کنا اُرا (میرا گھر)

سندھی میں: مہنجو گھر، سرائیکی میں میڈا گھر وغیرہم۔

ان ہرسہ زبانوں میں دراوڑی زبانوں کی طرح ضمیر استفہامیہ (Interrogative Pronoun) ضمیر اشارہ (قریب و بعید) فعل سے پہلے آتا ہے۔ مثال کے طور پر براہوئی میں: دا انت ئے (یہ کیا ہے؟)، سندھی میں: ہیءِ چھا آھي ؟ اور سرائیکی میں: اے کے ہے؟

ان ہرسہ زبانوں میں دراوڑی زبانوں کی طرح ظرف فعل کے ساتھ آتا ہے۔

ان ہرسہ زبانوں میں حرف اضافت دراوڑی زبانوں کی طرح نا (کا اور کی)، جو، جي اور دا اور دی ہے۔ براہوئی میں نا، سندھی میں جو، جي اور سرائیکی میں دا اور دی ہے۔ دراوڑی زبانوں میں بھی اسی طرح حالتِ اضافت کی گردان کے لیے اسم یا ضمیر کے

ساتھ حالت اضافت کی نشانی ان، (in) نا (na)، نی (ni)، اِنو (Anu)، دا (da)، ادو (Adu)، تا (ta)، تو (Tu) اور اتو (Atu) وغیرہم ہیں۔ جو مذکورہ بالا تینوں زبانوں کی حالت اضافت کی علامتوں سے حیرت انگیز طور پر مماثلت کی حامل ہیں۔

ان ہر سہ زبانوں میں حالت مصدر کی علامتوں میں بھی گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ مثلاً براہوئی میں فعل امر کے آخر میں انگ (ing) کا لاحقہ لگانے سے حاصل مصدر تشکیل پاتا ہے، جب کہ سندھی میں 'ݨ' اور سرائیکی میں بھی 'ݨ' کا لاحقہ علامت حاصل مصدر ہے۔ مثال کے طور پر:

فعل امر	اردو معنی	براہوئی حاصل مصدر	سندھی حاصل مصدر	سرائیکی حاصل مصدر
لکھ	لکھ	لکھنگ	لکھݨ	لکھݨ
ٹنگ	ٹانگنا	ٹنگنگ	ٹنگݨ	ٹنگݨ
بخش	بخش	بشکنگ	بخشݨ	بخشݨ
گزر	گزر	گدرنگ	گزرݨ	گزرݨ
چٹ	چاٹ	چٹنگ	چٹݨ	چٹݨ
بچ	بچ	بچنگ	بچݨ	بچݨ
ڈھک	ڈھک	ڈھکنگ	ڈھکݨ	ڈھکݨ
سنبھال	سنبھال	سنبھالنگ	سبھارݨ	سنبھالݨ
کٹ	کٹ	کٹنگ	کٹݨ	کٹݨ
مِل	مِل	مِلنگ	ملݨ	ملݨ
چکھ	چکھ	چکھنگ	چکھݨ	چکھݨ

ان ہر سہ زبانوں میں صفت موصوف سے پہلے آتی ہے، جو دراوڑی قاعدے کے مطابق ہے۔ مثال کے طور پر:

براہوئی	سندھی	سرائیکی	اردو معنی
جوانو بندغ	چنگو ماٹھو	چنگا بندہ	اچھا آدمی
پیہنو چک	اچھو پکھی	چٹا پکھی	سفید پرندہ
پیرو بندغ	پوڑھو ماٹھو	بڈھا بندہ	بوڑھا آدمی
باسنو پاش	گرم کھیر	گرم کھیر	گرم دودھ
یخو دیر	تھدو پاٹی	تھدا پاٹی	ٹھنڈا پانی

ان ہر سہ زبانوں میں دراوڑی قواعد کے مطابق گنتی کے اعداد معدود سے پہلے آتے ہیں۔مثال کے طور پر:

براہوئی	سندھی	سرائیکی	اردو معنی
اراخنک	ۂاکھیوں	ڈواکھیاں/ڈواکھیں	دو آنکھیں
صدرُپی	سوروپے	سوروپے	سوروپے
مسہ نیاڑیک	ٹرے زائیفوں	ترائے زائیفاں	تین عورتیں

مذکورہ بالا ہر سہ زبانوں میں دراوڑی زبانوں کی طرح حروف جار (Post positions) اسم،صفت اور ظرف کے بعد آتے ہیں۔مثال کے طور پر:

براہوئی: سوف پلیٹ ٹی ئے (سیب پلیٹ میں ہے)

سندھی: سوف پلیٹ میں آھی (سیب پلیٹ میں ہے)

سرائیکی: سوف پلیٹ اِچ اے (سیب پلیٹ میں ہے)

المختصر مندرجہ بالا تین زبانوں کے اجمالی تقابلی مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ یہ دراوڑی زبانوں کے خاندان کی زبانیں ہیں۔ان زبانوں پر غیر دراوڑی (ہندو آریائی، ہندو یورپی اور ترکی و عربی) زبانوں کے اثرات کے باوجود ان میں دراوڑی عناصر غالب حیثیت کے حامل ہیں اور ان کی بنیاد دراوڑی ہے۔

براہوئی اور بلوچی

جیولز بلاخ (Jules Bloch) نے سر جان مارشل کے نظریئے کے برعکس ۱۹۲۴ء میں کہا تھا کہ براہوئی جنوبی و وسطی ہندوستان (جہاں دیگر دراوڑی زبانیں بولی جاتی ہیں) سے حال ہی میں بلوچستان میں آئے ہیں۔(۱) جارج مورجنسٹرن نے ۱۹۳۲ء میں جیولز بلاخ کے اس مفروضے سے اختلاف کیا، جب کہ ایم بی ایمینیو نے اپنی کتاب "Brahui and Dravidian Comparative Grammar", Berkeley (1962) میں اس مسئلے پر تذبذب کا اظہار کیا۔ لیکن جوزف الفینبائین (Josef Elfenbein) نے اپنے ایک مضمون میں جیولز بلاخ کے مفروضے کی پیروی کی ہے۔(۳)

ہم ذیل میں براہوئی اور بلوچی زبانوں کا تقابلی جائزہ لے کر ثابت کرتے ہیں کہ محولہ بالا ہر دو مفروضوں میں کون سا قرین قیاس ہے۔

براہوئی زبان اکثر ان علاقوں میں بولی جاتی ہے، جہاں بلوچی زبان بولی جاتی ہے، بلوچی زبان ایک قدیم ایرانی زبان ہے جو جنوب مشرقی ایران کے صوبے سیستان و بلوچستان میں اور جنوب مغربی افغانستان اور مغربی پاکستان میں بلوچستان میں بولی جاتی ہے۔ بلوچی شمال مغربی ایرانی زبان ہے۔ اس کے وسطی ایرانی آباؤ اجداد پارتھی سے قریب تھے۔ پارتھی زبان بحیرۂ کیسپئن (Caspian Sea) کے جنوب مشرق میں بولی جاتی تھی۔ بلوچ قبائل اس علاقے کے جنوب مشرق سے مختلف گروہوں میں تقریباً ساتویں صدی عیسوئی میں ہجرت کر کے پاکستانی بلوچستان میں آئے اور سندھ اور پنجاب کی سرحدوں میں تقریباً بارہویں صدی عیسوئی میں پہنچے۔

براہوئی روایتی طور پر خانہ بدوش ہیں وہ موسم سرما سندھ اور کچھی میں بسر کرتے

ہیں اور موسم گرما میں واپس کوئٹہ قلات کے پہاڑوں میں لوٹتے ہیں۔ افغانستان اور ایرانی سیستان میں براہوئیوں نے تقریباً دو نسلوں سے بلوچی زبان اختیار کی ہے۔ براہوئی قبائل کا ذکر پہلی مرتبہ ایرانی تاریخ میں براہوئی وفاق کے حوالے سے آیا ہے جو ۱۶۶۶ء یا ۱۶۶۰ء میں میر احمد اول جس کا تعلق میرواڑی براہوئی قبیلے سے تھا، کے ہاتھوں قلات میں قائم ہوا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشی مفادات اور ضروریات کی بنیاد پر براہوئی وفاق نے ہمسایہ قبائل بلوچ، پشتون اور جدگال سے اتحاد قائم کیا۔ جو اس وفاق کے ارکان بن گئے۔ بہت سے براہوئی قبائل نے اپنی زبان ترک کر کے دوسری زبان اختیار کر لی۔ آج کم وبیش انتیس براہوئی قبائل ہیں، جو پاکستانی بلوچستان میں بودوباش رکھتے ہیں۔

براہوئی اور بلوچ کئی صدیوں سے ایک علاقے میں رہ رہے ہیں لہٰذا وہ مختلف لسانی، سیاسی، معاشی، ثقافتی، مذہبی، قبائلی، سماجی اور تاریخی رشتوں میں منسلک ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ بلوچی اور براہوئی زبانوں نے باہم دگر لسانی اثرات قبول کیے ہیں اور ایک ذو اللسانیت (Bilingualism) کو جنم دیا ہے۔ جس کے متعلق جوزف الفینبائین تحریر کرتا ہے:

"Among bilaterally bilingual speakers.... Brahui tribal matters between equal are discussed in Brahui; in group conversation between 3 or more persons, an inferior speaks to a superior in Brahui, who answers in Balochi; equal may use either language indifferently; in formal discussion, Balochi is used regardless of rank. For extra-tribal matters of an official kind, Urdu is used if possible with Government officials. Within a family context, an elder son speaks to his father in Brahui if the Mother is Brahui speaking. The language used between brothers and sisters depends on the language of the mother, in a polygamous society, and depends on status. A husband speaks to a wife in her language, a wife to a husband in his but this depends also on status."(4)

اس سے پہلے چارلس میسن نے ذوالسانیت کی وجہ یہ تحریر کی تھی کہ براہوئی کو خوانین اور براہوئی سردار بلوچی کی نسبت کم تر تصور کرتے تھے لہٰذا اس کے بجائے وہ بلوچی زبان بولتے تھے۔ وہ تحریر کرتا ہے:

"(Balochi) which is also spoken by the Khans and Sirdars who consider it would be vulgar to express their meaings in Brahuki."(5)

براہوئی اور بلوچی کے باہمی لسانی رشتے تقریباً چودہویں صدی سے استوار ہونا شروع ہوئے۔ اس طویل مدت میں بلوچی نے براہوئی پر گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیئے ہیں اور براہوئی لغت، صوتیات اور صرف ونحو کے اعتبار سے کافی حد تک تبدیل ہوئی ہے۔ براہوئی پر بلوچی کے چند اہم اثرات درج ذیل ہیں:

۱۔ براہوئی نے وسیع پیمانے پر بلوچی صوتیاتی نظام کو اختیار کیا ہے۔(۶)

۲۔ براہوئی میں صنفی فقدان (The less of Gender) بلوچی کے زیر اثر ہوا ہے۔(۷)

۳۔ براہوئی نے لاحقہ ناتمام (Imperfective Suffix) 'آ' (a) بلوچی سے مستعار لیا ہے۔

۴۔ براہوئی میں فعل حال جاری (Present Continuative Tense) بلوچی فعل حال جاری کے نمونے پر تشکیل پاتا ہے۔

۵۔ براہوئی میں استعمال ہونے والا عاطفہ (Conjunction) کے، بلوچی سے مستعار ہے۔

۶۔ براہوئی ''ا'' (a) کے بعد لاحق ضمائر (Suffixed Pronouns) کا استعمال بلوچی نمونے پر ہوتا ہے۔

۷۔ براہوئی فعلی بنیاد 'کن' (کرنا) بلوچی سے مستعار ہے۔

۸۔ براہوئی میں حالتِ ظرفی (Locative Case) کے لیے 'آ' (a) کا استعمال بلوچی سے مستعار ہے۔

۹۔ براہوئی میں لفظی ترتیب (Word Order) بلوچی اصولوں کے مطابق ہے۔

۱۰۔ تقریباً براہوئی کی بیس فیصد لغت بلوچی سے مستعار ہے۔(۸)

اس کے باوجود براہوئی نے اپنا صرفی ڈھانچہ (Morphological Structure) اور بنیادی دراوڑی لغت اور گنتی کے اولیں تین دراوڑی اعداد تاہنوز برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی پر گہرے ہندو آریائی ساختیاتی اثرات (Deeper Structural Influences) کا فقدان اس امکان کو خارج کرتا ہے کہ براہوئی ہندوستان کے میدانی علاقے سے حال ہی میں ہجرت کر کے بلوچستان کے بنجر پہاڑی علاقے میں آ بسے۔ کیونکہ کوئی گروہ زرخیز میدانی علاقوں کو ترک کر کے بنجر پہاڑی علاقے میں نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی بلوچستان میں پہلے سے موجود تھے، جب بلوچ یہاں آئے۔ براہوئی نے بلوچی زبان پر اپنے اثرات مرتب کئے ہیں۔ لیکن ہر دو زبانوں کا تقابلی مطالعہ کرنے والے ماہرین لسانیات نے انہیں درخورِ اعتناء نہ سمجھتے ہوئے اپنے مطالعہ کو یک طرفہ طور پر محدود کیا ہے اور صرف براہوئی پر بلوچی اثرات کی نشاندہی پر اکتفا کیا ہے، یا بلوچی پر براہوئی کے اثرات کی بہت کم مقدار کو تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طور پر لانگ ورتھ ڈیمز تحریر کرتا ہے:

"Brahui has furnished a few words and has itself borrowed extensively from Balochi."(9)

اور سر ڈینس برے تحریر کرتا ہے:

"Probability of Brahui influence on Balochi: It is often assumed as a matter of course that the loan-word business is one-sided; that every word Brahui has in common with Balochi or other neighbour must be a loan word and that Brahui borrowing prodigally from one and all, has given nothing in return. Brahui would hardly have been made to figure so limply in Indian linguistics, had its study not been deferred until its numbers had seemingly shrunk and the Brahuis themselves

fallen somewhat from their high estate. The light assumption flies in the face of history. It is not so long ago that the Brahui was the dominant power throughout most of what we now know as Balochistan and more besides. His overlordship over the Baloch within Balochistan was complete: these powerful Baloch tribes, the Maris and Bugtis, now on their own, were quite recently members of the Brahui confideracy; the Rind and the Magassi and the Domki and Kaheri are members of it still; the Gichki of Makran, who are reputed to speak the purest and most archaic of all the Balochi dialects, are closely and indeed customarily intermarried with the ruling house; Makran itself was and is part and parcel of Kalat and the ordinary Baloch in it are very humble members of the community. Hence, wholly apart from the probabilities of present day nomadism, which brings Brahui into direct contact, renewed every season, with Balochi as with Sindhi and Jatki, it is altogether unlikely that in the interplay of languages Brahui, the language of the dominant race, should have left no sort of impress on Balochi."(10)

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر نے اپنے مقالے بہ عنوان ''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط'' میں ہر دو زبانوں کا یک طرفہ تقابلی جائزہ لیا ہے اور اس سلسلے میں اس نے جو مواد پیش کیا ہے وہ زائد المیعاد اور متروک ہے۔ اس نے موضوع پر جدید مواد پیش نہیں کیا یا نہیں کر سکا ہے۔ نیز اس نے اپنے پیش کردہ مواد کو بھی انصاف سے نہیں برتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ تحریر کرتا ہے:

''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط کے موضوع پر لکھے گئے اس
تحقیقی مقالے میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ براہوئی زبان میں

دراوڑی عناصر موجود ہونے کے باوجود اس کی ایرانی اور تورانی زبانوں سے وابستگی کے امکانات زیادہ واضح ہیں۔ کیونکہ ماہرین لسانیات براہوئی زبان کو دراوڑی قرار دینے کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ براہوئی اور دیگر دراوڑی زبانوں میں مشترکہ الفاظ ایک یا سوا صفحے سے زائد نہیں ہیں

M.B Emeneau, The Brahui Language: Language and Linguistic Area, (ed) Anwer S. Dil, California, 1980, p-340"(11)

موصوف مقالہ نگار نے ایم بی ایمینیو کا ادھورا اور نامکمل اقتباس پیش کر کے اپنا پسندیدہ نتیجہ اخذ کر کے تحقیق کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ ہم ذیل میں ایم بی ایمینیو کا مکمل اقتباس پیش کر کے قارئین کو حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں:

"At present, then, a comparative count of words of different origins could give no definitive results. Perhaps the best way of indicating the low proportion of inherited Dravidian words in Brahui is the impressionistic one of noting that in DED the Brahui index covers no more than a page and a quarter, compared with Malto's three and a quarter, Kurux's three and three quarters, Kolami's four and a half, or Toda's six and a half."(12)

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر نے بھی بلوچی پر براہوئی اثرات کو کم تسلیم کیا ہے اور براہوئی پر بلوچی اثرات کو زیادہ۔ وہ تحریر کرتا ہے:

''بلوچی اور براہوئی زبانوں نے تشکیلی اعتبار سے بھی ایک دوسرے پر اپنے اثرات مرتب کئے ہیں۔ تاہم بلوچی زبان نے براہوئی کو زیادہ متاثر کیا ہے۔'' (۱۳)

لاریب براہوئی نے بلوچی سے بہت اثرات قبول کئے ہیں۔ لیکن اسے متاثر بھی کیا ہے۔ بلوچی پر براہوئی کے حسب ذیل اثرات ظاہر و باہر ہیں:

۱۔ بلوچی میں معکوسی اصوات براہوئی سے مستعار ہیں۔(۱۴)

۲۔ بلوچی (مشرقی لہجے) میں 'خ' (x)، غ (gh) اور 'ف' (f) کی اصوات براہوئی سے مستعار ہیں۔

۳۔ بلوچی میں اسم مفعول کی تشکیل میں بنیادی لفظ (Root-word) کے ساتھ 'ک' (k) کے لاحقے کا استعمال براہوئی سے مستعار ہے۔(۱۵)

۴۔ بلوچی میں حالتِ اضافی (Genitive Case) کی تشکیل کا لاحقہ 'نی' براہوئی حالت اضافی کے لاحقے 'نا'' سے ماخوذ ہے۔

۵۔ بلوچی میں غیر ہائیہ اصوات (Unaspirated Sounds) براہوئی سے مستعار ہیں۔

۶۔ بلوچی میں لاحقہ اسمی (Substantive Suffix) 'نک' (nk) براہوئی سے مستعار ہے۔

۷۔ بلوچی میں تمام دراوڑی الفاظ براہوئی سے مستعار ہیں۔

۸۔ بلوچی میں لاحقہ جمع گل براہوئی سے مستعار ہے۔

۹۔ بلوچی میں حاصل مصدر کی تشکیل کے لیے مستعمل 'انگ' کا لاحقہ براہوئی سے مستعار ہے۔

۱۰۔ بلوچی میں پچیس فیصد الفاظ براہوئی سے مستعار ہیں۔

بلوچی میں براہوئی مستعار الفاظ کے متعلق سر ڈینس برے تحریر کرتا ہے:

"Brahui loan-words in Balochi: Again there is an idea abroad that if this Dravidian language had anything to impart to its Indian and Iranian neighbours, who have plied it so freely with loan-words, it could only be from its Dravidian stock. But the linguistic give and take of real life is seldom as orderly as philological generalizations. Here is an illustration of one indubitable phase of

Balochi's indebtedness to Brahui within the Iranian field itself. Of Brahui's substantive suffixes the most characteristic perhaps is-nk with enunciative vowels running through the whole gamut of sound. Probably Dravidian in origin, it attaches itself to Dravidian, Iranian and Indian bases indifferently. Thus khar-ink, tear, mor-ink, ant, til-ink, splinter, though derived from three different stocks, are all racy Brahui. Indeed so racy are substantives formed with -nk that when we come across forms in Balochi like adenk, mirror, barvank, eyebrow, we can deduce their Brahui character with certainty from the tell-tale suffix, even though we may not happen to know that adenk and barvank are in present day use in Brahui. That there two particular Brahui words are Iranian in origin and may actually be based on forms borrowed from Balochi, need not shake us with a whit. After all, a touch of complexity like this would merely reflect something of the inevitable action and reaction of two languages whose contacts have been close and continuous for centuries."(16)

مورجنسٹرن نے بھی مکرانی بلوچی میں مستعار براہوئی الفاظ کی کچھ مثالیں پیش کی ہیں۔ جن کا حوالہ ایم بی ایمینیو نے دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"Morgenstiern also refers to the mutual borrowing between the two languages (ibid, pp-8-10 passim; also "Notes on Balochi Etymology, NTS 5 (1932), 37-38), with some examples of Brahui loan words in Makrani, i-e. West Balochi (e-g. marax, 'horn: Brahui margh, DED 3864; CuY, 'neck: Brahui. Cugh 'nape of neck' which is discussed in connection with DED 2221 in "North Dravidian velar stops, p-383."(17)

علاوہ ازیں ہم ذیل میں بلوچی میں براہوئی مستعار الفاظ کی فہرست پیش کرتے ہیں، جو اصل میں دراوڑی ہیں اور بلوچی نے انھیں براہوئی سے مستعار لیا ہے:

بلوچی	براہوئی	اردو معانی
چوٹیل	چوٹیل (۱۸)	بالوں کی لٹ ر چٹیا
سِل	سِل (۱۹)	جلد
چُگ	چُغ (۲۰)	گردن کا پچھلا حصہ
گُٹ	گُٹ (۲۱)	گلا
کانا	کانا (۲۲)	کانا
تلی	تلی (۲۳)	ہتھیلی
وٹی	وٹی (۲۴)	کاسہ ر کٹورا
پیٹی	پیٹی (۲۵)	صندوق
گُد	گد (۲۶)	دوپٹہ ر چادر
پُچ	پُچ (۲۷)	کپڑا
ماڑی	ماڑی (۲۸)	دومنزلہ عمارت
کوٹی	کوٹی (۲۹)	کمرہ
چابو	چوٹ (۳۰)	جوتا
گونی	گونی (۳۱)	بوری
کوٹ	کوٹ (۳۲)	قلعہ
پَٹ	پَٹ (۳۳)	میدان
کلی	کلی (۳۴)	محلّہ، چھوٹا گاؤں
آئی	آئی (۳۵)	والدہ
ماما	ماما (۳۶)	ماموں

بلک	بلہ (۳۷)	دادی/نانی
ادی	ادی (۳۸)	بہن کے لیے کلمۂ احترام
سالونک	سالم (۳۹)	دولہا، بہنوئی، داماد وغیرہ
کھٹ/کٹ	کھٹ/کٹ (۴۰)	چارپائی
پَھل	پھل/پَل (۴۱)	پھل
موتی	موتی (۴۲)	موتی
پُھل	پُھل/پُل (۴۳)	پھول
پِشی	پِشی (۴۴)	بلی
اَن	اَن (۴۵)	اناج
مَٹر	مَٹر (۴۶)	مٹر
مولی	مولی (۴۷)	مولی
آری	آری (۴۸)	آری
سیخ	سیخ (۴۹)	سیخ
نیم	نیم (۵۰)	نیم کا درخت
تولک/تولغ	تولہ (۵۱)	گیڈر (دراوڑی زبانوں میں بھیڑیے کے معنی میں ہے)
گدان	گدان (۵۲)	جھونپڑی، خیمہ
کڑی	کڑی (۵۳)	کان کی بالی جو خواتین پہنتی ہیں
کُھڈی/کڈک	کُھڈی/کھڈ (۵۴)	جھونپڑی
لنگار/ننگار	لنگار (۵۵)	ہل
چُر	چُر (۵۶)	بہنا/چمکنا
کھل	کھل (۵۷)	وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوتا ہے

کوڈ	کوڈ (۵۸)	سوراخ، غار، پرندے کا آشیانہ
چٹ	چٹ (۵۹)	سُست، نکماء، برباد
چک	چک (۶۰)	چومنا
غُر	غُر/غُرنگ (۶۱)	غُرانا
پِٹک	پِٹک (۶۲)	چھوٹا، کوتاہ قامت
جک	جک (۶۳) جلنگ	کھانسی
جکا	جکا (۶۴)	کھانسی
منڈا	منڈا (۶۵)	لنگڑا
کلنڈ	کلنڈ (۶۶)	مٹی کا شکستہ برتن یا پرانا برتن
کلپ	کلپ (۶۷)	دھوکے باز، دغاباز
کرک/کھرغ	کرک (۶۸)	کنارہ، ساحل، حدوغیرہم
خروم	خروم (۶۹)	غلے کا گڑھا/خرمن/غلہ کا گودام وغیرہم
پولونک	پولنگ (۷۰)	داغ، کسی کے کردار پر دھبہ
پرونچ	پرنچ (۷۱)	سکڑنا، سمٹنا، پیغام، دبانا
پوتینک	پتینک (۷۲)	بنڈل/دھاگے کا گچھا
ترڈ	ترڈ/ترڈنگ (۷۳)	ٹاپنا، ناچنا
ترک (ترکغ) ترگگ	ترک/ترکنگ (۷۴)	کونپل کا پھوٹنا، اگنا
تروکید	ٹریکال (۷۵)	تین پاؤں والا میز جو کمبلوں سے ڈھکا ہوتا ہے اور گھر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس پر خیمہ لگایا جاتا ہے
ٹرپ/ٹرمپ	ٹرمپ (۷۶)	پانی کا قطرہ
کیش	کیش (۷۷)	ناک کا پانی

خرمغ	خرما (۷۸)	بھیڑیا
اَڑ	اَڑ (۷۹)	رکاوٹ/الجھن، مشکل
چیر	چیر/چیرنگ (۸۰)	چیرنا/ٹکڑے ٹکڑے کرنا
کلّر	کلّر (۸۱)	زمین میں کلر/تھور، شور
کُٹ	کٹ/کٹنگ (۸۲)	مارنا
منجہ	منجہ (۸۳)	چارپائی
مرخ (مکرانی بلوچی)	مرغ (۸۴)	سینگ
پتی	پتی (۸۵)	حصہ
بھاگ	بھاگ (۸۶)	بخت/حصہ
بج	بج (۸۷)	بیج/تخم
کُھڑی	کھری (۸۸)	ایڑی
شر	شر (۸۹)	اچھا
تر	تر (۹۰)	گھمانا
کدیم	کدیم (۹۱)	جانوروں کو دینے کا غلہ/اناج
کُلی	کلی (۹۲)	جوتے کا تلوا
مے	مے (۹۳)	غلام
گولی	گولی (۹۴)	بال، گولی
حُب	حُب (۹۵)	خواہش، خوشی، امید، توقع وغیرہم
ہک	ہک (۹۶)	کھانسی سے سانس بند ہونا
کٹ/کھٹ	کٹ (۹۷)	بازی لے جانا، شرط جیتنا وغیرہم
پولو	پولو (۹۸)	کھوکھلا/خالی
تر	تر/ترنگ (۹۹)	تیرنا

ول	ول(۱۰۰)	بیل، پیچیدہ راستہ وغیرہم
گاٹ رگھاٹ	گاٹ(۱۰۱)	ناقابل رسائی جگہ رپہاڑی درہ
تڈ	تڈ(۱۰۲)	قوتِ مزاحمت رقوتِ مقاومت
ابوئے	ابوئے(۱۰۳)	کلمۂ تاسف
اڈ	اڈ(۱۰۴)	پناہ
برّی	برّی(۱۰۵)	دشت اور صحرانشین، صحرانوردوغیرہم
بوچوخ ربوچوک	بوچ(۱۰۶)	کوڑا کرکٹ
چوٹ	چوٹ(۱۰۷)	ٹیڑھا، خمیدہ
کھند	کنڈ(۱۰۸)	درز، گڑھا، بند، فاصلہ درہ وغیرہم
پھذ	پذر(۱۰۹)	پیچھے
پوڑ	پوڑ رپوڈ(۱۱۰)	مٹی کا ڈھیلا
پگھی	پگھی(۱۱۱)	علی الصبح
مسگّ	مسگّ(۱۱۲)	کندھوں کے درمیان پیٹھ

بلوچی اور براہوئی چونکہ ہم مآخذ یا ایک لسانی خاندان کی زبانیں نہیں ہیں۔لہٰذا ان کے اکثر الفاظ میں معنویاتی اختلافات (Semantic Differences) پائے جاتے ہیں، جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

مشرقی بلوچی	مغربی بلوچی	اردو معانی	براہوئی	اردو معانی
آس	آس	آگ	آس	امید
اِرس	اِرس	آنسو	اِرس	کنگھار ر کنگھی
چم	چم	آنکھ رچشم	چم	فن رہنر
چک	چک	لڑکا ربیٹا	چک	پرندہ
ہور	ہور	بارش	ہور راور	انگلی

پنی	پنی	پنڈلی	پنی	نامور شخص
پت	پت	والد	پت	کانٹا
جَن	جَن	بیوی	جَن	بارات
دِیر		دُور/بعید	دِیر	پانی
نا	نا	نہیں/کھجور	نا	تمہارا
نول	نول	نیولا	نول	طعام
ہل	ہل	پگھلنا/تحلیل ہونا	ہل	چوہا
تنک		بہت کھانا	تنک	تنگ، درہ
توئی		کشیدہ کاری کے لیے کپڑے کا زائد ٹکرا	توئی	ماہانہ
پوغ	پوغ	اونٹ کا چارہ	پوغ	کوئلہ
گند	گند	گندگی	گند	بُو
مار	مار	سانپ	مار	لڑکا/بیٹا
مِنڈ/منڈڑو		لڑکی/بیٹی	منڈ	کُتیا
دُتک	دُتک	چھوٹی لڑکی/بچی	دُتک	گڑیا
نی		اب/ابھی	نی	آپ/تم
مَس	مَس	پیشاب	مَس	ہونا
	زاگ	اولاد/لڑکا	زاغ	تیار خرمن
	کِشک	طویل پہاڑی راستہ	کشک	توڑنا
مچ	مچ	کھجور کے درخت	مچ	تھوڑ/کم
پیش	پیش	سامنے	پیش	باہر
شا		سے	شا	ڈال دو
تور		تولنا/وزن کرنا	تور	تھامنا/پکڑنا/روکنا

کرغ		اوپر	کیرغ	نیچے
بَر	بَر	لے جانا	بَر	آنا
کدام	کدام	کون رکون سا	کدام	آشیانہ
پاٹ	پاٹ	پھٹنا	پاٹ	لکڑی
ترو	ترو	پھوپھی رماسی، چچی	ترو	پنگھٹ
اَمر	اَمر	حکم ایزدی	امر	کیسے
منا	منا	میرا	مَنہ	چند
سی	سی	تیس	سی	گھی رتیس
اَگا		آگے	اگہ	اگر
کسر		کمی رگنجائش	کسر	راستہ
تو	تو	تورتم	ٹُو	مہینہ
ماس	ماس	والدہ	ماس	بنیاد
دیر	دیر	تاخیر	دیر	کون
گُن	گُن	بغور	گُن	کھارکھاؤ
مُرو		آوارہ ربدچلن	مُرو	خرگوش
مزار	مزار	شیر	مزار	قبر رمقبرہ
نَت		نتھ	نَت	پاؤں
نُت		چہرہ	نُت	آٹا
بھلو		واہ واہ، شاباش	بھلو ربلو	بڑا
پوت		کشیدہ کے لیے کپڑے سے دھاگا نکالنا	پُوت	ناف
مَرو	مَرو	مت جاؤ	مَرو	ہونا
کانا		واسطے کے لیے	کانا	جائیں گے

اِلاّ		نہ سوائے، بغیر	اِلہ	چچا
اِلنگ		خاص، تمام کا تمام ر سراسر	اِلنگ	چھوڑنا
انت	انت	تھے	انت	کیا
با	با	خدا کرے	با	منہ
برام		خوشبو	برام	شادی
بش	بش	ساون ر برسات	بش	غلہ جھاڑنا ر کلمہ امر اٹھ جا
ٹک		مٹھی، مُشت، مٹھی	ٹک	پیار، بوسہ
شک		ہوس، شوق	شک	چوٹی ر پہاڑی
پاش		پکاؤ	پاش	ظاہر
پال		حویلی	پال	فال
ماک		بالوں میں گوندھنے کی ایک چیز	ماک	بیٹے
شل		کھیل، رقص، بارش کا کھل کر برسنا	شل	معذور
ماس	ماس	ماں، والدہ	ماس	بچا، کھچا، باقی ماندہ
دا		تک	دا	یہ
دانگ		داغ، زخم	دانگ	یہاں، اس سے
زی		گزشتہ کل	زی	اوپر

بلوچی اور براہوئی کے اس مختصر تقابلی جائزے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر دو زبانوں نے ایک دوسرے کو متاثر کیا ہے۔ کیونکہ ہر دو زبانیں ایک ہی جغرافیائی ولسانی خطے (Geographical and Linguistic Area) میں صدیوں سے موجود ہیں اور بولی جارہی ہیں لہٰذا ان کے مابین لسانی روابط اور تعامل ناگزیر ہیں۔

براہوئی زبان کی دراوڑی حیثیت

واحد بخش بزدار صاحب نے اپنے ایک مضمون ''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' (۱) میں براہوئی کی دراوڑی حیثیت سے انکار کرتے ہوئے اس کے صرفی ونحوی ڈھانچے کا تجزیہ کیا ہے اور اسے ہندویورپی (Indo-European) اور ہندو آریائی (Indo-Aryan) اور دیگر زبانوں کے قریب تر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم یہاں ترتیب وار اس کے مضمون کا تجزیہ کرتے ہیں۔

موصوف نے نہ صرف براہوئی زبان کی دراوڑی حیثیت اور اس کی دراوڑی لسانی خصوصیات اور مشابہتوں سے انکار کیا ہے بلکہ براہوئی بولنے والوں کو دراوڑی انسانی قسموں کا نمائندہ قرار دینے کے نظریات سے بھی انکار کیا ہے۔ جیسے کہ اس کا مضمون اس جملے سے شروع ہوتا ہے۔

> ''اگرچہ براہوئیوں کو نسلی حوالوں سے دراوڑی انسانیاتی قسموں کا نمائندہ نہیں کہا جاسکتا۔'' (۲)

موصوف نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کوئی سند اور شہادت پیش نہیں کی ہے۔ حالانکہ براہوئی دنیا بھر کی قدیم ترین قوموں میں سے ایک ہے جو اپنی نسلی خصوصیات کے لحاظ سے دراوڑی ہے۔ بلوچستان کے مختلف مقامات پر حضری یا اثری تحقیق (Archaeological Research) اور نسلیاتی مطالعے (Ethnographical Study) نے براہوئی قوم کی دراوڑی نسلی خصوصیات کو روز روشن کی طرح ثابت کردیا ہے۔ مثال کے طور پر بلوچستان کے مختلف مقامات مہر گڑھ، بھاگ، چھلگری، پیرک، ژوب، کیچی بیگ، طغو اور دیگر مقامات سے برآمد ہونے والی مادرِ ارض کی مورتیوں اور اصنام کی

شکل و شباہت اور خدو خال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پروٹو آسٹریلوی (Proto-Australoid) قوم کی شکل وشباہت اور خدوخال سے مشابہہ ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں تراشنے والی قوم قدیم آسٹریلوی تھی۔ کیونکہ ہر قوم اپنی شکل وشباہت اور خدوخال کے مطابق اپنے دیوی دیوتاؤں کو تراشتی رہی ہے۔ یہی قدیم آسٹریلوی قوم ہی دراوڑ اقوام کی اسلاف میں سے ہے۔ جیسا کہ ایڈورڈ بابون (Edward Babun) کا خیال ہے:

> "Most of the inhabitants of southern Iindia and Ceylon Heavier-boned, darker- skinned and broad-nosed than the Hindus of the North, the Dravidians are sometimes regarded as archaic Caucasoids, and sometimes as Australoids, the Carpentarian variety of whom they often resemble."(3)

نسلی تحقیق کے ماہر ڈاکٹر ہنری فیلڈ (Dr. Henry Field) کی نسلیاتی رپورٹ کے مطابق قلات میں لوگوں کے کاسۂ سر کی پیائش (Cephalac Index) ستر (۷۰) ہے اور یہی بیضوی کاسۂ سر (Dolicho Cephalac) کی خصوصیت ہی دراوڑی اقوام کا خاصہ ہے۔ (۴)

اسی بنیاد پر یوری گنگوفسکی (Yuri Gankovsky) نے براہوئی قوم کو دراوڑی قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

> ''آج کل پاکستان میں براہوئی قوم جو مرکزی بلوچستان میں آباد ہے قدیم دراوڑوں کی باقیات ہے۔'' (۵)

واحد بخش بزدار اس کے بعد براہوئی صرف ونحو کا تجزیہ کرتا ہے۔ سب سے پہلے وہ براہوئی میں جمع بنانے کے سابقے سے اپنے استدلال کا آغاز کرتا ہے اور تحریر کرتا ہے:

> ''براہوئی زبان میں جمع بنانے کا سابقہ 'ک' یا (k) جو دراوڑی زبان میں سے گونڈی میں مستعمل ہے جس کے بارے میں ڈینس برے

نے کی رائے یہ ہے کہ 'ک' کا سابقہ دراوڑی زبانوں میں علامت جمع "Kal"یا"Gal" کی ابتدائی شکل ہے جو براہوئی میں بھی ''گل'' کی صورت میں موجود ہے لیکن اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو یہ علامت جمع براہوئی میں چند ایک لفظوں میں استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کے برعکس بلوچی میں یہ علامت وسیع پیمانے پر استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً بزگل، سپاہ گل، جنک گل، مردم گل، دُزگل، اسپ گل، رن گل وغیرہ۔ یہ علامت جمع ''گل'' نہ صرف بلوچی میں مستعمل ہے بلکہ یہ کُردی زبان میں بھی علامت جمع ہی کے لیے مستعمل ہے۔ نیز اجتماع اور جمعیت کے معنی بھی دیتی ہے۔ مثلاً میگل (بھیڑوں کا گلہ)، گاوَگل (گائے اور بیلوں کا گلہ) گلیک (جماعتی، جمعی)

بنیادی طور پر یہ علامت جمع ہند آریائی ماخذ سے تعلق رکھتی ہے۔ فارسی میں ''گلہ'' کے معنی ہیں جانوروں کا غول یا جانوروں کا ہجوم مثلا فارسی میں گلہ میش، گلہ گوسفند یعنی ریوڑیوں کا گروہ وغیرہ اور فارسی کا غول بھی ''گلہ'' یا ''گل'' ہی سے مشتق نظر آتا ہے جو سپاہ کے ہجوم اور اکٹھ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بلوچی میں یہ علامت جمع جانوروں اور انسانوں کے ہر دو گروہوں کے متعلق یکساں طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اور اسی طرح پہلوئی میں بھی بعض اسماء کی جمع اضافت ''ک'' براہوئی سے قریبی مماثلت رکھتی ہے:

پہلوئی	براہوئی	اردو
ہرومیک	رومیک	اہل روم
ہمادیک	ہمادیک	اہل ماد
کاروانیک	کاروانیک	اہل کارواں''(٦)

پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف مقالہ نگار نے براہوئی زبان میں جمع بنانے کے لاحقے (Suffix) 'ک' یا (K) کے لیے سابقہ (Prefix) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حالانکہ 'ک' یا (k) ایک لاحقہ ہے جو واحد الفاظ کے آخر میں شامل ہو کر انہیں جمع بنا دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ 'کل' یا 'گل' کی علامت جمع اکثر دراوڑی زبانوں میں متداول ہے۔ مثلاً تامل زبان میں یہ علامت جمع کل یا گل ہر دو صورتوں میں استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً ماک کل (لوگ) ماگ گل (لوگ) جو ماک یا ماگ کے آخر میں شامل ہو کر اسے جمع میں تبدیل کر دیتی ہے اور اسی طرح گُرو (استاد) گروکل یا گروگل (اساتذہ)' کناری زبان میں یہ لاحقۂ جمع گلو (golu) کی صورت میں متداول ہے۔ مثلاً گُرو (استاد) گروگلو (اساتذہ) اور تولو (Tulu) زبان میں یہ کلو (Kulu) کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے گرو (استاد) گُروکلو (اساتذہ) اور یہی لاحقہ جمع تیلگو (Telgu) زبان میں لو (Lu) کی صورت میں مرّوج ہے جو دراصل کناری زبان کی علامتِ جمع گلو (Gol-u) کا آخری حصہ ہے جو صرف تامل اور کناری زبانوں کے کل (kal)، گل (Gal) یا گلو کے ابتدائی حرف ''ک k یا گ G'' کی حرفی تخفیف ہے۔ تیلگو زبان میں ک خ یا گ G لو سے پہلے مصوتے (Vowel) a یا اے کے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مثلاً لفظ گرّ الو (گھوڑے) میں طویل مصوتہ a تصریفی بنیاد ''گرّا'' کے آخری چھوٹے مصوتے a اور ایک مصوتے کے ملاپ سے حاصل ہوتا ہے اور آخر کار مصوتہ a لو سے پہلے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی الو کا لاحقہ تیلگو کی قدیم صورت میں بطور علامتِ جمع پایا جاتا ہے۔ جو دراصل کناری کے لاحقۂ جمع کی نرم صورت ہے۔

جس طرح گل، کلو یا گلو کا آخری حصہ تیلگو زبان میں پایا جاتا ہے اسی طرح گونڈی (Gondi) اور براہوئی زبانوں میں اس کا ابتدائی حصہ ک K پایا جاتا ہے جو مرورِ ایاّم کے ساتھ ساتھ رائج ہو گیا۔ اور اس میں گل یا کل کا آخری حصہ معدوم ہو گیا۔ مثلاً گونڈی زبان میں نائے (کتا) نائیک (کتے) اور براہوئی میں 'ارا' (گھر) ''اراک'' (گھر) یہی لاحقہ کوئی (kui) زبان میں کاج (kaj) کووئی زبان میں سکا (ska)، نیکی

(Naiki) زبان میں کوج (koj)، گڈابا (Gadaba)، پارجی (Parji) اور کولامی (kolami) زبانوں میں کل (kul)، گوڈاگو (kodagu) زبان میں انگا (anga)، کناڈا (kannada) میں گالو (Galu) اور ملیالم (Malayalam) میں (kal) کی صورت میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں براہوئی زبان میں علامت جمع کے لئے لاحقہ گل بھی مستعمل ہے۔ مثلاً بندغ گل (آدمیوں کالشکر) وغیرہم۔

اب رہا سوال یہ کہ گل علامتِ جمع کے طور پر بلوچی اور کردی زبانوں میں اور گلہ اورغول فارسی زبان میں اگر استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ دراوڑی زبانوں نے ان سے مستعار لیا ہے بلکہ ان زبانوں نے دراوڑی زبانوں سے اسے مستعار لیا ہے کیونکہ دراوڑی زبانوں کے عمومی اثرات اور براہوئی زبان کے خصوصی اثرات فارسی، بلوچی، کردی اور دیگر ہندو آریائی اور ہندو یورپی زبانوں پر مرتب ہوئے ہیں۔ جنہیں فاضل مقالہ نگار نے نظر انداز کرتے ہوئے بہت سے حقائق پر پردہ پوشی کی ہے اور اپنی تحقیق کو یک طرفہ مطالعے تک محدود کرلیا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے اپنے مقالے میں ہنگری زبان کے قاعدۂ جمع اور براہوئی زبان کے قاعدہ جمع میں مماثلت بھی ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہنگری زبان کا مواد بشپ کاڈویل (Bishop Caldwell) کی کتاب ''دراوڑی یا جنوبی ہند کی زبانوں کی تقابلی صرف ونحو'' (A Comparative Grammar of the Dravidian or South Indian Family of Languages) سے حاصل کیا ہے اور اسے توڑ مروڑ کر برتنے کی کوشش کی ہے تا کہ مطلوبہ مقصدِ حاصل ہو سکے۔ ہم ذیل میں فاضل مقالہ نگار کی پیش کردہ جدول اور بشپ کاڈویل کی اصل جدول کو پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین کھرے کھوٹے کی تمیز خود ہی کر کے صحیح نتیجہ حاصل کرسکیں۔

فاضل مقالہ نگار کی پیش کردہ جدول:

	واحد	جمع	اردو
ہنگری	Haz	Hazak	گھر
براہوئی	اُرا	اُراک	گھر (۷)

فاضل مقالہ نگار نے مندرجہ بالا جدول میں پورے مواد کو حاصل نہیں کیا ہے جس میں ہنگری زبان کی چار حالتوں کی گردان دی گئی ہے۔ اور اس جدول کے بعد تامل زبان کی حالتوں کی ایک اور جدول دی گئی ہے جس سے ہر دو زبانوں کا موازنہ کیا گیا ہے ہم قارئین کے ملاحظے اور مطالعے کے لیے اصل جدول کو ذیل میں پیش کرتے ہیں:

اور یہی جدول بشپ کاڈویل کی مذکورہ کتاب میں یوں ہے:

"Singular	Plural
Nominative. Haz	nom. hazak
Genitive. haz-nak	Gen. haz-ak-nak
Dative. haz-at	Acc. haz-ak-nat"(8)

براہوئی کا لاحقہ جمع ''ک / k'' گل، تامل کا کل، کناری کا گلو، گونڈی کا ک اور تیلگو کا لو سب کے سب ہم ماخذ ہیں اور دراوڑی ہیں اور براہوئی سمیت جملہ دراوڑی زبانوں میں قاعدۂ جمع ہندو آریائی اور ہندویورپی زبانوں کے خاندانوں کے قاعدۂ جمع سے مختلف ہے جیسا کہ کاڈویل تحریر کرتا ہے:

"With respect to the principles of pluralization, most of the Dravidian tongues differ considerably from the Indo-European family......."(9)

فاضل مقالہ نگار اپنے مقالے کے نکتہ نمبر۲ براہوئی حرف اضافت (نا) کو سید قدرت نقوی کے حوالے سے سنسکرت میں علامتِ اضافت آنام یا انام کی تخفیفی شکل قرار دیتا ہے۔ حالانکہ سنسکرت میں واحد کے لیے آہ یا سیہ اور جمع کے لیے دام یا نام کے لاحقے استعمال ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

سنسکرت	اردو
وکرم آہ سبھا	وکرم کا دربار
پانینی آہ گیان	پانینی کی حکمت
امرت سیہ سر	امرت کا تالاب
راکشس آہ کلنتر	راکشس کی بیوی

	سنسکرت	اردو
واحد	اشو	گھوڑا
	اشواسیہ	گھوڑے کا
جمع	اشوام	گھوڑوں کا

سنسکرت میں واحد، تثنیہ Dual اور جمع کے صیغے بھی مرّوج ہیں مثلاً اسماء کی مندرجہ ذیل گردان میں اضافتوں اور لاحقوں کے استعمال کو ملاحظہ فرمایئے:

	سنسکرت	اردو
واحد	دہی	خیال
واحد	دہی آہ	خیال کا
تثنیہ	دہیوہ	دوخیالوں کا
جمع	دہیام	بہت سے خیالوں کا
واحد	بھو	زمین
واحد	بھوواہ	زمین کا
تثنیہ	بھویوہ	دوزمینوں کا
جمع	بھووام	بہت سی زمینوں کا
واحد	ندی یاء	ندی کا
تثنیہ	ندیوہ	دوندیوں کا
جمع	ندی نام	بہت سی ندیوں کا
واحد	ودہو	عورت
واحد	ودہواہ	عورت کا
تثنیہ	ودہوواہ	دوعورتوں کا
جمع	ودہونام	بہت سی عورتوں کا

سنسکرت کی طرح دوسری ہندو یورپی اور ہندو آریائی زبانوں میں بھی یہی لاحقے استعمال ہوتے ہیں مثال کے طور پر ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

	سنسکرت	اوستائی	یونانی	لاطینی	اردو
واحد	اشو	اسپ	ہپو	ایغو	گھوڑا
	اشواسیہ	اسپائیہیہ	ہیویو	ایغوئی	گھوڑے کا
جمع	اشوام	اسپانام	ہپان	ایغورم	گھوڑوں کا

مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ براہوئی حرف اضافت 'نا' سنسکرت کے آنام، نام یا ام یا تام سے نہ کوئی تعلق رکھتی ہے اور نہ ہی اس کی تخفیفی شکل ہے۔ جب کہ یہ حرفِ اضافت براہوئی زبان سمیت دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مرّوج ہے۔ مثلاً گونڈی میں 'نا' مستعمل ہے جیسے ماری نا (لڑکے کا) کناری میں اُرانا (گاؤں کا) براہوئی میں مارنا (لڑکے کا) تامل میں یہ ان کی صورت میں مرّوج ہے مثلاً پون ان کڑم (سونے کی زنجیری) تیلگو میں یہ 'نی' کی صورت میں مستعمل ہے مثلاً مارانی (درخت کا) اور کوئی میں یہ نو کی صورت میں متداول ہے۔ مثلاً مارہنو (درخت کا)۔

براہوئی میں 'نا' کی اضافت صرف واحد کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اور جمع کے لیے 'تا' کی اضافت استعمال ہوتی ہے مثلاً کُچک تا (کتوں کا) خراس تا (بیلوں کا) ماتا (لڑکوں کا) مَسن تا (لڑکیوں کا) وغیرہم۔

فاضل مقالہ نگار نے 'نا' کے 'ن' کو اوستائی، فارسی، فرانسیسی، ٹیوٹائی، لاطینی اور دیگر ہندو آریائی اور ہندو یورپی زبانوں میں تلاش کر کے براہوئی کے لاحقہ 'نا' سے مربوط کرنے کی کوشش کی ہے مگر براہوئی کی اضافت ''تا'' جو صیغہ جمع یا جمع الجمع کے لیے استعمال ہوتی ہے اس پر بحث نہیں کی ہے جس کا تعلق مذکورہ ہندو یورپی اور ہندو آریائی زبانوں سے نہیں بنتا ہے۔ بلکہ دراوڑی زبانوں سے مربوط ہے جو کناری زبان میں 'دا' کی شکل میں مستعمل ہے۔ مثلاً مارادا (درخت کا) تامل میں 'دی' اور تو کی صورت کی میں مرّوج ہے۔

مثلاً چلیادی کڑم (پائیل یا پازیب) ماراتو کوپو میں مارا درخت تو (کو) پو (شاخ) یعنی درخت کی شاخ۔ تامل زبان کا یہ لاحقہ تو براہوئی کے لاحقہ تا سے بہت قریب تر ہے۔ اور کورّخ زبان میں یہ 'تا' کی شکل میں مرّ وج ہے۔ مثلاً پاداتاالر (گاؤں کے آدمی) لیکن یہ اضافت براہوئی اور کورّخ میں صیغہ جمع یا جمع الجمع کے لیے استعمال ہوتی ہے اور باقی دراوڑی زبانوں میں صیغہ واحد کے لیے۔

فاضل مقالہ نگار نے براہوئی کے لاحقہ 'نا' کو بلوچی زبان میں اضافت 'نی' سے بھی مربوط کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''براہوئی کا یہ 'نا' بلوچی میں بھی جمع اضافت کے لیے مستعمل ہے۔ مثلاً ''ہورانی موسم (بارش کا موسم) اے مئے روزینہ (روز+ ینہ) کارانت (یہ ہمارے روز کا کام ہے) اس طرح کی دوسری مثالیں بھی ملاحظہ کیجیئے ماہینہ (مہینے کا) سالینہ (سال کا) ''اے آیانی کار انت'' (یہ اُن کا کام ہے)'' (۱۰)

اور اس اقتباس میں آگے کُردی زبان میں بھی اور ایلامی اور فارسی میں بھی اس اضافت کی مثالیں پیش کی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی زبان کے خصوصی اور دراوڑی زبانوں کے عمومی اثرات ان زبانوں پر بہت دوررس اور گہرے ہیں۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے اضافی لاحقہ ''آ'' کو دراوڑی تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اور اسے سنسکرت سے متعلق بتاتے ہوئے جیمز پرنسپ (James Prinsep) کے مندرجہ ذیل اقتباس سے اپنی دلیل کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے:

"What name be given to them, the Brahuiki inflectiions are evidently nearer to the Sanskrit than those of the most modern dialects."(11)

فاضل مقالہ نگار نے اس اقتباس کا اگلا حصہ نہیں دیا ہے جس میں براہوئی زبان کی حالت کے اختتامیوں (Case endings) کو سنسکرت زبان کی حالت کے اختتامیوں کے مشابہہ قرار دیا گیا ہے جو درج ذیل ہے:

Sanskrit	Brahuiki
Nominative: ah Persian: ah	a
Intstrumental: ena	ena
Objective: a ya (ne for nouns ini)	ni (huli ne: from horse)
Ablative: at (changeable to ah, and c)	au and at
Genitive: nan (for nouns ini)	na as huli, huli na
Locative: e, i or tah	at, ti

The accusative or second case alone seems wanting, being supplied by the dative or properly objective case, the plural cannot possibly be traced unless we suppose dh to be canged to t."(12)

جیمز پرنسپ کے محوالہ بالا موازنے کی تردید میں جارج شرٹ (George Shirt) تحریر کرتا ہے:

"The editor James Prinsep made the unfortunate guess that Brahui is Indo-Aryan, basing it on a superficial comparison of the Brahui and Sanskrit case ending."(13)

جیمز پرنسپ نے نہ صرف براہوئی زبان کی حالت کی اختتامیے غلط طور پر تحریر کئے ہیں بلکہ سنسکرت کی حالت کے اختتامیوں کو بھی غلط طور پر فرض کر کے براہوئی کو ہندو آریائی زبان قرار دینے کی صریح غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ سنسکرت کی حالت کے صحیح اختتامیے حسب ذیل ہیں:

(۱) حالت فاعلی Nominative Case

واحد	جمع
اہم میں I	ویام ہم we
توام تو Thou	یویام تم/آپ ye
ستا وہ	He, she

(۲) حالت اضافی (Genitive Case)

واحد	تثنیہ (Dual)	جمع
میڈلیا (mine) میرا		اسوندیا ہمارا our
توادیت (thine) تمہارا		پنسدیا آپ کا Yours
تب یا اس کا His		تدیا ان کا Their
کرتن بے وقوف	کرتنوس دو بے وقوفوں کا	کرتنوام بہت سے بے وقوفوں کا
یدھ جنگ	یدھوس دو جنگوں کا	یدھوام بہت سی جنگوں کا

حالت مفعول ثانی (Accussative Case)

واحد	تثنیہ	جمع
مگون (خوبصورت کو	مگون اوس (دو خوبصورتوں کو)	مگون ام (بہت سے خوبصورتوں کو)

۳۔ حالتِ جری (Dative Case)

واحد	تثنیہ	جمع
تنوی	تنو بھیاس	تنو بھیام
بھراتری	بھراتر بھیاس	بھراتر بھیام

۴۔ حالتِ ندا (Vocative Case)

واحد	تشنیہ	جمع
منوشیہ (آدمی)	منوشیو (دو آدمی)	منوشیا (بہت سے آدمی)

بعینہٖ جیمز پرنسپ نے براہوئی زبان کی حالت کے اختتامیوں کو بھی غلط طور پر مرقوم کیا ہے اور براہوئی کی حالت کے صحیح اختتامیے حسب ذیل ہیں:

حالت فاعلی	(Nominative)
واحد	جمع
ای	نن
حالت اضافی	(Genitive)
واحد	جمع
کنا	ننا
حالت مفعول ثانی	(Dative or Accussative)
واحد	جمع
کنے	ننے
(Ablative)	
واحد	جمع
کنے آن	ننے آن
حالت اوزاری	(Instrumental)
واحد	جمع
کنے اٹ	ننے اٹ
Conj:	
واحد	جمع
کن تو	نن تو
حالتِ جری	(Locative)
واحد	جمع
کنے ٹی	ننے ٹی (۱۴)

فاضل مقالہ نگار نے جیمز پرنسپ کے غلط موازنے پر انحصار کر کے براہوئی کو ہندو آریائی زبان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ''دراوڑی زبانوں کے ان

مختلف اضافی لاحقوں میں ایک لاحقہ ''آ'' (A) بھی مستعمل ہے جو دراوڑی کی ستائیس سے زیادہ زبانوں کی طویل فہرست میں صرف گونڈی میں مستعمل ہے اور اسی کے باعث براہوئی کے (آ) کو زبردستی دراوڑی کا ورثہ قرار دیا جاتا ہے۔'' (۱۵)

اور آگے اپنے اس دعویٰ کی خود تردید کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

''جب کہ دراوڑی زبانوں میں اضافی حالت کے لیے ''اے'' کا لاحقہ سب سے زیادہ مستعمل ہے۔'' (۱۶)

بعینہٖ فاضل مقالہ نگار براہوئی کے لاحقہ ''کین یا کے'' کو بھی دراوڑی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے اور وہ اسے سنسکرت کے ''کیرک یا کرتے'' سے مشتق قرار دیتے ہوئے بلوچی کے لاحقے ''گی'' (Gi) سے مربوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اکثر دراوڑی زبانوں میں مستعمل ہے مثلاً تامل میں کو، ملیالم میں کھو، نو، کناری میں کے، کھے، گی، تیلگو میں کون، کورّخ میں گی، کوئی میں کی اور براہوئی میں کے اور کین کی صورت میں مستعمل ہے۔ اور سرائیکی میں کوں، پوٹھوہاری اور پہاڑی زبانوں میں کی، ڈوگری میں کی، سندھی میں کھے، بنگالی میں کے، ہندی اور اردو میں کو وغیرہم کی صورت میں متداول ہے۔ ان زبانوں میں سندھی، سرائیکی، پوٹھوہاری اور پہاڑی زبانیں بھی اب دراوڑی زبانیں ثابت ہوگئی ہیں۔ جنھیں پہلے ہند و یورپی اور ہند و آریائی زبانوں کے زمرے میں شمار کیا جاتا رہا ہے۔ دراوڑی زبانوں اور سنسکرت میں حالتِ مفعول ثانی مختلف لاحقوں اور طریقوں سے تشکیل پاتی ہے۔ سنسکرت میں دراوڑی زبانوں کے برعکس ای، آئی، بھیام اور بھیاس ایسے لاحقوں سے حالتِ مفعولی ثانی تشکیل پاتی ہے مثال کے طور پر:

واحد	تثنیہ	جمع	مونث
تنوای	تنو بھیاس	تنو بھیام	دیوی آئی (واحد)
			دیوی بھیاس (تثنیہ)
			دیوی بھیام (جمع)

محولہ بالا مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ دراوڑی زبانوں بشمول براہوئی زبان میں حالتِ مفعول ثانی (Dative Case) کے اختتامیے سنسکرت کی حالتِ مفعول ثانی سے یکسر مختلف ہیں اور اس کا طریقہء تشکیل بھی باہم مختلف ہے۔ رہا سوال سنسکرت کی حالت مکانی (Locative Case) کے لاحقے کرتے (kr'te) اور کرتام (Kr'tam) کی دراوڑی حالتِ مفعول ثانی کے لاحقوں میں باہمی مشابہت کا تو سب سے پہلے ڈاکٹر ٹرمپ (Dr. Ernest Trumpp) کو یہ مغالطہ ہوا وہ تحریر کرتا ہے:

"The fact, the Aryan vernaculars, which border immediately on the Dravidian idioms, have not adopted the use of 'ko' as the sign of dative, shows that it is improbable that the dialects more to the north have been indebted for this from to the Dravidian idioms."(17)

اس کی تردید میں بشپ کاڈویل تحریر کرتا ہے:

"In the primitive Indo-European tongues, we discover no trace of any such suffix or case sign as the Dravidian Ku."(18)

سنسکرت کا مشہور عالم جان بیمز (John Beams) بھی دراوڑی لاحقہء حالتِ مفعول ثانی کو اور سنسکرت کرتے کو باہم مربوط نہیں سمجھتا ہے اس سلسلے میں وہ تحریر کرتا ہے:

"The mind is not satisfied with the parrallel affiliation of "ko" to "kr'te".(19)

مگر جان بیمز ہورنل (Hoernle) کے اس خیال سے متفق نظر آتا ہے کہ بنگالی حالتِ مفعول ثانی کا لاحقہ کے بنگالی کی حالتِ مکانی کے لاحقے کچھے سے ماخوذ ہے جس کا مطلب بغل (Arm pit) اور نزدیک ہے اور یہ سنسکرت کے لفظ کاکشا (Kaksha) سے مشتق ہے جو بہت سی تبدیلیوں اور شکلوں کے بعد کے، کو وغیرہم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ (۲۰) لیکن جب ہم سنسکرت کے لفظ کاکشا کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی یا کلاسیکی سنسکرت میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ ساتویں صدی عیسوی کی سنسکرت میں یہ

لفظ ملتا ہے جسے سب سے پہلے ماگھا(Magha) نامی شاعر نے ساتویں صدی عیسوی میں اپنی رزمیہ نظم (Epic Poem) ''سسو پالا بادھا'' (Susupalabadha) میں استعمال کر کے اس وقت کی مرّوجہ سنسکرت کا حصہ بنا دیا۔لفظ کاکشا بھی آریائی نہیں ہے بلکہ دراوڑی ہے کیونکہ یہ دیگر آریائی زبانوں اوستائی، یونانی اور لاطینی میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ یہ دراوڑی زبانوں میں کثیر الاستعمال ہے۔مثلاً پارجی زبان میں یہ لفظ کاوکور (Kavkor)، گونڈی زبان میں کاکاری (kakari)، گوڈایا زبان میں کوسل (Kusul)،سرائیکی زبان میں کچھ،سندھی زبان میں کُچھ اور پنجابی زبان میں کچھ وغیرہم کی صورت میں مروج ہے۔علاوہ ازیں کچھ ہندوآریائی زبانوں مثلاً بنگالی زبان میں کُچھ کی شکل میں مستعمل ہے جو دراوڑ زبانوں سے مستعار ہے۔ان جملہ زبانوں میں یہ لفظ بغل(Arm pit) کے معنی میں ہے۔ڈاکٹر غلام علی الانا بھی اس بات سے متفق ہے کہ سندھی زبان کا یہ حرف جر (Preposition) دراوڑی ہے جو دیگر دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔(۲۱)

اس ساری بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ دراوڑی حالت مفعول ثانی کے مختلف لاحقے سنسکرت یا ہندوآریائی اور ہندویورپی زبانوں سے مستعار نہیں لیے گئے ہیں بلکہ خالص دراوڑی ہیں اور برصغیر میں آریاؤں کے حملے سے بہت پہلے دراوڑی زبانوں میں مرّوج تھے اور اب بھی ہیں۔

فاضل مقالہ نگار کے نزدیک براہوئی زبان کا اوزاری لاحقہ 'اٹ' بھی دراوڑی نہیں ہے بلکہ تیلگو کا 'تا'' اور براہوئی کا 'اٹ' اکادی زبان کے اوزاری لاحقے 'اتی' سے مماثل ہیں اور بلوچی زبان کے 'اچ' 'اژ' اور 'چہ' یا 'شہ' سے بھی مشابہ ہیں۔
ڈینس برے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کرتا ہے:

"The Brahui instrumental-'at' is not infrequently used with a quasi- locative force, and it seems probable that it is derived from the same source as the locative 'ati'. Obvious analogies are afforded by

Telugu and Tulu. In Telugu the classical instrumental 'ta' (-ta) is identical with the locative, and is derived from the inflextional "ti" which is itself sometimes used as locative. Similarly the Tulu instrumental-d', 'tu' or 't'. The resemblance of the Telugu suffixes to the suffixes in Brahui is particularly strong."(22)

دراوڑی زبانوں میں آلاتی حالت (Instrumental Case) اور حالت مکانی کے لاحقوں میں نہ صرف مماثلت پائی جاتی ہے بلکہ وہ بسا اوقات ہم ماخذ بھی ہیں۔ جولز بلاخ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

"Between the terminations properly so called and the distinct words placed after as Telugu cetan 'with the hand" whence "thanks to", Tamil "udeiya" "who possesses" (relative participle) serving as gentive Kondu" having taken" used as Hindi leker with instrumental, one finds intermediates for instance, Tamil "with" cf. Kanarese Oclam "company, union", Telugu Toda "Company and toda, to "with" some; have suggested that Tulu ta be connected here' to which must then be joined Brahui at "by", ati "in".(23)

بعینہٖ فاضل مقالہ نگار براہوئی کے لاحقہ مکانی 'ٹی یا اٹی'' کو دراوڑی تسلیم کرنے سے انکاری ہے اور وہ کہتا ہے:

''ایک تو تیلگو کی اضافی حالت "Ti" سے نکلا ہوا "Ta" چاہے یہ اوزاری ہو یا مکانی ہو، براہوئی کے ''ٹی'' سے اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا کیونکہ براہوئی میں "Ti" تو شروع ہی سے مکانی لاحقہ ہے تو پھر دراوڑی یعنی تیلگو کی طرز پر کسی اضافی حالت سے اس کے مکانی لاحقہ کے بننے اور تیلگو سے اس کی مشابہت کا جواز ہی بے معنی ہے۔'' (۲۴)

فاضل مقالہ نگار یہ بات بہت جلد ہی بھول گیا جب اس نے براہوئی کے لاحقہ مفعول ثانی کے یا کین کو سنسکرت کی حالت مکانی کے لاحقے کیرک یا کرتے سے مشتق قرار دیا تھا۔(۲۵)

جب براہوئی کے حالت مفعول ثانی کا لاحقہ کے یا کین سنسکرت کی حالت مکانی کے لاحقے کیرک یا کرتے سے مشتق ہو سکتا ہے تو پھر فاضل مقالہ نگار کو تیلگو کی حالت اضافی یا حالت اوزاری کے لاحقے ٹی یا ٹا سے براہوئی کی حالت مکانی کے لاحقے ٹی یا اٹی کی مماثلت اور تعلق پر اسے کیوں اعتراض ہے؟

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے لاحقے ٹی کا تعلق عربی کے لاحقے فی سے مربوط کرنے کی کوشش کرتا ہے جو صوتی اور لسانیاتی اصولوں کے خلاف ہے۔اسی طرح وہ قدیم یونانی کے لاحقے اتھی (athi)، فارسی کے طی، ترکی کے دی، وخی کے ثی سے مماثل قرار دیتے ہوئے حسبِ عادت بلوچی کے تہ اور تہا سے مربوط کر دیتا ہے۔

ہم نے براہوئی کے اٹ پر بحث کرتے ہوئے اٹی یا ٹی کی مماثلت دراوڑی زبانوں کے لاحقوں سے پہلے ہی ظاہر کر دی ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے براہوئی کی حالت جری (Ablative Case) کے لاحقے آن کو غلط طور پر تیان تصور کر کے اسے قدیم یونانی کے (then) سے مماثل قرار دیا ہے حالانکہ یونانی میں اس کا تلفظ دین ہے جو براہوئی کے آن سے صوتی اور صرفی و نحوی اعتبار سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔یہ لاحقہ دراوڑی زبانوں میں بھی مستعمل ہے اس کے بارے میں ایم ایس انڈرونوف تحریر کرتا ہے:

"The Brahui suffix of the ablative, 'an' has the following corresponding suffixes in other Dravidian Languages: the suffix of the ablative- al in Gondi, the suffix of the instrumental- ablative- (v) an in Konda, the suffix of the instrumental- comitative- (n) al) in Gadaba and the suffixes of the instrumental- 'al' and- 'an/al' in Malaylam and Tamil, respectively."(26)

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے حرف ربط (conjective) تو کو بھی دراوڑی تسلیم کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک ''براہوئی کا ''تو'' (to) جو اصل میں تون ہے جسے عام طور پر مختصر کر کے ''تو'' (to) بولا جاتا ہے۔'' (۲۷)

یہ صرف ربط واحد میں یک رکنی بنیادوں (Monosyllabic bases) سے متعلقہ مصوتے اے (a) کے ذریعے اور دیگر بنیادوں سے براہِ راست مربوط ہوتا ہے اور جمع میں یہ تمام بنیادوں سے متعلقہ مصوتے ای (e) کے ذریعے مربوط ہوتا ہے۔ مثلاً واحد لفظ مار (لڑکا) میں ماراتو (لڑکے کے ساتھ) اور جمع میں مارتے تو (لڑکوں کے ساتھ) اور ایسے الفاظ جو مصوتے اے (a) سے شروع ہوتے ہیں اور فعل حال کی مثبت صورتوں سے پہلے یہ حرف ن کے ساتھ مل کر مربوط ہوتا ہے مثلاً ''تینا تو فک کن تون اف دانا ایلم تون ءِ'' (میری بندوق میرے پاس نہیں ہے یہ تمہارے بھائی کے پاس ہے) اور اکثر مصمتہ 'ن' اسنانی وقفے (Dental Plosive) سے شروع ہونے والے الفاظ میں بھی درآتا ہے۔ اور تو سے تون ہو جاتا ہے مثلاً ''کنا ماراتون توش'' (میرے لڑکے کے ساتھ بیٹھو)

اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ تون دراصل تو کی ایک تصریفی صورت ہے جو مذکورہ بالا صورتوں میں استعمال ہوتی ہے اور بنیادی لفظ تو ہی ہے تون نہیں ہے اور یہی تو دراوڑی زبانوں کے حروف ربط سے مماثل ہے مثلاً تیلگو میں یہ تو، توڈو، تامل میں اڈو وغیرہم کی صورت میں مرّوج ہے اور براہوئی کے الفاظ تد اور توان سے گہری مماثلت کے حامل ہیں۔

فاضل مقالہ نگار اسے تون تصور کر کے غلط طور پر مندرجہ ذیل زبانوں کے حروف ربط سے مماثل قرار دینے کی کوشش کرتا ہے۔ جو لسانیاتی اصولوں کے خلاف ہے اس سے قارئین خود اندازہ کر لیں کہ یہ مماثلت سطحی قسم کی ہے حقیقی نہیں ہے:

براہوئی	بلوچی	سندھی	پشتو	فارسی	اوستا	پہلوی	لاطینی	پنجابی	سنسکرت	کھوار	عثمانی ترکی
تون	گون	سان	سرہ	با	دا	گومی Gomi	کم Cum	کول	سُم Sum	سم	Geh eh(28)

فاضل مقالہ نگار کے مندرجہ بالا موازنے سے کوئی بھی مماثلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔اس کے بعد مصنف براہوئی کے حرف ربط تو یا تون کو بھول کر بلوچی اور فارسی کے با اور گ کے باہمی تبادلے پر بحث کرنے بیٹھ جاتا ہے جس کا موضوع بحث سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے وہ تحریر کرتا ہے:

> ''یاد رہے کہ بلوچی میں یہی صورت موجود ہے کیونکہ بلوچی عام طور پر فارسی کے 'با' (ba) کو 'گا' (ga) سے بدلتی ہے۔ مثلاً فارسی 'باد' بلوچی ''گوات'' فارسی برق ''بلوچی 'گروک' فارسی 'بازی' بلوچی ''گوازی' وغیرہ اس طرح کی مثالیں ہیں جب کہ انگریزی میں فارسی کا 'با' (Ba)"With" میں واوٗ سے بدلتا ہوا نظر آتا ہے۔'' (۲۹)

یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود ہی بتائیں کہ اس بات کا موضوعِ بحث سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ ہماری سمجھ میں تو اتنا آتا ہے یہ بات فاضل مقالہ نگار کو موضوع سے بہت دور لے گئی ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس سے پہلے یہ کہا تھا کہ 'براہوئی کے حرف ربط (conjective) تو یا تون کو تیلگو کے تو کے مماثل سمجھا جاتا ہے نیز تیلگو کے توڈو (Todu) اور تامل کے اڈو (Odu) کو بھی براہوئی کے (تو یا تون) سے قریب تر تصور کیا جاتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تیلگو کے ٹوڈو (Todu) اور تو (To) تو محض (Todu) کی ایک اختصاری شکل ہے۔'' (۳۰)

اب فاضل مقالہ نگار اپنی اسی بات کی خود تردید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کرتا ہے:

> ''دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ تامل میں (Odu) کے علاوہ اوزاری حالت کے لیے کدا اور کونڈو (Kondu) بھی مستعمل ہیں جو واضح طور پر بلوچی کے ''گون'' اور براہوئی کے ''تون'' سے مماثلت رکھتے ہیں۔'' (۳۱)

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے ضمائر استفہامیہ (Interrogative Pronouns) کو دراوڑی ماننے کو بالکل تیار نہیں ہے۔ بلکہ انہیں وہ ہندو یورپی اور ہندو

آریائی زبانوں سے مربوط قرار دیتا ہے۔ حالانکہ براہوئی زبان کے لفظ انت (کیا) کے لیے دراوڑی زبانوں میں مندرجہ ذیل الفاظ مستعمل ہیں:

تامل	کوٹا	ٹوڈا	گونڈی	کوئی	کورخ	مالتو	براہوئی	ملیالم
یادو (yado)	اید (ed)	ایتھ (eth)	باتی (batti)	اناری (anari)	اِنڈر (endr)	اکوتھ (Ikuth)	انت	ایندو
آدو (edu)	اد(ed)	کون، کیا						
ادو (edu)								

فاضل مقالہ نگار کے لیے مندرجہ بالا مماثلت قابل قبول نہیں ہے لہٰذا وہ براہوئی کے لفظ انت کی مماثلت کو مندرجہ ذیل ہندو یورپی زبانوں اور عربی میں تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے:

سنسکرت	اوستائی	کردی	مشرقی بلوچی	عربی	براہوئی
کت(kat)	چت	اژد، ہا، آ	ہئیں(hain)	ایں (کہاں)	انت
یت(yat)					

وہ اس کے لیے یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ ''براہوئی کا انت (ant) سنسکرت کے "Yat" کے نہ صرف زیادہ قریب ہے بلکہ ممکن ہے کہ براہوئی کا انت سنسکرت کے "Yat" ہی سے پہلے "Yant" یا "Hant" اور بعد میں انت بن گیا ہو کیونکہ یا کی آ میں بدلنے کی مثالیں عام ملتی ہیں اور اس کے علاوہ گاتھک میں "K" ہمیشہ "h" میں بدل جاتا ہے اور اسی طرح یونانی اور لاطینی کا "K" انگریزی میں "H" بن جاتا ہے مثلاً لاطینی میں کور Cor یونانی میں کارڈیا (kardia) انگریزی میں (Heart) بن جاتا ہے اور "H" نرم ہو کر "A" میں بھی بدلتا ہے۔'' (۳۲)

یہ k کی h اور پھر h کی A میں تبدیلی کا قانون ہندو یورپی زبانوں میں تو رائج ہے مگر دراوڑی زبانوں میں یہ قانون مرّوج نہیں ہے لہٰذا اسے ان پر منطبق کرنا لسانیاتی اعتبار سے جائز نہیں ہے۔ لیکن فاضل مقالہ نگار اس قانون کو دراوڑی زبانوں پر بھی منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

> ''اسی طرح ممکن ہے کہ ملیالم کے "Endu" تامل کے "Ennadu" اور کورّخ کے "Endr" وغیرہ بھی سنسکرت کے "yat" ہی سے پہلے یندو اور اندو اور اندر وغیرہ بن گئے ہوں گے جب کہ گونڈی کا (bad) تو واضح طور پر انگریزی کے "What" سے مماثلت رکھتا ہے۔'' (۳۳)

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے لفظ ''دیر'' (کون) کو بھی دراوڑی نہیں سمجھتا ہے اور وہ مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

> ''براہوئی کے ''دیر'' یعنی ''کون'' کو ایک طرف کُرّخ کے ''نے'' اور مالتو کے ''نیر یہہ (Nereh) سے جوڑا جاتا ہے اور دوسری طرف ڈینس برے تولو کے "Yer" یا "Yeru" کو تامل کے یاوار (yavar) اور براہوئی کے ''دیر'' کے درمیان آخری ربط قرار دیتا ہے۔ براہوئی کا ''دے'' یا ''دیر'' اصل میں بلوچی کے ''کئے'' اور فارسی ''کی'' سے مشابہت رکھتا ہے جو سندھی، سرائیکی اور کھیتر انی میں ''کیر'' ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ ''ک'' ''چ'' کے ساتھ ساتھ ''د'' میں بھی بدلتا ہے۔ مثلاً لاطینی میں کرم (Corrium) یونانی میں درما (Derma) بن جاتا ہے اور سنسکرت میں یہ ''چرم'' یا ''چرمن'' کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ متبادل اتنا وسیع ہے کہ اوستا میں یہ سرمن بلوچی اور براہوئی میں سِل انگریزی میں "Skin"، پشتو میں ''شرمن'' عربی میں ''جلد'' سندھی اور سرائیکی

میں ''کھل'' اردو میں ''کھال'' فنی اوگری میں تول (tol) اور
دراوڑی میں تگالو Togalu بن جاتا ہے کردی میں اس کے لیے
''سیرمہ'' کے ساتھ ساتھ توکل، تو کال بھی مستعمل ہے۔ جو حیرت
انگیز طور پر دراوڑی کے ''تگالو'' سے مماثلت رکھتا ہے۔''
اس کے علاوہ بھی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً ''مادہ'' کی مونث کا روٹ
(root) کہیں ''ماچہ'' بن جاتا ہے اور کہیں ''ماکیاں'' (یعنی مرغی)
کی صورت میں ملتا ہے۔ ہندیورپی زبانوں کے علاوہ سیکتھین
زبانوں میں بھی مثلاً تاتار "ke" میں "de" اور منگولین میں
"Dou" بن جاتا ہے کیونکہ ان زبانوں میں بھی K کا T اور D
میں بدل جانا ایک عام سی بات ہے۔ پشتو زبان میں بلوچی اور فارسی
کا کیئرکی کا ابتدائی سلیبل "K" سے "S" میں بدل کر سوک بن
جاتا ہے۔'' (۳۴)

فاضل مقالہ نگار نے اپنی دلیل کی ابتداء 'ک' کی ''چ اور 'د'' میں تبدیلی سے
کی تھی مگر وہ خود ہی اپنی بات کی تردید کر دیتا ہے۔ جب اسے اوستا میں سرمن، براہوئی و
بلوچی میں سل، انگریزی کے Skin پشتو کے شرمن، عربی میں جلد، سندھی سرائیکی میں
کھل، اردو میں کھال، فنی اوگری میں تول Tol اور دراوڑی تگالو (Togalu) کردی
کے سیرمہ، توکل تو کال پر منطبق کرتا ہے کیونکہ ان الفاظ میں 'ک، چ' اور 'د' کی باہم
تبدیلی ہمیں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی ہے۔ البتہ وہ تاتاری ke کی منچو میں Dou کی
تبدیلی میں اس اصول کا صحیح اطلاق کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بعد میں
دوبارہ اس کی تردید کر دیتا ہے جب وہ کہتا ہے:

''ان زبانوں میں بھی k کا T اور D میں بدل جانا ایک عام سی بات
ہے۔ پشتو میں بلوچی اور فارسی کے کیئرکی کا ابتدائی سلیبل K سے S
میں بدل کر سوک بن جاتا ہے۔'' (۳۵)

سب سے پہلے اس نے ''ک، چ اور د'' کی باہمی تبدیلی کا ذکر کیا تھا مگر وہ اب اسے فراموش کر کے K کی T اور D میں تبدیلی کی بات کرتا ہے اور پھر اسے بھی بھول جاتا ہے اور آخر میں K کی S میں تبدیلی کی بات کرتا ہے۔

اس کے بعد جب وہ اپنی اس دلیل سے براہوئی لفظ دیر کا تعلق ہندو آریائی اور عربی کے الفاظ سے ثابت نہیں کر سکتا ہے تو وہ ایک اور دلیل پیش کرتا ہے اور اسے یونانی کے پوٹیروس (Poteros) سے مشتق قرار دیتا ہے اور پھر سنسکرت کے Ka سے بھی اسے مماثل قرار دیتا ہے مگر پھر بھی اس کی طبیعت اس سے مطمئن نہیں ہوتی ہے تو ایلامی زبان کے Akka (کون) سے اسے مربوط کرنے کی کوشش کرتا ہے اور آخر میں اسے چینی و تبتّی زبانوں اور نیپال کی زبانوں سے بھی ماخوذ قرار دیتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار آخر براہوئی کے دیر کو ہندو آریائی، سامی، چینی، تبتّی، نیپالی اور کس لسانی گروہ کی زبانوں کے الفاظ سے مربوط کرنا چاہتا ہے؟

براہوئی کا لفظ ''دیر'' واضح طور پر دراوڑی زبانوں کے مندرجہ ذیل مترادفات سے مماثلت اور گہرے ربط کا حامل ہے:

تامل	گوڈاگو	تولو	کورخ	مالتو	
یاوار (Yavar)	داری ari (d)	ییر	نے(Ne)	نیریہہ(Nereh)	
یار(yar)				واحد مذکر	
				نیریتھ یانیتھ (nereth) (Neth)	
				واحد مونث	
				نیریر(جمع)(nerer)	

تولو اور کناری زبانوں میں وائی Y، D میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو تامل کے یاوار اور براہوئی کے دیر کے درمیان آخری ربط کو قائم کرتا ہے کیونکہ مشترکہ دراوڑی استفہامیہ بنیاد یا مبہماتی بنیاد (The common Dravidian Interrogative or Pronominal Base) یا (ya) ہے۔(۳۶) جو ہائی تامل میں بحثیت ضمیر

مستعمل ہے اور براہوئی دے (کون) جو حالت فاعلی (Nominative) (Pronoun) ہے کا متبادل بھی پیش کرتا ہے اور حالت اضافی (Genitive) واحد دِنا (کس کا) کی صورت کو بھی واضح کرتا ہے۔ علاوہ ازیں شمالی دراوڑی زبانوں مثلاً کرّخ میں نے (کون) اور مالتو میں نیر یہہ، نیر یتھ یا نیتھ اور نیر یر کا یائے واضح طور پر مصوتے (e) کو ظاہر کرتا ہے۔ اوران زبانوں میں مصوتے سے پہلے 'ن'(N) اور براہوئی میں 'دُ'(D) آتا ہے جو 'ن' کی قدیم تر صورت ہے۔ لہٰذا کُرّخ کا نے اور مالتو کا نیر یہہ یا نیرے، نیر یتھ یا نیتھ اور نیر یر براہوئی میں دیر یا دے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

فاضل مقالہ نگار کو براہوئی کے اٹ (کتنا)، ارا (کون سا، کب)، امر، امہ (کیسا) وغیرہم پر بھی اعتراض ہے کہ یہ سب کے سب دراوڑی ہیں۔ وہ انہیں بھی حسب دستور ہندو آریائی، ہندویورپی اور دیگر لسانی گروہوں کی زبانوں سے مربوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ سب دراوڑی زبانوں میں پائے جاتے ہیں اوران میں گہری مماثلت اور تعلق موجود ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل دراوڑی اور براہوئی الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

براہوئی	تیلگو	تامل	کناری	اردو
امر، امہ	ایمی (Emi)	ایوڈام (evvadam)		کیسے، کیسا
		یانڈو (yandu)		
اٹ		ایٹینائی (Ettani)		کتنا
ارا، اراد		انڈا (Enda)	دارو	
		ایڈو (Edu)		
		یاڈو (Yadu)		
انتئے	Elu			کیوں

دراوڑی زبانوں میں استفہامیہ کی بنیادا ی (e) بھی ہے جو یا (ya) سے قدیم تر اور خالص تر ہے اور یہ براہوئی زبان میں ای (e) کے بجائے اے (a) کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً انت (ant) تو ملیالم میں اینڈو (Endu)، تیلگو میں ایمی (emi)، براہوئی میں اٹ (at) جو تامل میں ایٹینائی (Ettani) میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اسی طرح براہوئی

میں اخدر (a-khadar) جو دراوڑی اور عربی الفاظ کا مرکب ہے یعنی اے (a) جو دراوڑی استفہامیہ کی بنیاد ہے اور خدر عربی لفظ قدر کا بگاڑ ہے جو خدر کی صورت میں ہے۔ جس کے معنی کتنا کے ہیں اور اس کی مزید صورتیں اخس اور اخہ کے طور پر مرّوج ہیں جسے فاضل مقالہ نگار نے بلوچی کے چکس چہ+کساس سے غلط طور پر مربوط کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اے اور چ کی باہمی تبدیلی کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے براہوئی کے اسمائے اشارہ کو بھی دراوڑی کے بجائے ہندو آریائی، ہندو یورپی اور دیگر لسانی خاندان کی زبانوں سے مربوط کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان میں اور دراوڑی خاندان کی اکثر زبانوں کے اسمائے اشارہ میں گہری مماثلت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ مثلاً براہوئی میں دا یہ اے یا او وہ اور جمع کی صورت میں ان میں ف اور ک کا اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً دافک، ایفک اور اوفک اور براہوئی میں یہ دراوڑی زبانوں کے اسمائے اشارہ کی طرح نزدیک (Proximate)، درمیان (Mediate) اور دور (Remote) کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کی بنیاد اے (a)، آئی (i)، اور یو (u) ہے جو جنس اور تعداد کے لاحقوں سے تشکیل پاتے ہیں اور تامل زبان میں بھی یہ جنس اور تعداد کے لاحقوں سے تشکیل پاتے ہیں۔ اور واحد کی صورت میں یہ اڈو (a-du)، ایڈو (idu)، اور اوڈو (u-du) ہیں اور جمع کی صورت میں اوائی (a-v-ei)، ایوائی (i-v-ei) اور (u-v-ei) ہیں اور تیلگو میں یہ واحد کی صورت وآڑو (uadu) اور وائیڈو (vidu) ہیں۔ ان سب میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ بعینہٖ کرّخ اڈ، کاڈ اور آدھی براہوئی کے اسمائے اشارہ سے قریب ترین ہیں۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے لاحقہ نفی اَلو کو بھی دراوڑی نہیں مانتا ہے۔ حالانکہ یہ سب دراوڑی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ جو دیگر دراوڑی زبانوں میں ہلا یا الا (Halla) (Alla) کی صورت میں اور براہوئی میں الو، ہلو، ہلوس، الوس، ہلوٹ اور الوٹ وغیرہم کی صورتوں میں تبدیل ہوتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے ضمیر معکوس (Reflexive Pronoun) تین (ten) کو بھی دراوڑی تسلیم نہیں کرتا ہے اور اسے سنسکرت کے سوا سام، لاطینی کے (se, sibi, sui)، یونانی کے He، روسی کے واحد سام، جمع سومی واحد مذکر سویا اور واحد مونث کے لیے سوئی سے مربوط کرتا ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی بھی مماثلت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ براہوئی کا یہی تین جو دیگر دراوڑی زبانوں میں تان کی صورت میں موجود ہے۔ فاضل مقالہ نگار براہوئی کے اسکا (iska) کو بھی دراوڑی کے بجائے ہندو یورپی زبانوں سے مربوط کرتا ہے حالانکہ یہ تامل زبان کے اِلکو، ال- کو (il-ku) سے گہری مماثلت کا حامل ہے۔ اسی طرح وہ براہوئی کے ضمیر مخاطب (.Second Person Sing) نی (ni) کو بھی دراوڑی ماننے کو بالکل تیار نہیں ہے۔ حالانکہ براہوئی اور دراوڑی زبانوں کی تمام ضمائر ناقابل تردید اور مسّلمہ طور پر مماثل و مشابہہ ہیں۔ فاضل مقالہ نگار براہوئی فعلی اختتامیوں (Verbal endings) ار (ir) اور ''ک'' وغیرہم کو بھی دراوڑی تسلیم نہیں کرتا ہے اور ''ڑ'' کو علامت مونث نہیں مانتا ہے۔ جہاں تک براہوئی فعلی اختتامیوں کا تعلق ہے تو وہ دراوڑی ہیں اور بہت سی دراوڑی زبانوں کے فعلی اختتامیوں سے مماثلت کے حامل ہیں اور رہا 'ڑ' کا سوال تو عرض ہے کہ براہوئی زبان میں دیگر دراوڑی زبانوں کی طرح باریک تذکیر و تانیث کا نظام (Gender System) موجود نہیں ہے لہٰذا اس میں تذکیر و تانیثیت بنانے کا کوئی لگا بندھا کلیہ اور قاعدہ نہیں ہے اس کی صفات اور افعال وغیرہم تذکیریت و تانیثیت کے مطابق تبدیل نہیں ہوتے تاہم اس میں 'ڑ، نا، ای، آں، لو، اور 'ک'' کہیں کہیں جنسی یا صنفی لاحقوں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ براہوئی میں تذکیریت و تانیث کے لگے بندھے نظام کی عدم موجودگی ہندو آریائی اور ہندو یورپی زبانوں خصوصاً فارسی و بلوچی کے اثرات کی وجہ سے ہے جیسا کہ جولز بلاخ تحریر کرتا ہے:

> "In the whole family; only Brahui does not recognize gender. The omission is due, as many other peculiarties of this language, to the Iranian surroundings."(37)

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے ابتدائی تین اعداد شماری (Cardinal Numbers) کو بھی دراوڑی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے حالانکہ دنیا بھر کے ماہرین لسانیات جنہوں نے دراوڑی زبانوں اور براہوئی پر بہت کام کیا ہے اس بات پر متفق ہیں کہ براہوئی کے ابتدائی تین اعداد اَسٹ (ایک) اِرٹ (دو) اور مُسٹ (تین) دراوڑی ہیں اور باقی سب اعداد ہندو یورپی اور ہندو آریائی زبانوں سے مستعار ہیں۔ بلکہ فارسی کی بگڑی ہوئی صورت میں ہیں۔ جب کہ تین ابتدائی اعداد دو صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسٹ، ارٹ اور مُسٹ اسمائے اعداد (nouns of numbers) ہیں اور اسے اِرا اور مُسہ اعدادی صفات (Numeral adjectives) ہیں۔ دراوڑی اعداد بھی بعینہٖ دو شکلوں میں موجود ہیں۔ براہوئی کے عدد اِرٹ کا بنیادی مادہ 'اِر' (ir) تمام دراوڑی زبانوں کے عدد دو کے مادے سے گہری مماثلت کا حامل ہے۔ اور براہوئی عدد اَسٹ کا بنیادی مادہ 'اَس' (as) دراوڑی زبانوں کے عدد ایک کے بنیادی مادے اور (or) سے مماثلت کا حامل ہے کیونکہ براہوئی کے اَس کا س دراوڑی عدد کے 'ر' سے تبدیل ہوتا ہے اور اسی طرح اس کا ا و اے سے بدل جاتا ہے۔ اور براہوئی عدد مُسٹ کا بنیادی مادہ مُس دراوڑی زبانوں کے تین کے مادے مُر سے گہری مماثلت کا حامل ہے اور یہاں بھی اول الذکر کا س موخر الذکر زبانوں میں ر سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ براہوئی اور دیگر دراوڑی زبانوں کے ابتدائی تین اعداد کے مندرجہ ذیل موازنے کو دیکھئے جن میں تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ان میں گہری مماثلت نمایاں ہے:

تامل	مالتو	کرّخ	تیلگو	پارجی	براہوئی	گوڈابا
اونڈرو Ondru	اورٹ (ort)	اونڈ (Ond)	اوکاٹی (okati)	اوکٹی (okti)	اَسٹ	اوکوٹ (okut)
اراانڈو (Irandu)	ایور (Ivr)	اینڈ (end)	رینڈو (Rendu)	اِرڈو (Irdu)	اِرٹ	انڈی (Indi)
منڈرو (mundru)	مونڈرنگ (Mundring)	مونڈ (Mund)	مورو (Muru)	موڈو (Mudu)	مُسٹ	مونڈ (mund)

فاضل مقالہ نگار براہوئی کے ہندو یورپی، ہندو آریائی اور کئی دیگر زبانوں کے اثرات کے تحت تجزیہ کرنے کے بعد بھی کسی خاص نتیجے پر پہنچنے میں ناکام ہوتا ہے اور وہ قارئین کے ذہن میں پیدا ہونے والے اس سوال کو کہ ''آخر براہوئی زبان کا تعلق کس لسانی خاندان سے ہے؟'' کو بغیر کوئی تسلی بخش جواب دیئے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے مقالے کا یہ الجھا ہوا نتیجہ برآمد کرتا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ''دردک'' زبانوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ یکساں طور پر ہندو ایرانی اور ہندو آریائی اثرات کی حامل زبانیں ہیں بعینہ اسی طرح براہوئی کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ (Medo-Elamite) یعنی میدی زبان کے ساتھ ساتھ معدوم ایلامی (Elamite) زبان سے بہت حد تک مختلف کسی قدیم اور معدوم ایرانی زبان کی حامل ایک ایسی منفرد زبان ہے جو دراوڑی گروہ سے قطعی طور پر مختلف اور جداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔''(۳۸)

مندرجہ بالا اقتباس سے فاضل مقالہ نگار کی ذہنی وفکری الجھن ظاہر وباہر ہے۔ اس نے پورے مقالے میں محض لفظی بازی گری اور لفظی گورکھ دھندے سے کام لے کر الفاظ کے سطحی موازنے سے براہوئی زبان کے دراوڑی تشخص کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اسے آخر میں غیر دراوڑی زبان بھی ثابت نہیں کرسکا ہے۔ اس نے اپنے ایک اور مضمون ''ہمارا مشترکہ لسانی ورثہ'' میں بھی براہوئی کے بارے میں ایسی ہی الجھی ہوئی غیر واضح اور مبہم رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''..........بلوچستان میں بولی جانے والی براہوئی زبان کو ازمنہ قدیم سے کردگالی یعنی (کردلوگوں کی زبان) بھی کہا جاتا ہے اور حقیقت یہ بھی ہے کہ براہوئی اور کردی میں بعض ایسے مشترک الفاظ موجود ہیں جو کسی دوسری ایرانی زبانوں میں ناپید ہیں۔(۳۹)

فاضل مقالہ نگار نے اسی مضمون میں اردو، فارسی، پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو، بلوچی، براہوئی اور دیگر زبانوں کی طویل فرہنگ دی ہے جس میں اس نے اشتراک کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ اکثر الفاظ میں ان زبانوں میں کوئی اشتراک وہ ثابت نہیں کر سکا ہے اور اس نے براہوئی مترادفات بھی اکثر و بیشتر غلط درج کئے ہیں مثلاً:

اردو	غلط براہوئی جو مقالہ نگار نے تحریر کئے ہیں	صحیح براہوئی
گھاس	کاہ	بئے
تارا	استال	استار
ہنسنا	مخنگ	مخنگ
ہاتھ	دَو	دُو
دل	اَست	اُست
ناک	باس	بامُس
نہیں	نہ	الو، ہلو اور اف، آخا
اکیلا	تنہا	تنیا
دوڑنا	دونگ	دُدینگ
پوچھنا	پرسُنگ	ہرّفنگ
چلنا	لائی منگ	چرینگ
ریوڑ	میگڑ	میگل
کھودنا	خنگ	خننگ
دھواں	مولث	موش
چکھنا	مزہ اُننگ	چکھنگ / مزہ ہلنگ
بھینس	گامیش	میہی
جھاڑو	جارو	روفہ
سونا	غاچنگ	خاچنگ

سوکھنا	بارنگ	بارینگ
ڈوبنا	ڈبگ	ڈبنگ
ٹکڑا	ٹکر	ٹکر
پیاس	ملا	ملاس
اندھیرا	تہار	تہارمہ
رسی	ریز	چِٹ
مہندی	انام	حنام
اٹنا	داخز	داخس
بخار	ہلٹ	ہٹ
پسینا	نسنگ	نُسنگ
کانٹا	پھت	پِت
ملاح	مہاڑر	مہاڑو
سیڑھی	پوڑی	چلڑی
جوان	زند	ورنا
گزرنا	گدرن	گدرینگ
دروازہ	دروازگ	دروازہ
جاننا	چائنگ	چائینگ
گندم	غلہ	خولم
لانا	اتھنگ	اتینگ
خواہش	خواہنگ	خواہش
مرنا	کیینگ	کہینگ
آسمان	آزمان	آسمان
ہاں	ہان	ہو (۴۰)

اسی طرح فاضل مقالہ نگار نے سندھی مترادفات بھی غلط طور پر درج کئے ہیں مثلاً اس نے سفید کے لیے سندھی مترادف غلط طور پر چٹو تحریر کیا ہے(۴۱) جو اصل میں اچھو ہے۔اس کے اور مندرجہ سندھی مترادفات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

اردو	غلط سندھی مترادفات جو مقالہ نگار نے تحریر کئے ہیں	صحیح سندھی مترادفات
آنسو	آنسوں	گوڑھو رگوڑھا
ماں	ماں	ماءُ، ماں، امڑ
نیا	نُوں	نوں
اب ر،ابھی	ہنڑ	ہاٹی
دو	پا	با
دوڑنا	دوڑن	دھرکڻ
لتھڑنا	لتن	لتاڑڻ
ماننا	مڻ	مڃڻ
پیاس	اُج	اُڃ
پیاز	وصل	بصر
گدہا	گڈھ	گڈاں
کندہا	کلوھو	کلھو
پرسوں	ٹرے ڈینہہ	ٹریوں ڈینہہ
سُنتا	بڈھن	ٻُدھڻ (۴۲)

فاضل مقالہ نگار نے اپنے ایک اور بلوچی مقالے ''براہوئی ءُ دراوڑی زبانانی سیادی؟''(۴۳) میں بھی براہوئی اور دراوڑی زبانوں کے ہم مآخذ ہونے کی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے محض لفظی بازی گری اور لفظی گورکھ دھندے سے براہوئی پر ہندو آریائی

اور ہندو یورپی زبانوں کے اثرات ظاہر کئے ہیں مگر اس مضمون کا اختتام بھی اس نے کسی نتیجے کے بغیر کیا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اپنے ایک اور مضمون ''اردو اور پاکستانی زبانوں کا ربط باہم'' میں براہوئی کے ساتھ ساتھ سندھی' پنجابی اور سرائیکی زبانوں کی دراوڑی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام علی الانا کی کتاب "The Origin and Growth of Sindhi Language" میں پیش کردہ ڈاکٹر آسکو پارپولا اور فیئر سروس کی پروٹو دراوڑی الفاظ کی فہرست کو بھی ہندو آریائی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، نیز ڈاکٹر غلام علی الانا، عین الحق فرید کوٹی اور ڈاکٹر سہیل بخاری کے نظریات کو بھی غیر مستند قرار دیا ہے۔(۴۴) حقیقت یہ ہے کہ براہوئی پر ہندو یورپی اور ہندو آریائی زبانوں کے اثرات سے انکار ممکن نہیں ہے لیکن ان اثرات کے باوجود بھی براہوئی کو ہندو یورپی اور ہندو آریائی خاندان میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ براہوئی ایک امتزاجی (Agglutinative) زبان ہے جب کہ ہندو یورپی اور ہندو آریائی زبانیں تصریفی (Inflective) زبانیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے براہوئی زبان کی فرہنگ ولغت پر ان زبانوں کے غالب اثرات کے باوجود بھی براہوئی کی اساسی لغت وفرہنگ دراوڑی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ براہوئی کا صرفی ونحوی ڈھانچہ (Gammatical Structure) دراوڑی ہے۔ علاوہ ازیں براہوئی اور ہندو آریائی اور ہندو یورپی زبانوں کے مابین سخت قسم کے اختلافات موجود ہیں جن کی بنیاد پر براہوئی زبان کو دراوڑی زبان قرار دیا گیا ہے۔

براہوئی الفاظ کی دراوڑی بنیاد

واحد بخش بزدار اپنے ایک مضمون ''براہوئی لوزانی بُنجک'' (براہوئی الفاظ کی بنیاد) میں براہوئی الفاظ کی دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے مماثلت کو تسلیم کرتا ہے مگران کی اکثریت کو بلوچی، فارسی، کردی، اوستائی، عربی اور سنسکرت کے ساتھ ساتھ کئی دیگر زبانوں سے مربوط کر کے ان کے دراوڑی الاصل وجود سے انکار کرتا ہے۔ اور اسی بنیاد پر براہوئی زبان کو دراوڑی کے بجائے ہندوآریائی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر کرتا ہے۔

''بلاشک براہوئی ءِ لہتین لوزگوں دراوڑی ءَ ہمگونگ گندگ بنت۔ بلے ایشی ءِ گیشتر لوز بلوچی، فارسی، کُردی ءُ ایندگہ ہندیورپی زباناں گوں یک انت۔ پمشکا ڈینس برے ءَ گوں بے وسی ءُ لاچاری ءَ گوئشتگ ات کہ ''براہوئی دراوڑی زبان ایت بلے اے فارسی ءُ بلوچی ءَ گوں سک پولنگ انت'' بلے ادا اے جُست دیما کئیت کہ اگاں براہوئی دراوڑی زبان یے بہ بوتیں گڈا بائدات کہ ایشی ءِ گیشتر لوز دراوڑی بہ بوتیں انت۔ بلے براہوئی ءُ دراوڑی ہمگونگیں لوزانی کساس یک ماں صد ہم نہ انت۔ براہوئی ءِ نود ماں صد لوز بلوچی، فارسی ءُ کردی انت۔ وہد یکہ لہتیں ماں صد لوز انچشیں انت کہ آہانی بُنجک ءُ بنزہ ءِ بارواگوں پکائی ءَ زانک نہ بیت کہ اے چونیں ءُ چے پیمیں لوز انت؟ ڈینس برے ءَ وتی مَنّ ءَ کساس ءَ چار صد انچشیں لوز دیما آورتگ انت کہ آئی ءِ ہیال ءَ اے دراوڑی انت ءَ

ایم بی ایمینیو ءُ ٹی بروءَ دوصدءُ نوزدہ (۲۱۹) ہمگونگیں لوزانی مثال دیما آؤرتگ انت۔ بلے دور دراجیں وت گڑیں ءُ پونچیں مثالاں چہ ابید گواچنی ئیں صورت ءَ براہوئی ءُ دراوڑی ءِ ہمگونگیں لوزانی کساس چہ چل ءَ گیش نہ انت۔ اے درگت ءَ چیز ے درور گندگ لوٹ انت۔''

ترجمہ: بے شک براہوئی کے چند الفاظ کی دراوڑی سے مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ مگر اس کے اکثر الفاظ بلوچی، فارسی، کُردی اور دیگر ہندو یورپی زبانوں سے مماثل ہیں۔ اس لیے ڈینس برے بے بسی اور لاچاری سے کہتا ہے کہ ''براہوئی دراوڑی زبان ہے لیکن یہ فارسی اور بلوچی سے بے حد متاثر ہے'' لیکن یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اگر براہوئی زبان دراوڑی ہوتی تو اس کے اکثر لفظ دراوڑی ہوتے۔ مگر براہوئی اور دراوڑی لفظی مماثلت کی مقدار ایک فی صد بھی نہیں ہے۔ براہوئی کے سو الفاظ میں نوے بلوچی، فارسی اور کُردی کے ہیں۔ دوسرے سو الفاظ میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کی بنیاد اور اصل کے بارے میں مکمل طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کیسے اور کس قسم کے لفظ ہیں؟ ڈینس برے نے اپنے خیال کے مطابق چار سو ایسے الفاظ پیش کیے ہیں جو اس کے خیال میں دراوڑی ہیں اور ایم بی ایمینو اور ٹی برو نے دو سو اُنیس (۲۱۹) ایک جیسے لفظوں کی مثال پیش کی ہے۔ لیکن دُور دراز، من گھڑت اور زبردستی یا غیر متعلقہ مثالوں کے سوا حقیقی صورت میں براہوئی اور دراوڑی لفظی مماثلت کی مقدار چالیس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اس چیز کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ (۱)

فاضل مقالہ نگار اس بات پر حیرت زدہ ہے کہ اگر براہوئی زبان دراوڑی ہے تو اس کے اکثر الفاظ بھی دراوڑی ہوتے؟ اسی بنیاد پر ہمارے بہت سے مقامی دانشور جن میں پروفیسر عزیز مینگل اور ڈاکٹر عبدالرزاق صابر خاص طور پر قابل ذکر ہیں، نے براہوئی

زبان کا رشتہ ہندو آریائی خاندان السنہ سے مربوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اول الذکر نے براہوئی زبان میں فارسی، سنسکرت اور پنجابی الفاظ کی موجودگی کی بناء پر اسے ہندو آریائی زبان قرار دیا ہے۔ (۲) جبکہ موخر الذکر براہوئی زبان میں ایرانی، الطائی اور تورانی الفاظ کی بہتات کی بنیاد پر براہوئی کو ہندو آریائی، الطائی یا تورانی زبان قرار دینے میں کسی واضح فیصلے تک تو نہیں پہنچ سکا۔ البتہ اس نے براہوئی کی ازسرِ نو لسانی گروہ بندی (Linguistic Classification) کی سفارش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

> ''اب تک کی تحقیقات کے مطابق براہوئی زبان کو اکثر محققین نے دراوڑی زبان کہا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں مقالہ نگار کچھ اشارات کر کے سفارش کرتا ہے کہ براہوئی زبان کی ایرانی اور الطائی خاندان میں Turkic زبانوں سے تعلق کے موضوع پر الگ تحقیقی مقالات لکھے جائیں تاکہ براہوئی زبان کی ایرانی اور الطائی اور تورانی زبانوں سے مماثلت کا جائزہ لے کر اس زبان کی ازسرنو لسانی گروہ بندی کی جاسکے۔'' (۳)

یہ بات لسانیات کے طالب علموں سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مستعار یا دخیل الفاظ کی بناء پر کسی زبان کی اصلیت کا نہ تو کھوج لگایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی لسانی گروہ بندی کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں کسی زبان کی بنیادی یا اساسی لغت اور اس کا صرفی ونحوی ڈھانچہ ہی حکم کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو دنیا بھر کے ماہرین لسانیات براہوئی میں ایرانی عناصر کی کثرت کی بنیاد پر اسے ایرانی لسانی گروہ میں شامل کرتے۔ کیونکہ اس بات کا اعتراف صرف سر ڈینس برے نے ہی نہیں کیا بلکہ اکثر ماہرین لسانیات نے براہوئی میں ایرانی دخیل الفاظ کی بہتات کا اعتراف کیا ہے۔ مثال کے طور پر جارج ابراہام گرائرسن (George Abraham Grierson) براہوئی پر ایرانی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

"The Language has been influenced by Eranian forms of speech, the greatest influence can be traced in the vocabulary which to a very great extent differ from that of other Dravidian languages."(4)

چارلس میسن (Charles Masson) اس سلسلے میں تحریر کرتا ہے

"Brahui necessarly contains a good deal of Balochi, or Persian, and a very little of Pashto, but much of it must be referred to some unknowm route."(5)

اور ایم بی ایمنیو نے تو یہاں تک کہتے ہوئے تحریر کیا:

"At present then a comparative count of words of different origins could give no definte results. Perhaps the best way of indicating the low proportion of inherited Dravidian words in Brahui is the impressionistic one of noting that in DED the Brahui index covers no more than a page and a quarter compared with Malto's three and a quarter, Kurux's three and three quarters, Kolomi's four, and a half or Toda's six and a half."(6)

ادریانو وی روسی، (Adriano V. Rossi) نے براہوئی میں ایرانی عناصر پر ایک مبسوط لغات بہ عنوان "Iranian Lexical Elements in Brahui" ترتیب دیا۔ جس سے ڈاکٹر عبدالرزاق صابر نے اپنے مقالہ ''براہوئی اور بلوچی زبانوں کے روابط'' میں استفادہ نہیں کیا ہے۔ اس مصنف نے بھی کسی جگہ براہوئی کو ایرانی زبان قرار نہیں دیا ہے۔

ان سب متذکرہ بالا علماء نے براہوئی زبان پر ایرانی اثرات کا کھلے دل سے اعتراف تو کیا مگر اس کے باوصف بھی براہوئی زبان کو ایرانی زبان قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے ایک دراوڑی زبان ہی قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انہوں نے براہوئی زبان پر گہرے اور کثیر ایرانی اثرات کے باوجود اسے ایک ایرانی زبان کے بجائے دراوڑی زبان کیوں قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہی ہے کہ براہوئی کی اساسی دراوڑی لغت اور اس کے دراوڑی صرفی ونحوی قواعد اُسے ایک دراوڑی زبان قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مستعار الفاظ خواہ تعداد میں جس قدر بھی کثیر ہوں زبان کی اصلیت اور اس کی لسانی گروہ بندی کی بنیاد قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ لہٰذا براہوئی اپنی اساسی دراوڑی لغت اور دراوڑی صرفی ونحوی ڈھانچے کی بنیاد پر ایک دراوڑی زبان ہے اور یہ دراوڑی عناصر ماہرین لسانیات کی حیرت کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ اس بات پر ایم بی ایمینو' ڈینس برے کے ساتھ اپنی حیرت کا اظہار حسب ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

> "In spite of these very considerable influences from neighbouring languages, however, we may with Bray (l-19) marvel at how tenaciously in spite of----- inroads (Brahui's) grammatical system has preserved a study exixtence; Its morphological and syntactic system is still quite unmistakably Dravidian, and most of the identifiable Dravidian etymologies are quite as unmistakable."(7)

اساسی لغت اور صرفی ونحوی قواعد ہی وہ اصول ہیں جو کسی زبان کی اصلیت کو ثابت کرنے میں مددگار ہوتے ہیں اور یہی اس کی لسانی گروہ بندی کی اساس ہیں۔ براہوئی کے ساتھ ہی یہ مسئلہ درپیش نہیں ہے بلکہ اس قسم کی بہت سے زبانوں کی ساتھ یہ متنازعہ مسئلہ درپیش آیا ہے میں یہاں صرف دو ایسی زبانوں کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ پہلی مثال حتی زبان (Hittie Language) کی ہے جو اپنے صرفی ونحوی ڈھانچے کی بنیاد پر ایک ہندو یورپی زبان ثابت ہوچکی ہے حالانکہ اس کی لغت کا کثیر حصہ غیر ہندو یورپی الفاظ سے عبارت ہے۔ دوسری مثال اردو کی ہے جو اپنی صرفی ونحوی خصوصیات کی بناء پر ایک دراوڑی زبان ثابت ہوچکی ہے اس حقیقت کے باوصف کہ اس کی لغت سنسکرت' فارسی' ترکی' عربی اور دیگر غیر دراوڑی زبانوں کے الفاظ پر مشتمل ہے۔

زبان کی اصلیت اور ان کی گروہ بندی کے سلسلے میں محض الفاظ کی مماثلت گمراہ کن ثابت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں باضابطہ مماثلتوں کی ضرورت ہے۔ ماہرین لسانیات نے محض لفظی مماثلتوں سے اس سلسلے میں باز رہنے پر زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں مشہور ماہر لسانیات جین آیچیسن (Jean Aitchison) تحریر کرتا ہے:

"We need to look for systematic correspondences between the languages, rather than similar looking words, which can be misleading. For example, it is mere chance that German haben 'have" resembles Latin habere "have". And Turkish plaz 'beach' only sounds like French plage 'beach' because it was borrowed from French. On the other hand, beef and cow are (perhaps surprisingly) related, and so are the words paradise, dough and fiction, which can be traced back to a Proto-Indo- European word meaning' make mould build."(8)

اسی لسانی اصول کو مزید واضح انداز میں پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر شوکت سبزواری تحریر کرتا ہے:

''اردو جسے ہندی اور ہندوستانی کہا جاتا ہے' جدید فرعی یا غیر اصلی زبان ہے۔ اس کی اصل اور ابتداء دونوں سے بحث ہونی چاہیئے۔ لیکن اردو کی اصل سے بحث کرنے سے پہلے ایک لسانیاتی اصول کی وضاحت ضروری ہے۔ یہ اصول جدید لسانیات کے مسلمات میں سے ہے' لسانیات کی متداول کتابوں میں اسے دلائل اور شواہد سے ثابت کر دیا گیا ہے، اس لیے میں صرف اس کی وضاحت پر اکتفا کروں گا۔ وہ اصول یہ ہے کہ زبان کے سرمایۂ الفاظ و اصول و اصوات میں صرف اصوات اس قابل ہیں کہ زبان کے ماخذ کے سلسلے میں زیر بحث آئیں۔ کسی زبان کا ماخذ دریافت کرنا ہو تو زبان کے عام ڈھلے ڈھلائے مفرد یا مرکب الفاظ مانعہ کو' جو زبان کے ڈھانچے

یا کینڈے کے لیے اوپر سے منڈھی ہوئی کھال یا جھلی کی سی حیثیت رکھتے ہیں' نظر انداز کر کے الفاظ عامہ' بنیادی آوازوں (مادون) اور صرفی نحوی قواعد واصول کو دیکھنا چاہیئے کہ کس زبان کے ہیں اور آس پاس کی کس قدیم اصلی زبان کے بنیادی سرمایہ سے ماخوذ ہیں۔

مانعہ اور مطلقہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں۔ الفاظ مطلقہ کو الفاظِ عامہ بھی کہتے ہیں۔ خاص خاص معانی دینے والے الفاظ مانعہ ہیں جیسے گھوڑا' گاڑی' پلنگ' بچہ' اچھا' محبت' عداوت وغیرہ اور وہ الفاظ جو کسی خاص مفہوم ومعنی کے لیے وضع نہیں ہوئے' ہر موجود پر بطریق تبادل ان کا اطلاق ہوسکتا ہے' الفاظِ مطلقہ یا الفاظ عامہ ہیں۔ جیسے یہ' وہ' جو' کیا' کیوں' جب' تب' کب' وغیرہ۔ سنسکرت گرامر میں انہیں سرو نام (سرو=سب) کہتے ہیں اور عربی گرامر میں مبہمات۔ ان کی حسب ذیل چھ قسمیں ہیں:

۱۔ ضمیریں (پرش واچک) وہ' تو' تم وغیرہ۔

۲۔ اعداد (سنکھیا واچک) ایک' دو' تین وغیرہ۔

۳۔ ظروف) (ستھان واچک) جب' کب' تب۔

۴۔ اسماءِ اشارہ (درشک) یہ' وہ' اس۔

۵۔ اسماءِ موصولہ (سمبندھی) جو

۶۔ حروف استفہام (پرش واچک) کیا' کیوں۔

ان میں سے الفاظِ مانعہ میں عام طور سے لین دین ہو جاتا ہے۔ تجارتی سامان کی طرح اس زبان کے الفاظ اُس زبان میں اور اُس زبان کے الفاظ اِس زبان میں چلے آتے ہیں۔ اس لیے یہ الفاظ زبان کا بنیادی سرمایہ نہیں سمجھے جاتے۔ زبان کے ماخذ کے سلسلے میں خاص طور سے ان الفاظ کو جو کسی دوسری زبان سے درآمد ہوئے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ تت سم ہوں کہ تد بھو یعنی اصل شکل میں درآمد ہوئے ہوں یا بدلی ہوئی شکل میں۔ ذخیرۂ

الفاظ سے صرف الفاظِ عامہ کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ وہ زبان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں یا بنیادی آوازوں یعنی مادون اور صرفی ونحوی قاعدوں کو جو زبان کا ڈھانچہ' کالبد یا پیکر ہیں۔ مثلاً اردو کو ہی لیجئے۔ اس کے سرمایۂ الفاظ میں عربی زبان کے الفاظ بھی ہیں اور فارسی' ترکی' پرتگالی' تیلگو' گجراتی' فرانسیسی کے الفاظ بھی۔ عربی سامی خاندان کی زبان ہے۔ فارسی کا تعلق ہند ایرانی سے ہے۔ ترکی تورانی قبیلے کی ہے۔ تیلگو دراوڑ ہے۔ انگریزی تیوتانی ہے فرانسیسی اور پرتگالی لاطینی ہیں۔ اگر اردو کے ان الفاظ کو بنیاد بنا کر اصلیت کا کھوج لگائیں تو اردو کس خاندان کی ہوگی اور مذکورہ بالا زبانوں میں اس کا رشتہ کس زبان سے قائم کیا جائے گا؟"(۹)

اس وضاحت کے بعد ہم فاضل مقالہ نگار کے منتخب براہوئی الفاظ کا تجزیہ کرتے ہیں جنہیں اس نے دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے مماثل تو قرار دیا ہے مگر انہیں دیگر زبانوں کے قریب تر بھی قرار دیا ہے:

فاضل مقالہ نگار نے سب سے پہلے براہوئی زبان کے لفظ مُرو سے بحث کی ہے۔ جس کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے:

"چوش کہ براہوئی ءِ مُرو (Muru)=hare انت کہ تامل ءِ (Musal ءُ Muyal)' ملیالم (Muyal)، تولو (Mayeru)' گونڈی (Mala) مالٹو (Munye) کناڈا (Mala)، کرّخ (Muia) ءُ (Minya) ءُ کوئی (Mardu) ءَ گوں ہمگونگ گندگ بیت۔
بلے آئرش (Irish) زبان ءِ یک لوزے Js-227 (Muley) انت کہ اے بے کانٹیں جناورانی (hornless) ءِ ہاترا کارمرز بیت۔
گمان انت کہ براہوئی ءِ "مُرو" ہم چہ ہمے لوز ءَ دراتگ چیا کہ "مُرو" بزان (hare) اصل ءَ بے کانٹیں ساہدارایت۔"(۱۰)

ترجمہ: چونکہ براہوئی کا مُرو= (hare) ہے تو تامل کے (Musal ءُ Muyal)' ملیالم کے (Muyal)، تولو کے

(Mayeru)' گونڈی کے (Mala)' مالٹو کے (Munye)' کناڈا
کے (Mala)' کرّخ کے (Muia) اورُ (Minya) اورُ کوئی کے
(Mardu) سے مماثل دکھائی دیتا ہے۔

لیکن آئرش زبان کا ایک لفظ Js-227 (Muley) ہے جو بے سینگ جانور کے لیے استعمال ہوتا ہے۔گمان یہ ہے کہ براہوئی کا مُرو بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے کیونکہ "مُرو" چونکہ (hare) اصل میں بے سینگ جانور ہے۔

اول تو براہوئی کا لفظ "مُرو" مندرجہ بالا دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے صوری و معنوی اعتبار سے واضح مماثلت کا حامل ہے۔دوم براہوئی لفظ "مُرو" آئرش لفظ Muley سے ایک سطحی لفظی مماثلت کا حامل ہے۔لیکن معنوی اعتبار سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے کیونکہ بے سینگ جانور کا مفہوم غیر متعینہ اور وسیع ہے اس میں ہر وہ بے سینگ جانور مثلاً گھوڑا' گدھا' خچر' اونٹ وغیرہم بھی آسکتے ہیں۔صرف خرگوش ہی کیوں؟ سوم براہوئی اور آئرش کا لسانی تعلق نہ تو علاقائی (areal) ہے نہ ہی گروہی ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار کس طرح اور کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ براہوئی کا لفظ "مُرو" آئرش لفظ Muley: (hornless animal) سے ماخوذ ہے؟

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ "تیش" کے متعلق تحریر کرتا ہے:

"تیش: Scorpion انچش براہوئی ءِ لوز تیش (Scorpion:
(Telh انت کہ اے ہم بلاشک گوں تامل' ملیالم' کناڈا ءِ تیل (tel)'
تیلگو' تولو تیلو (Telu) ءُ مالٹو ءِ تیلی (tele) ءَ گوں ہمگونگ انت۔بلے
مالوم ہے بیت کہ اے ہمگونگی دراوڑی ءِ منّت وار نہ انت چیا کہ کُردی ءِ
"سلولہ" گوں براہوئی ءِ تیش (Telh) ءَ نزیک انت ءُ دومی ماں عربی
ءَ "صل" زرد رنگیں مار (Snake) ءَ گش انت۔وہدیکہ انگریزی
Scorpion ءِ اولی بہر بزاں "Scor" گوں کردی ءِ "سلولہ" ءُ
براہوئی ءِ "تیش" ءَ ہم نزیک انت ءُ عربی ءِ "عقرب" ہم پکائی ءَ
"Scorpion" ءِ دروشم ءَ دنت۔"(۱۱)

ترجمہ: اسی طرح براہوئی کا لفظ تیل(Telh):Scorpion ہے یہ بھی بے شک تامل، ملیالم، کناڈا کے تیل (Tel) ،تلگیو، تولو کے تیلو (Telu) اور مالٹو کے تیلی (Tele) سے مماثل ہے۔لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ مماثلت دراوڑی کی منت پذیر نہیں ہے کیونکہ کُردی کے ''سلولہ'' سے براہوئی کا تیل (telh) نزدیک ہے اور دوم عربی میں ''صل'' زرد رنگ کے سانپ کو کہتے ہیں۔ جب کہ انگریزی "Scorpion" کا پہلا حرف جو کہ "Scor" ہے کُردی کے ''سلولہ'' اور براہوئی کے ''تیل'' سے بھی قریب ہے۔عربی کا ''عقرب'' بھی پختہ یقین سے "Scorpion" سے مشابہہ لگتا ہے۔

قارئین بہ خوبی دیکھ سکتے ہیں کہ براہوئی لفظ تیل (Telh) مندرجہ بالا دراوڑی زبانوں کے الفاظ تیل، تیلو اور تیلی سے صوری اور معنوی طور پر بہت زیادہ مماثل ہے۔ براہوئی لفظ تیل کردی لفظ ''سلولہ'' عربی لفظ ''صل'' (زرد رنگ کا سانپ) انگریزی لفظ Scorpion اور عربی لفظ عقرب میں کوئی بھی مماثلت دکھائی نہیں دیتی ہے۔نجانے فاضل مقالہ نگار نے ان میں کس بنیاد پر مماثلت و مشابہت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے؟

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ دوشہ کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

''دوشہ:Snake: دومی مار (Snake) ءِ درگت ءَ براہوئی ءَ ''دوشہ'' ءِ لوز کار مرز بیت۔ وہدیکہ ماں دراوڑی ءَ ایشی ءِ ہاترا پامبو (Pambu) ءِ لوز کارمرز بیت ءُ دومی براہوئی ءِ دوشہ۔'' (۱۲)

ترجمہ: دوشہ Snake دوسرے سانپ کے لیے براہوئی میں ''دوشہ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ دراوڑی میں اس کے لیے پامبو (Pambu) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔اور دوسرا براہوئی کا دوشہ۔

یہ حقیقت ہے کہ براہوئی لفظ دوشہ غیر دراوڑی لفظ ہے اور سر ڈینس برے نے اسے سنسکرت لفظ دوشہ (Dusa) سے مشتق قرار دیا ہے۔ (۱۳)

فاضل مقالہ نگار تحریر کرتا ہے:

''چرے مثالاں چہ اے پدّر بیت کہ ہما چل ءُ پنجاہ لوز کہ براہوئی ءُ دراوڑی ءَ ہمگونگ گندگ بیت۔ ہماہانی باروا ہم پکائی ءَ گشگ نہ بیت کہ آیا اے دراوڑی لوز انت یا براہوئی ءِ وتی لوز انت کہ دراوڑی ءَ چہ براہوئی ءَ زُرتگ ءُ وتی کتگ انت۔ چیا کہ دراوڑی وت چہ بلوچی ءُ ایرانی زباناں گوں سک پولنگ گندگ بیت پمشکا باور نہ بیت کہ اے دراوڑی ءِ لوز انت۔'' (۱۴)

ترجمہ: ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چالیس پچاس لفظ جو براہوئی اور دراوڑی کے مماثل دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی پختہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ آیا یہ دراوڑی لفظ ہیں یا براہوئی کے اپنے لفظ ہیں۔ جنہیں دراوڑی زبانوں نے براہوئی سے حاصل کیا ہے۔ اور انہیں اپنا بنالیا ہے۔ کیونکہ دراوڑی خود بلوچی اور ایرانی زبانوں سے بے حد متاثر دکھائی دیتی ہے۔ لہٰذا یقین نہیں ہوتا کہ یہ دراوڑی لفظ ہیں۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی میں صرف چالیس یا پچاس دراوڑی الفاظ کا وجود تسلیم کرتا ہے مگر پھر اس کا انکار بھی کر دیتا ہے کہ ان کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ آیا یہ دراوڑی الفاظ ہیں یا براہوئی کے اپنے ہیں۔ جنہیں دراوڑی زبانوں نے براہوئی سے حاصل کر کے اپنا بنالیا ہے۔ وہ اس دعویٰ کی دلیل یہ دیتا ہے کہ کیونکہ دراوڑی زبانیں بلوچی اور ایرانی زبانوں سے متاثر دکھائی دیتی ہیں۔

اول تو چالیس یا پچاس دراوڑی الفاظ براہوئی میں موجود نہیں ہیں بے شمار ہیں۔ دوم زبانیں کوئی انسان نہیں ہیں کہ وہ دوسروں سے چیزیں چھین کر اپنی بنالیں۔ سوم دراوڑی زبانیں بلوچی اور ایرانی زبانوں سے متاثر نہیں ہیں بلکہ بلوچی اور دیگر ایرانی زبانیں

دراوڑی زبانوں سے متاثر ہیں۔ اس کی وجہ ایلامی زبان ہے۔ جو دراوڑی زبانوں سے گہرے طور پر مربوط ہے۔(۱۵) اور ایران میں خوزیہ (خوزستان کی زبان) جو ایک دراوڑی زبان ہے۔ اور عرب مورخین جن لوگوں کو قفس اور فردوسی اپنے ''شاہنامہ'' میں کوچ سے موسوم کرتا ہے' دراوڑ تھے اور دراوڑی زبان بولتے تھے۔(۱۶) علاوہ ازیں براہوئی زبان کے توسط سے بلوچی اور دیگر ایرانی زبانوں پر دراوڑی اثرات ظاہر و باہر ہیں یہ اور بات کہ اس موضوع پر اب تک خاطر خواہ تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ خرین Bitter کے متعلق تحریر کرتا ہے:

> ''خرین: Bitter: پہ مثال ءَ براہوئی ءِ خرین (Kharen) انت کہ سر زاہر ءَ کرخ ءِ خرخا (Kharkha) ءُ مالٹو قرقی (qarqe) گوں براہوئی ءِ ''خرین'' ءَ نزیک انت۔ بلے اگاں ہورت چارگ بہ بیت گڈا مالوم بیت کہ مالٹو ءِ قرقی (qarqe) ماں روسی ءِ (گورکی) ءَ گوں سک نزیک انت کہ کُردی ءِ ''کریش'' ءَ گوں سک ہمگونگ انت۔ ماں کُردی ءَ ''کریش'' شورگ ءُ شورگیں ڈگار ءَ گُش انت ءُ کُردی ءِ ''خوی دار'' ہم براہوئی ءِ ''خرین'' ءَ نزیک انت۔ انچش فارسی ءِ خار (Khar) ہم ناوشیں ءُ ناوشی ءِ مانہاں دنت ءُ دومی اصل ءَ ماں دراوڑی زبانانی تہا ''سور'' ءِ اصلیں ءُ راستیں لوز چوش کہ ماں تامل ءَ (پلی پو) ملیالم ءَ (پلی) تیلگو ءَ (پلانی)' کناری ءَ (ہولی) انت ءُ دومی اے درگت ءَ وشیں گپ ایش انت کہ دراوڑی ءِ ایندگہ زبان چوش کہ اوراؤن ءَ (تی سا) راج محلی ءَ (تی سو)' گیاتی ءَ (ساوی تل) کولامی ءَ (تری)' گڈابا ءَ (تھوسوکا) انت کہ اے بلوچی ءِ سور ءُ ترش ءَ گوں ہمگونگ انت ءُ کردی زبان ءِ (کائیا) ءَ گوں سنسکرت ءِ katu ءُ Kutuka ءَ نزیک انت۔ چرے مثالاں ءُ لیکہ ءَ پدّر بیت کہ دراوڑی ءِ جندوت پولنگیں زبان ایت۔'' (۱۷)

ترجمہ: خرین (Bitter) مثال کے طور پر براہوئی کا خرین (Kharen) ہے جو تلخ ہے۔ کرخ کے خرخا اور مالٹو کے قرقی سے براہوئی کا خرین قریب ہے۔ لیکن اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو پھر معلوم ہوگا کہ مالٹو کا قرقی روسی کے گورگی سے بہت قریب ہے۔ جو خرین کے معنی دیتا ہے۔ اسی طرح کناری اور تامل کا کسا(kisa) ہے جو کردی کے کریش سے بہت مماثل ہے۔ کُردی میں کریش شور والی زمین کو کہتے ہیں۔ اور کُردی کا خوی دار بھی براہوئی کے خرین سے قریب ہے۔ اسی طرح فارسی کا خار بھی ناخوش اور ناراضی کے معنی دیتا ہے۔ اور دوم اصل میں دراوڑی زبانوں میں سور کا اصل صحیح لفظ جو کہ تامل کا پلی پوٗ ملیالم کا پلی' تیلگو کا پلانی' کناری کا ہولی ہے اور دوم اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ دراوڑی کی دیگر زبانوں میں جیسا کہ اوراؤن کا تی سا' راج محلی کا تی سوٗ گیاتی کا' ساوی تل' کولامی کا تری' گڈابا کا تھوسوکا ہے جو بلوچی کے سور اور ترش سے مماثل ہے اور کُردی زبان کا کائیا سنسکرت کے Katu اور Kutika سے نزدیک ہے۔ ان مثالوں اور جائزے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دراوڑی خود ایک مخلوط زبان ہے۔

براہوئی لفظ خرین کی دراوڑی زبانوں کے الفاظ خرخا اور قرقی سے مماثلت ظاہر و باہر ہے۔ مگر فاضل مقالہ نگار مالٹو لفظ قرقی کو روسی کے لفظ گورکی سے مماثل قرار دے کر کُردی کے لفظ کریش سے کناری اور تامل کے لفظ کسا سے مماثلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر کردی کے لفظ خوی دار سے براہوئی کے خرین سے اور پھر فارسی کے لفظ خار سے۔ پھر وہ اپنے موضوع سے ہٹ کر دراوڑی الفاظ پلی پوٗ پلی' پلانی' کناری کے لفظ ہولی کی بحث میں الجھتا ہے۔ اور پھر اوراؤن کے تی سا' راج محلی کے تی سوٗ گیاتی کے ساوی تل' کولامی کے تری' گڈابا کے تھوسوکا کو بلوچی کے لفظ سور و ترش سے مماثل قرار دیتا ہے۔ اور پھر کُردی کے

لفظ کائیا کو سنسکرت کے لفظوں Katu اور Kutuka کو قریب تر ثابت کر کے نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ دراوڑی زبان خود ایک مخلوط زبان ہے۔ اور وہ خود اس بات کو فراموش کر دیتا ہے کہ اس نے بحث براہوئی لفظ خرین سے شروع کی تھی۔

اس کے بعد وہ براہوئی لفظ تہو سے بحث کرتا ہے:

''براہوئی لفظ تہو Wind: براہوئی ءِ تہو Wind: Taho انت کہ اے درگت ءَ ڈینس برے ءَ کرّخ ءِ تاکا (Taka) ءُ مالٹو ءِ تکے Take ءِ مثال دیما آورتگ انت ءُ براہوئی ءِ تہو Taho ءَ گوں ہم دَپ کتگ انت۔ بلے اے درگت ءَ اگاں دراوڑی ءِ ایندگہ زبانانی مثالاں کسے بچار ایت گڈا اے درستیں لوز گوں بلوچی ءَ ہمگونگ انت۔ گڈا ڈینس برے یادگہ کسے گوئشت کنت کہ بلوچی ءَ اے لوز چہ دراوڑی ءَ زرتگ انت یا بلوچی ءَ سدانی حساب ءَ لوز گوں دراوڑی ءَ یک انت گڈا بلوچی زبان ءَ را کسے دراوڑی گوئشت کنت۔ پہ مثال ءَ کہنیں تامل ءَ پہ گوات (wind) ءِ ہاترا (کال) نوکیں' تامل ءَ (کاتو وایو) کہ اے ہر دو لوز ہند ایرانی انت۔ (کاتو بلوچی ءِ گوات انت ءُ ''وایو'' سنسکرت ءِ ''وا'' انت کہ عربی ءُ اردو اے لوز ''ہوا'' انت) نوکیں ملیالم ءِ (کات)' تیلگو ءِ (گالی)' نوکیں کناری یا کناڈا ءِ (گہالی)' کرگی ءِ (کاتی) تلووا (گھالی) تو دووا (کوت)' ٹوڈا (کاتو)، بڑاگا (گلائی)' کوٹا (گال)' ایرولا (کاتو)' کورمبا (گالی)' نیکوڈی ءُ کولامی (گالی) کہ اے درست چہ بلوچی ءِ (گوات) ءَ گوں نہ ایوکا پولنگ انت بلکیں یکائیں صورت ءَ چہ بلوچی ءَ زورگ بوتگ انت پرچا کہ اے صوتی دروشم درستیں ایرانی زبانانی ''تہا ایوکا ماں بلوچی ءَ کارمرز بیت۔ وہد یکہ ماں اوستاءَ (واتا) ءُ ماں فارسی ءَ (باد) صورت ءَ کارمرز بنت ءُ دومی نیمگا ایندگہ دراوڑی ءِ لوز

چوش کہ کول ءِ (ہویو، ہوایُٔ سنتالی (ہوپی)' بھومیج (ہویو)' منڈالا (ہویوبہہ)' گیاتی (واڈی) گوں سنسکرت ءِ (وا' وایو) ءُ عربی ءِ (ہوا) گوں پولنگ انت۔''(۱۸)

ترجمہ: تہو Wind: براہوئی کا تہو Wind: Taho ہے جس کے بارے میں ڈینس برے نے کرّخ کے تا کا اور مالٹو کے تا کے کی مثال پیش کی ہے اور براہوئی کے تہو سے مماثل قرار دیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اگر دراوڑی کی دیگر زبانوں کی مثالیں کوئی دیکھے تو پھر معلوم ہوگا کہ یہ سب لفظ بلوچی سے مماثل ہیں۔ پھر ڈینس برے یاد کرے گا جو کسی سے یہ کہے گا کہ بلوچی نے یہ لفظ دراوڑی سے لیا ہے۔ یا بلوچی کے سینکڑوں کے حساب سے الفاظ جو دراوڑی سے ملتے جلتے ہیں تو پھر کوئی بلوچی زبان کو دراوڑی کہے۔ مثال کے طور پر قدیم تامل میں ہوا کے لیے (کال)' جدید تامل میں (کاتو' وایو) یہ دو لفظ ہندوایرانی ہیں۔ (کاتو بلوچی کا گوات ہے اور وایو سنسکرت کا وا ہے' عربی اور اردو میں یہ لفظ ہوا ہے۔ جدید ملیالم کا کات' تیلگو کا گالی' جدید کناری یا کناڈا کا گہالی' کرگی کا کاتی' تلووا کا گھالی' تودووا کا کوت' ٹوڈا کا کاتو' بڑاگا کا گلائی' کوٹا کا گال' ایرولا کا کاتو' کورمبا کا گالی' نیکوڈی او رکولامی کا گالی جو مکمل صورت میں بلوچی کے گوات سے نہ صرف ماخوذ ہے بلکہ پختہ صورت میں بلوچی سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ صوتی صورت میں درست طور پر ایرانی زبانوں میں صرف بلوچی میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ اوستا میں واتا اور فارسی میں باد کی صورت میں مرّوج ہے۔ اور دوسری جانب دیگر دراوڑی کے لفظ چونکہ کول کا ہویُٔ ہوایُٔ سنتالی (ہولی) بھومیج (ہویو)' منڈالا (ہویوبہہ)' گیاتی (واڈی)'سنسکرت کے وا' وایو اور عربی کے ہوا سے ماخوذ ہیں۔

فاضل مقالہ نگار حسبِ معمول بحث کی طوالت میں الجھ کر اپنے اصل موضوع سے کوسوں دور جا نکلتا ہے اور پھر وہ بھول جاتا ہے کہ اس کا نقطہ آغاز کیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے مؤقف کو نہ تو قاری پر واضح کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے دعویٰ کو ثابت کرسکتا ہے۔ اس نے بحث کا آغاز تہواور اس کی دراوڑی زبانوں کے الفاظ تا کا اور تکے سے مماثلت سے کیا تھا۔ اس کی اس پوری بحث سے ثابت نہیں ہوتا کہ آیا براہوئی لفظ تہو مندرجہ بالا الفاظ سے مماثلت کا حامل ہے یا نہیں؟ مگر فاضل مقالہ نگار ڈینس برے کو برا بھلا کہنے کے بعد بلوچی لفظ گوات کا دیگر دراوڑی زبانوں میں ہوا کے لیے الفاظ سے موازنہ کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور ان الفاظ کو بلوچی لفظ گوات سے ماخوذ قرار دے دیتا ہے۔ حالانکہ یہ بات اس کے دائرۂ بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہے اور پھر مزید طوالانی بحث میں الجھ کر کول، سنتالی، بھومیج، منڈالا اور گیاتی زبانوں کو دراوڑی تصور کر بیٹھتا ہے۔ حالانکہ یہ زبانیں منڈا یا آسٹرو ایشیائی لسانی خاندان کی زبانیں (Austro Asiatic Family of Languages) ہیں۔ جو دراوڑی سے قبل برصغیر میں موجود تھا۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ پَینگُن Thick: کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

> ''پَینگُن Thick: انچش براہوئی ءِ پَینگُن (Pangun) :Thick انت کہ ڈینس برے پہ زور ایشی ءَ راتامل ءِ پنائی (panai) ءَ گوں ہمگونگ لیکھیت۔ وہدیکہ براہوئی ءِ پَینگُن (pangun) پدرائیں صورت ءَ ماں انگریزی ءِ (pyknos) گوں ہم دپ انت'' (۱۹)
>
> ترجمہ: پَینگُن :Thick اسی طرح براہوئی کا پَینگُن thick:pangun ہے، جسے ڈینس برے نے زبردستی تامل کے پنائی سے مماثل تحریر کیا ہے۔ حالانکہ براہوئی کا پَینگُن واضح صورت میں انگریزی کے pyknos سے مشابہہ ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے براہوئی لفظ پینگن (pangun) تحریر کیا ہے جو اصل میں پاگن (pagun) ہے جو تامل لفظ پنائی panai:(to be thick, large) سے صوتی و معنوی اعتبار سے قریب تر ہے۔ اگر ڈینس برے نے ان ہر دو الفاظ میں مماثلت تلاش کی ہے تو اس کی بنیاد ہماری سمجھ میں آتی ہے۔ فاضل مقالہ نگار کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ ڈینس برے نے ان ہر دو لفظوں میں زبردستی مماثلت کا دعویٰ کیا ہے۔ ڈینس برے کی تردید میں فاضل مقالہ نگار نے جو مثال انگریزی لفظ pyknos کی دی ہے وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اول تو یہ لفظ انگریزی زبان کا نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر فاضل مقالہ نگار نے اس کے معنی بھی نہیں بتائے ہیں۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ خرسی کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''خرسی: انچس براہوئی ءِ خرسی (kharrisi): Green, greeness انت ءُ مان خرنگ kharring ماں براہوئی ءَ ردگ ءَ درچکانی شاہ ءُ شمبانی جنگ ءِ مانہاں دنت ءُ ڈینس برے اے درگت ءَ تامل، ملیالم ءَ کرّخ ءِ کر (kur)، خور (Khor) ءَ گونڈی ءِ کورس (kors) ءِ مثالاں پیش داریت۔

بلاشک اے لوزگوں یک دگرے ءَ ہمگونگ انت۔ بلے ہے لوز ماں اوستاءَ ارسا (arsa) انت کہ شایت ایشی ءِ اولی (خ) گوں (ھ) ءَ مٹ بوتگ ءُ رندا ہے (ھ) نرم بوتگ ءُ ارسا (arsa) ءِ شکل ءَ دیما آتکگ کہ ایشی ءِ مانہاں رُدگ ءُ رودم انت۔

ہے لوز ماں عربی ءَ غرس (ghrass) انت کہ ایشی ءِ مانہاں درچکانی کِشگ انت ءُ ماں فارسی ءَ (غرس کردن) درچکانی کِشگ ءُ رُدگ ءَ گُش انت۔ براہوئی مُدام (غ) ءَ گوں (خ) ءَ مَٹ کنت۔ فارسی ءُ عربی ءِ ہے (غرس) براہوئی ءَ (خرسی) ءِ دروشم ءَ دیما آتکگ ءُ دومی ماں عربی ءَ (حرث) ہم کشگ ءَ گش انت ءُ (حارث) دہقان ءُ کشت ءُ کشار گش انت۔

ءُ دومی ماں براھوئی ءَ سبزیں رنگ ءَ خرن (Kharrun) گش انت۔ ءُ اے ہم بُوت کنت کہ براھوئی ءِ خرنگ (Kharring) ءُ خرسی (Kharrisi) ءِ لوز چہ ہے ''خرن'' ءَ دراتکگ انت ءُ۔ ماں جرمن زبان ءَ سبزیں رنگ ءَ (grun) گش انت کہ اے ماں براھوئی ءِ (خرن) ءِ ہمگونگ انت ءُ انگریزی ءِ (Green) ہم گوں (خرن) ءَ نزیک انت ءُ عربی ءَ (اخضر ءُ خضرا) ءَ ہم گوں براھوئی ءِ خرن ءُ انگریزی ءِ (green) ءَ ہمگونگ انت ءُ ہندی ءِ (ہرّا) خ ءُ ھ ءِ مٹ ءُ بدل ءَ گوں ہے لڑ ءَ سیادی داریت۔'' (۲۰)

ترجمہ: خرسی: اسی طرح براھوئی کا خرسی Kharrisi: green, اور خرنگ براھوئی میں اگنا اور درختوں کی شاخ تراشی greenness کرنے کے معنی دیتا ہے۔ اور ڈینس برے اس سلسلے میں تامل' ملیالم اور کرّخ کے کر Kur خور Khor اور گونڈی کے کورس (kors) کی مثالیں پیش کرتا ہے۔

بے شک یہ لفظ باہم دگر مماثل ہیں۔ لیکن یہی لفظ اوستا کا ارسا (arsa) ہے۔ شاید اس کا پہلا (خ) (ھ) سے بدل گیا اور بعد میں یہی (ھ) نرم ہو گیا اور ارسا کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کے معنی اگنا اور پھلنا پھولنا ہیں۔

یہی لفظ عربی میں غرس (ghrass) ہے جس کے معنی درخت پودے اُگانا ہے۔ فارسی میں (غرس کردن) درختوں کے اگانے اور لگانے کو کہتے ہیں۔ براھوئی ہمیشہ (غ) کو (خ) سے تبدیل کرتے ہیں۔ فارسی اور عربی کا یہی غرس براھوئی میں خرسی کی شکل میں ظاہر ہوا اور دوم عربی میں (حرث) بھی کھیتی باڑی کو کہتے ہیں۔ اور حارث دہقان اور کھیتی باڑی کرنے والے کو کہتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ براہوئی میں سبز رنگ کو خرن (kharrun) کہتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ براہوئی کے خرنگ اور خرسی کے الفاظ اسی خرن سے مشتق ہوں۔ اور جرمن زبان میں سبز رنگ کو (Grun) کہتے ہیں۔ یہ براہوئی کے خرن سے مماثل ہے اور انگریزی کا Green بھی خرن سے قریب ہے اور عربی کے اخضر اور خضرا بھی براہوئی کے خرن اور انگریزی کے (Green) سے مماثل ہیں۔ اور ہندی کا ہرّا خ اور ہ کے تبادلے کے ساتھ اسی لفظ سے مربوط ہے۔

فاضل مقالہ نگار کے مندرجہ ذیل اقتباس کا پہلا حصہ جس میں براہوئی لفظ خرسی کی اور دراوڑی زبانوں کے الفاظ 'کُر، خور اور کورس' کے مابین مماثلت ظاہر کی گئی ہے بالکل بھی بحث طلب نہیں ہے اور فاضل مقالہ نگار نے بھی اس مماثلت کو تسلیم کیا ہے مگر پھر بھی اس کی تشفی نہیں ہوئی ہے۔ اس نے براہوئی لفظ خرسی کو اوستا کے لفظ ارسا سے ماخوذ قرار دیتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ اوستا کے لفظ کا پہلا خ شائد "ھ" میں بدل گیا اور پھر "ھ" حرف بھی نرم ہوگیا۔ اور بعد میں یہ ارسا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی زبان جب بھی کسی لفظ کو دوسری زبان سے مستعار لیتی ہے تو اسے اپنے صوتی قواعد کے مطابق تبدیل کرتی ہے اور وہ لفظ حرفی اور صوتی تغیرات سے گزر کر پہلے سے مختلف ہوجاتا ہے۔ اور اس قسم کی تبدیلی کوئی زبان اپنے اصل الفاظ میں نہیں کرتی ہے۔ فاضل مقالہ نگار کی اس دلیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اوستا نے براہوئی لفظ خرسی کو مستعار لیا اور یہ لفظ جب اوستا میں داخل ہوا تو اوستائی صوتی و حرفی اصول کی بنیاد پر خرسی کا "خ" اوستائی "ھ" میں تبدیل ہوگیا۔ پھر مرور زمانہ کے ساتھ حرف "ھ" نرم ہوگیا۔ اور یہ لفظ ارسا کی صورت اختیار کرگیا۔

فاضل مقالہ نگار نے پھر اس لفظ کو عربی کے لفظ "غرس" سے مربوط کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ براہوئی ہمیشہ "غ" کو "خ" سے تبدیل کرتے ہیں۔ لہٰذا فارسی اور عربی کا لفظ "غرس" براہوئی میں "خرسی" کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ

براہوئی میں ایسا کوئی اصول نہیں جس سے ''غ'' ''خ'' میں بدلتا ہو۔ہم یہاں چند عربی الفاظ جو''غ'' سے شروع ہوتے ہیں اور جو براہوئی میں مستعمل ہیں انہیں پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بات مزید واضح ہو۔

عربی	براہوئی
غار	غار
غازی	غازی
غالیچہ	غالی
غلام	غلام
غم	غم
غیرت	غیرت

اس موازنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ براہوئی میں عربی الاصل الفاظ جو''غ'' سے شروع ہوتے ہیں براہوئی میں بھی بعینہٖ رہتے ہیں۔اوران کا حرف ''غ'' براہوئی میں ''خ'' میں تبدیل نہیں ہوتا ہے۔اور نہ ہی فارسی الاصل الفاظ جو'غ' سے شروع ہوتے ہیں براہوئی میں ان کا 'غ خ' میں تبدیل ہوتا ہے۔

اس کے بعد فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ''خزن'' (سبز) کو جرمن لفظ (grun) سے مماثل قرار دے کر عربی لفظ اخضر خضرا'' اور انگریزی لفظ (green) اور ہندی لفظ''ہرا'' کو براہوئی لفظ''خرن'' سے مماثل قرار دے دیتا ہے۔جو بالکل ہی غیر مماثل ہیں۔کیونکہ جرمن لفظ (grun) کا ''g'' (گ)، انگریزی لفظ (green) کا ''g'' (گ) براہوئی میں ''خ'' میں کبھی تبدیل نہیں ہوتے ہیں۔پھر ہندی میں بھی ''خ'' اور ''ھ'' کی باہمی تبدیلی کا کوئی اصول نہیں ہے۔البتہ یہ اصول بلوچی زبان میں ہے کہ وہاں ''خ، ھ'' میں تبدیل ہوتا ہے۔جیسے ''خدا ھدا'' میں اور ''خان ھان'' میں تبدیل ہو جاتا ہے۔فاضل مقالہ نگار کے ذہن میں شاید یہی اصول ہے جسے اس نے ہر زبان پر لاگو کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ شاید ہر زبان میں کارفرما ہے۔

اس کے بعد فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ ''پاڑ'' پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

انچش براہوئی ءِ پاڑ (Milk: Palh) انت کہ بلاشک تامل' ملیالم' کناری ءُ گونڈی ءِ پال (pal)، تیلگو پالو (palu)، کوئی ءِ پالو (palu) ءُ پاڈو (pado) ءُ تولو ءِ پیرو (peru) ءَ گوں ہمگونگ انت۔

بلے اگاں ہورت چارگ بہ بیت گڈا اے لوز ہم اصل ءَ براہوئی ءِ وتی لوز ایت کہ دراوڑی زبانان چہ براہوئی ءَ زرتگ ءُ وتی کتگ۔ ایشی ءِ مستریں دلیل ایش انت کہ اے لوز ماں اوستاءَ پیاہ (payah) انت ءُ دومی ماں اوستاءَ شیر دیوک ءَ راپیانگاہ (payangh) گُش انت ءُ ماں پشتو ءَ ہمے لوز (پَی) انت ءُ (پیورہ) ءَ ماں پشتو ءَ شیر دیوکیں پس ءُ مال ءَ گُش انت ءُ (پی واز) شیر چوک ءَ گُش انت۔ ماں فارسی ءَ اے لوز پلہ (pillah) انت کہ پس ءُ مال ءِ زائیگ ءَ رند ایشانی اوّلی ''شیر'' ءَ گُش انت کہ ماں ہندی ءَ ایشی ءَ (پیوسی) گُش انت۔ ماں پنجابی ءَ ایشی ءَ (بوہلی) ءُ بلوچی ءَ ہم ایشی (بوہلی) گُش انت۔ وہدیکہ اوستاءِ پیم ءَ ماں سنسکرت ءَ ہم شیر ءَ راپیاسا (payasa) گُش انت۔ چہ ایشی ءَ مالوم بیت کہ اے لوز ہند ایرانی لوز ایت ءُ وڑ وڑیں زبانانی تہا وڑ وڑیں دروشماں گوں دیما آتگگ۔ ہمشکا براہوئی ءَ پال (Palh) ایشی ءِ وتی ذگریں ءُ خالصیں لوز ایت ءُ الم ءَ دراوڑی زباناں ہمے لوز چہ براہوئی ءَ زرتگ ءُ وتی کتگ۔'' (۲۱)

ترجمہ: اسی طرح براہوئی کا پاڑ (Milk: palh) ہے جو بے شک تامل' ملیالم' کناری اور گونڈی کے پال' تیلگو کے پالو' کوئی کے پالو اور پاڈو اور تولو کے ''پیرو'' سے مماثل ہے۔

لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ لفظ بھی اصل میں براہوئی کا اپنا ہے۔ جیسے

دراوڑی زبانوں نے براہوئی سے لیا ہے اور اسے اپنا بنالیا ہے۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ لفظ اوستا میں پیاہ ہے نیز اوستا میں دودھ دینے والی بکری یا مویشی کو پیا نگاہ کہتے ہیں، اور پشتو میں یہی لفظ پئی ہے اور پیورہ پشتو میں دودھ دینے والی بکری یا مویشی کو کہتے ہیں۔ اور پی واز دودھ دوہنے والے کو کہتے ہیں۔ فارسی میں یہ لفظ پلہ ہے جو بکری اور مویشی کا بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پہلا دودھ ہوتا ہے، کو کہتے ہیں۔ پنجابی میں اسے بوہلی کہتے ہیں اور بلوچی میں بھی اسے بوہلی کہتے ہیں۔ جبکہ اوستا کے علاوہ سنسکرت میں بھی دودھ کو پیاسا کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہندو ایرانی لفظ ہے۔ اور مختلف زبانوں میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوا ہے۔ لہٰذا براہوئی کا ''پاڑ'' اس کا اصل اور خالص لفظ ہے اور سب دراوڑی زبانوں نے یہ لفظ براہوئی سے لیا اور اپنا بنالیا۔

براہوئی لفظ ''پاڑ'' دراوڑی زبانوں کے الفاظ پال، پالو، پاڑو اور پیرو سے صوتی و معنوی مماثلت کا حامل ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ اصلی دراوڑی لفظ ہے۔ لیکن فاضل مقالہ نگار اسے براہوئی کا لفظ تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ہندو ایرانی لفظ قرار دیتا ہے اور اوستا کے لفظ پیاہ، پیا نگاہ، پشتو کے لفظ پئی، پیورہ اور پی واز، فارسی کے لفظ پلہ، ہندی کے لفظ پیوسی، اور سنسکرت کے لفظ پیاسا سے اسے متعلق اور مماثل قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ براہوئی لفظ ''پاڑ'' ان ہندو ایرانی الفاظ کی نسبت مندرجہ بالا دراوڑی الفاظ سے صوتی و معنوی اعتبار سے زیادہ قریب ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو ایرانی زبانوں نے یہ لفظ دراوڑی زبانوں سے مستعار لیا ہے۔ پھر بھی فاضل مقالہ نگار کہتا ہے کہ یہ لفظ ہندو ایرانی ہے۔ اور اس بات کی تردید بھی کرتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ یہ لفظ اصل میں خالص براہوئی ہے کیونکہ براہوئی ہندو ایرانی زبان نہیں بلکہ دراوڑی زبان ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ بسنگ کے متعلق بحث کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

"(4540) بسنگ (Bising): To be come ripe, to bake انچش براہوئی ءِ "بسنگ" انت کہ ڈینس برے ءِ ہیال ءَ براہوئی ءِ باسنگ (basing) بزاں گرم کنگ ءُ بسنگ (bising) بنجک یک انت ءُ مالٹو ءِ (brise) بچی (bice)، کرّخ ءِ بچ (bice)، بتانا (bit-ana)، گونڈی ءِ وے آنا (veiana) ءُ کوئی ءِ وے وا (veva) ءِ باروا گشگ بیت کہ اے گوں براہوئی ءِ "بسنگ" ءَ سیادی دارانت۔ بلے مالوم بیت کہ اے لوز ہم ہندیورپی لوزایت۔ پہ مثال ءَ انگریزی ءِ (bake)، فارسی ءِ (پز)، بلوچی ءِ (پچگ)، اردو ءِ (پکانا)، سرائیکی ءُ پنجابی ءِ (پکنڑ) ایش ءُ آ درستیں لوزیکیں بنجک ءِ شاہدی دیئنت۔ بلے داں ہدّ ے کہ براہوئی ءُ دراوڑی زبانانی صوتی دروشم بزاں واول (vowel) ءِ یکی ءِ مسئلہ انت۔ گڑا "بسنگ" ءِ معاملہ ءَ گوں دراوڑی ءِ (بچی ءُ بچ) نزیک انت۔ وہدیکہ گونڈی ءِ (وے آنا) ءُ کوئی ءِ (وے وا) جتائیں واول (vowel) ءِ واہند انت۔

انچش بلوچی ءِ (پچگ) ءُ فارسی ءِ (پزیدن) ءُ انگریزی ءِ (bake) ءِ واول ہم یکے دگرے ءَ گون جتا جتا انت۔ بلے بنجک ءِ یکی ءِ تہا ہچ شک ءُ شبہ نیست انت۔ چوشیں مثال باز انت۔ چوش کہ فارسی ءِ ترس (Tiris) انت کہ اے بلوچی ءَ ترس (Turs) انت ءُ فارسی ءِ (جُدا) انت ءُ اے ماں بلوچی (جتا) Jita انت۔ چوش کہ فارسی ءِ تشنہ (Tishnah) انت ءُ بلوچی ءَ تُن (tun) انت۔ بلے اے درستانی بنجک یک انت دومی براہوئی ءِ "بسنگ" ءِ درگت ءَ انڈ و یورپی زبانانی بُنجک (To bake: (peku: pei.96) انت کہ ملیالم ءِ ویکا (veka) گرم کنگ، سوچگ ءُ پشگ ویچ (veyc)= سوچگ،

پچگ۔ کناڈا ءِ بےسو(besu)=سچگ ءُ گرم کنگ ءِ تیاری کنگ ءِ
مانہاں دئینت۔ اے درست peku ءُ انگریزی ءِ bake ءَ گون
نزیکی دراکن انت۔"(۲۲)

ترجمہ: اسی طرح براہوئی کا"بسنگ" ہے جو ڈینس برے کے
خیال میں براہوئی کے باسنگ یعنی گرم کرنا اور بسنگ کی بنیاد ایک
ہے۔اور مالٹو کے (brise) بچی (bice) کرّخ کے بچ (bice)
بتانا (bit-ana)' گونڈی کے وے آنا (veiana) اور کوئی کے
وے وا(veva) کے بارے میں کہا ہے کہ یہ براہوئی کے بسنگ سے
تعلق رکھتے ہیں۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہندیورپی لفظ ہے۔
مثال کے طور پر انگریزی کا(bake) فارسی کا"پز" بلوچی کا"پچگ"
اردو کا"پکانا" سرائیکی اور پنجابی کا"پکنڑ" سب کے سب ایک ہی
بنیاد کی شہادت دیتے ہیں۔لیکن جہاں تک دراوڑی اور براہوئی
زبانوں کی صوتی مماثلت ہے وہاں مصوتے یا واول (vowel) کا
ایک مسئلہ ہے۔تو"بسنگ" کے معاملے میں دراوڑی کے بچی اور بچ
قریب تر ہیں۔جب کہ گونڈی کے وی آنا اور کوئی کے وے وا الگ
مصوتوں کے حامل ہیں۔

اسی طرح بلوچی کے پچگ اور فارسی کے پزیدن اور انگریزی کے
(bake) کے مصوتے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔مگر ان کی ایک
بنیاد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔اس کی بہت سے مثالیں
ہیں۔جیسا کہ فارسی کا ترس (tirs) ہے یہ بلوچی میں ترس (turs)
ہے اور فارسی کا جُدا ہے اور یہ بلوچی میں"جِتا" ہے۔جیسا کہ فارسی کا
تِشنہ ہے اور بلوچی میں"تن" ہے۔مگر ان سب کی بنیاد ایک ہے۔

دوم براہوئی کے بِسنگ کے سلسلے میں ہندویورپی زبانوں کی بنیاد to

(peku: pei.96) bake: ہے جو ملیالم کے ویکا، کوٹا کے وے
جلانا اور پکانا ویچ (veyc) جلانا' پکانا' کناڈا کے بے سو: جلانا اور گرم
کرنے کی تیاری کرنے کا معنی دیتے ہیں۔ یہ سب peku اور
انگریزی کے bake سے قربت کے حامل ہیں۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ ''بسنگ'' کی دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے مماثلت کے سلسلے میں ڈینس برے سے اختلاف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ لفظ دراوڑی نہیں بلکہ ہندویورپی لفظ ہے۔ اور وہ اس کی مماثلت ہندویورپی زبانوں کے الفاظ انگریزی کے bake فارسی کے ''پُز'' بلوچی کے ''پچگ'' اردو کے ''پکانا'' سرائیکی اور پنجابی کے ''پکنڑ'' سے ڈھونڈتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ براہوئی لفظ کے مندرجہ بالا دراوڑی الفاظ سے مماثلت فاضل مقالہ نگار کے مندرجہ بالا ہندویورپی الفاظ کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ پھر وہ ان سب الفاظ کا مادہ انگریزی الفاظ peku اور bake کو قرار دیتا ہے جو درست نہیں ہے کیونکہ یہ براہوئی اور دراوڑی الفاظ برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے صدیوں پہلے سے مرّوج ہیں۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ ''باسُنی'' کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''4540: باسُنی (heat: basuni) انچش براہوئی ءِ ''باسُنی'' انت
کہ گرمی ءِ مانہاں دنت ءُ گشگ بیت کہ تامل ءِ وٹیائی (vetai) = گرم،
تولو ءِ پی سوئے (pi-so-y) = گرمیں موسم، کناڈا ءِ بے ساگی
(besagi ءُ besaki) = گرمیں موسم ءُ بسی (bisi) ءُ بسو
(bisu) بزاں روچ ءِ گرمی گوں براہوئی ءِ باسُنی (basuni) ءَ سیادی
دارانت۔ بلے اے درگت ءَ عربی ءِ (بہا) روشنی، سرائیکی ءِ (بھا)
(fire, heat) اردو ءُ ہندی ءِ (بھاڑ) (heat, fire) ءُ چہ درستاں
گیش یونانی ءِ (pyresson) گندگ کرزانت ءُ یونانی ءِ ہمے
(pyresson) چٹ براہوئی ءِ گوں ''باسن'' ءُ ''باسُنی'' ءَ نزیک انت

ءُ ایشی ءِ مانہا آچ ءُ گرمی انت ءُ چریشان ابید عربی ءِ (باحور) بزان گرمیں روچ فارسی ءِ (باحوری) ہم 'ھ ءُ س' ءِ مٹی ءُ بدلی ءَ گوں براہوئی ءِ ''باسُنی'' ءَ نزیکی دراکن انت۔'' (۲۳)

ترجمہ: 4540: باسُنی (heat: basuni) اسی طرح براہوئی کا باسُنی ہے جو گرمی کا معنی دیتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ تامل کا ویٹائی: گرم، تولوکا پی سوئے: گرم موسم، کناڈا کا بے ساگی اور بے ساکی = گرم موسم، بسی اور بسو جو دن کی گرمی ہے' سے براہوئی کا باسُنی قرابت کا حامل ہے۔ لیکن اس سلسلے میں عربی کا ''بہا'' روشنی، سرائیکی کا ''بھا'' = (آگ اور گرمی) 'اردو اور ہندی کا ''بھاڑ'' = آگ اور گرمی' ان سب سے زیادہ یونانی کا (pyresson) جسے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یونانی کا یہی (pyresson) مکمل براہوئی کے باسُن اور باسُنی سے قریب ہے۔ اور اس کا معنی آگ اور گرمی ہے۔ علاوہ ازیں عربی کا (باحور) جو گرم دن ہے۔ اور فارسی کا باحوری بھی ''ھ'' اور ''س'' کی تبدیلی سے براہوئی کے ''باسُنی'' سے قربت کے حامل ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباس کے حصہء اول جس میں براہوئی لفظ باسُنی کی دراوڑی الفاظ سے صوتی و معنوی طور پر گہری مماثلت پائی جاتی ہے' سے ہم کلی طور پر متفق ہیں۔ لیکن اقتباس کے حصہء دوم جس میں براہوئی لفظ باسُنی کی مماثلت بہا' بھا' بھاڑ pyresson باحور اور باحوری سے ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے وہ صوتی و معنوی اعتبار سے غیر عقلی اور غیر منطقی ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے براہوئی لفظ ''باسُنی'' اور یونانی لفظ ''pyresson'' میں جو مماثلت زبردستی ظاہر کی ہے وہ مماثلت ظاہر نہیں ہوتی ہے اور پھر براہوئی اور یونانی کا باہم کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ اور فاضل مقالہ نگار فارسی لفظ باحوری کی براہوئی لفظ باسُنی سے مماثلت ڈھونڈتے ہوئے کہتا ہے کہ 'ھ' اور 'س' کی تبدیلی سے یہ ہر دو لفظ باہم مماثل ہیں۔ حالانکہ براہوئی میں کوئی ایسی مثال ناپید ہے جس میں 'ھ' اور 'س' کی باہمی تبدیلی کا قانون لاگو ہو۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ ''چائینگ'' کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

'چائینگ' To understand,to know: Chaing انچش براہوئی ءِ ''چائینگ'' انت کہ ڈینس برے پہ زور ایشی ءِ base ءَ بزاں بنچک ءَ را (cha) ءِ برھلاپ تا (ta) لیکھ ایت ءُ ایشی ءِ ماضی نفی ءِ بنچک تِتت ءَ (titt) را پہ زور ترِ (tir) لیکھ ایت ءُ پہ زور گوں تامل' ملیالم ءُ تولو ءِ تیری (teri) ءُ کناری ءِ تِل (til) ءَ گوں ہمگرنچ کنت۔ حالانکہ پد رائیں صورت ءَ ایشی ءِ (past neg. stem) ماضی نفی ءِ بنچک ''تِتت'' انت ڈینس برے براہوئی ءِ تِتت (titt) ءَ را (tir) لیکھیت کہ تامل' ملیالم ءُ تولو ءِ تیری (teri) ءِ مَتلب درا کنگ' گندگ' مالوم بوگ ءُ ظاہر کنگ انت ءُ مالتو ءِ تیروکا (teruka) ءِ مَتلب ہم زانگ ءُ سرپد بوگ انت ءُ چریشی ءَ امید کوئی ءِ تیری (teri) ءِ مَتلب ہم ظاہر' روشن ءُ خالص انت۔ دراوڑی ءِ اے درستیں لوز اصل ءَ گوں بلوچی ءِ درا (dara) ءُ کردی ءِ دیار (dayar) ءَ گوں نہ ایوکا ہمگونگ انت بلکیں ہم مانہاں دنت۔ چریشی ءَ ابید سومیری ءِ دلے (dall-e) ءِ ہم ہمے مانہاں دنت۔ مالوم ہمے بیت کہ اے درستیں لوز بلوچی ءُ کردی ءِ درا (dara) ءُ دیار (dayar) ءَ گوں سیادی دارانت۔ چریشی ءَ ابید اوستا ءِ درائیستا (daresata) ءِ مَتلب ہم ''ظاہر و پدر'' انت کہ بلوچی ءِ درائشت (daraesht) ہم ہمے مانہاں کارمرز بیت۔

اصل ءَ براہوئی ''چائینگ'' ءِ بنچک چان (chan) انت کہ ایشی ءِ (n) گونڈ گری ءِ سبب کارمرز نہ بیت ءُ ہمے چان (chan) گوں بلوچی ءِ زان (zan)' زانگ (zaning)' فارسی ءِ دان (dan)' دانیدن (danidan)، اردو ءُ ہندی ءِ جان (jan)' جاننا ءُ سرائیکی ءِ جان (jan)' جانڑ گوں سیادی داریت کہ یکیں بنچک ءِ واہند انت۔'' (۲۴)

ترجمہ: چائینگ Chaing: To understand, to know) اسی طرح براہوئی کا چائینگ ہے۔ جس کی بنیاد ڈینس برے نے زبردستی چا (cha) کے برعکس تا (ta) تحریر کی ہے اور زبردستی اس کے ماضی نفی کی بنیاد تِت (titt) تحریر کی ہے۔ اور زبردستی تامل' ملیالم اور تولو کے تیری اور کناری کے تل سے مماثل قرار دیا ہے۔ حالانکہ ظاہری صورت میں اس کے (Past neg. stem) ماضی نفی کی بنیاد تِت ہے۔ ڈینس برے نے تت کو تر تحریر کیا ہے۔ کیونکہ تامل' ملیالم اور تولو کے تیری کا مطلب سمجھنا، دیکھنا، معلوم کرنا اور ظاہر کرنا ہے اور مالٹو کے تیرو کا مطلب بھی سمجھنا اور ادراک کرنا ہے' اور علاوہ ازیں کوئی کے تیری کا مطلب بھی ظاہر، روشن اور خالص ہے۔ دراوڑی کے یہ تمام الفاظ اصل میں بلوچی کے ''درا'' اور کردی کے ''دیار'' سے نہ صرف مماثل ہیں بلکہ ہم معنی بھی ہیں۔ علاوہ ازیں سومیری کا دلے بھی یہی معنی دیتا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب بلوچی اور کُردی کے درا اور دیار سے مربوط ہیں۔ علاوہ ازیں اوستا کے درائیستا کا مطلب بھی ظاہر اور باہر ہے۔ کیونکہ بلوچی کے درائیشت کا بھی یہی معنی مستعمل ہے۔

اصل میں براہوئی چائینگ کی بنیاد 'چان' ہے جس کا ''ن'' اختصار کے سبب مستعمل نہیں ہے۔ اور یہی ''چان'' بلوچی کے ''زان''، زانگ''، فارسی کے ''دان' دانیدن''، اردو اور ہندی کے ''جان' جاننا'' اور سرائیکی کے ''جان اور جانڑ'' سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ ایک ہی بنیاد کے حامل ہیں۔

فاضل مقالہ نگار نے دعویٰ کیا ہے کہ ڈینس برے نے براہوئی لفظ ''چائینگ'' کی بنیاد ''چا'' کے برعکس ''تا'' تحریر کی ہے۔ ہم اس دعویٰ کی صداقت کی توثیق وتصدیق ڈینس برے کی اصل تحریر کے مندرجہ ذیل اقتباس سے کرتے ہیں:

"Chaing, to understand. 261. The affirmative is conjugated regularly on the base cha, the only peculiarities lying in the not very common infinitive form chaning in the formation of the past setm cha-is (217ii). The negative conjugation is founded on a base tir- on the analogy of kanning and danning, and implies on absolete infinitive tinning. The dialectical variant ta-ing (imper. ta, pres. tav. tava, sometimes also tia-ing, tia, tiav, tiava (heard) chiefly in the Nushki district, seems to afford a connecting link between the two bases.(25)

اور ایک دوسری جگہ ڈینس برے تحریر کرتا ہے:

"Though now used as a true adverb, cha is in origin simply the imperative singular of chaing. Hence the dialectical variants ta, tia."(26)

ڈینس برے کے ساتھ اس سلسلے میں ایم ایس انڈرونوف (M.S Andronov) بھی متفق ہے۔ وہ تحریر کرتا ہے:

"The following verbs have three stems each: banning to come' (bann/ bar/ ba), caing to understand (can- ca- ti- in the dialects also ta /tia......."(27)

جہاں تک ''چا'' (cha) اور ''تا'' کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ دراوڑی زبانوں میں حرف ''ت'' (T) حرف ''چ'' (ch) سے قدیم اور سابق تصور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا تامل میں بھی چائینگ کو (teriy) کہا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس وضاحت کی روشنی میں فاضل مقالہ نگار کا یہ دعویٰ غلط ٹھہرتا ہے کہ مندرجہ بالا دراوڑی الفاظ بلوچی کے ''درا'' اور کُردی کے ''دیار'' سے مشتق ہیں اور براہوئی لفظ ''چائینگ'' کا مادہ ''چان'' ہے جو بلوچی کے ''زان، زانگ'' فارسی کے ''دان، دانیدن''، اردو اور ہندی کے ''جان، جاننا''، اور سرائیکی کے ''جان، جانڑ'' اور سومیری کے دلے سے تعلق رکھتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار اپنے ایک اور مضمون ''براہوئی ءِ لوزانی کسہ'' (۲۸) (براہوئی کے الفاظ کی کہانی) میں براہوئی کے کچھ اور الفاظ کے بارے میں تحریر کرتا ہے جو شاید متذکرہ بالا مضمون کا دوسرا حصہ ہے۔ ہم یہاں اس کا بھی تجزیہ کرتے ہیں۔ فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ ''خن'' کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''خن:Khann:(Eye)، براہوئی ءِ ''خن'' بلاشک تامل ءِ۔(kan)، ملیالم ءِ 'کن، کنو' (kan, kanu)، کناڈا ءِ 'کن (kan)، تولو ءِ ''کنو'' (kannu)، کوڈاگو ءِ کنّی (kanni)، کرّخ ءِ خن (khann)، مالٹو ءِ گنو (ganu)، تیلگو ءِ کنو (kanu)، کول ءِ کن (kan)، ءُ ٹوڈا ءِ کون (kon) ءِ گوں نزیکی داریت۔ کہ اے ماں اوستا ءِ (chashman)، اکادی ءُ عربی ءِ (عین) پہلوئی ءِ ائینمن (ainman)، چینی ءِ ین (yan)، کوریائی ءِ نن (nan) انت۔ مالوم ہے بیت کہ اے درستیں لوز یکیں بنچک ءِ گوں سیادی دارانت ءُ اے دیر دراجیں ءُ کہنیں سیادی یے ءِ دریِ انگازی کن انت۔ اے درگت ءِ چہ درستاں اہم ترین لوز انگریزی ءِ (to ken انت کہ ایشی ءِ مانہا ہم چیزے ءِ چارگ ءُ چکاسگ انت ءُ انگریزی ءِ (know) ءُ انڈیورپی لوز peioko 183 ءُ لاطینی pioculas بزاں ''چم'' پدرائیں صورت ءِ یکیں بنچک ءِ درانگازی کن انت ءُ سنسکرت ءِ ''کانا'' (kan-a) بزاں نہ گندوک، کور ءُ فارسی ءِ ''کانا'' (کہ اے ''دانا'' ءِ چپ انت) بزاں کور ءُ نہ گندوک ءِ کھوار ءِ ''کنو'' بزاں ہم کور ہم ہمے بنچک ءِ گوں سیادی دارانت۔

البت اے درگت ءِ دومی اہمیں چیز ایش انت کہ تامل ءِ (kan) ءِ ملیالم ءِ (kannu)، تیلگو ءِ (kanu)، نیکاری ءِ (kan)، بزاں چم (eye) ءِ لیکہ گوں ہوار طاؤس ءِ دمب ءِ پرانی سرا استار پیمیں نشان ءِ ہم گش انت کہ ماں براہوئی ءِ اے ہیال ءُ لیکہ نگواہیت ءُ اے درگت ءِ

دلچسپیں گپ ایش انت کہ کناڈا ءِ (kan)، تیلگو ءِ (kanu)، کول ءِ (kan) چم ءِ مانہاں گوں ہوارتنگ ءُ کُرُک ءِ مانہاں ہم دئینت کہ ایشی ءَ ماں کُردی ءَ کون (kon) گُش انت ءُ دراوڑی لوزانی اے لیکہ پدرائیں صورت ءَ گوں کُردی ءَ پولنگ گندگ بیت۔'' (۲۹)

ترجمہ: خن: Khann : (eye) براہوئی کا ''خن'' بے شک تامل کے کن، ملیالم کے کن' کنو' کناڈا کے کن، تولو کے کنّو، کوڈاگو کے کنّی، کرّخ کے خن، مالٹو کے کنو، تیلگو کے کنو، کول کے کن، ٹوڈا کے کون سے نزدیکی یا قربت کا حامل ہے۔ جو اوستا میں چشمان، اکادی اور عربی میں عین پہلوی میں اہنمن، چینی میں ین' کوریائی میں نن ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام لفظ ایک ہی بنیاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ دور دراز اور قدیم تعلق کی شہادت دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم ترین لفظ انگریزی میں کن (to ken) ہے اس کا مطلب بھی کسی چیز کو دیکھنا اور چکھنا ہے اور انگریزی کے (know) اور ہندو یورپی لفظ Peioku ۱۸۳ اور لاطینی کے Peioculas یعنی آنکھ' ظاہری صورت میں ایک بنیاد کی شہادت دیتے ہیں۔ اور سنسکرت میں کانا یعنی اندھا' فارسی میں کانا (جو دانا کا متضاد ہے) یعنی اندھا' کھوار میں کنو یعنی اندھا بھی اسی بنیاد سے تعلق رکھتے ہیں۔

البتہ اس سلسلے میں دوسری اہم چیز یہ ہے کہ تامل کا کن، ملیالم کا کنو، تیلگو کا کانو' نیکاری کا کن یعنی آنکھ کے معنی کے ساتھ ساتھ مور کی دم کے پروں کے اوپر ستارے جیسے نشان کو بھی کہتے ہیں۔ براہوئی میں یہ خیال اور معنی نہیں پائے جاتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ کناڈا کا کن، تیلگو کا کنو، کول کا کن، آنکھ کے معنی کے ساتھ سوراخ اور غار کا منہ کے معنی بھی دیتے ہیں۔ اسے کردی میں کون کہتے ہیں۔ اور دراوڑی لفظوں کا یہ معنی ظاہری صورت میں کردی سے متاثر دکھائی دیتا ہے۔

اس اقتباس کے پہلے حصے میں براہوئی لفظ خن کی صوتی و معنوی مماثلت دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے ظاہر و باہر ہے۔ پھر بھی فاضل مقالہ نگار نے بلا وجہ براہوئی لفظ خن کی اوستائی لفظ چشمان، اکادی و عربی لفظ عین اور پہلوئی لفظ اینمن، چینی لفظ ین اور کوریائی لفظ نن سے مماثلت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو متذکرہ بالا دراوڑی الفاظ اور براہوئی لفظ کی مماثلت کی نسبت غیر عقلی اور غیر منطقی ہے۔ براہوئی لفظ خن اور عربی لفظ عین کے درمیان مماثلت ظاہر کرنے کی کوشش مضحکہ خیز ہے۔ جو کسی طور پر درست نہیں ہے۔

فاضل مقالہ نگار خود بھی اس مماثلت سے مطمئن نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ مذکورہ لفظ خن کو انگریزی لفظ To ken اور ہندو یورپی الفاظ Peioku ۱۸۳ اور لاطینی لفظ Peioculas سے بھی مربوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پہلے سے بھی اپنے موضوع سے دور ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعد میں اس سے بھی جب اس کی سیمابی طبیعت مطمئن نہیں ہوتی ہے تو وہ خن کے سلسلے میں سنسکرت لفظ کانا (جس کا معنی اس نے اندھا تحریر کیا ہے حالانکہ اس کا مطلب اندھا نہیں ہے بلکہ وہ جسے ایک آنکھ سے دکھائی دیتا ہو دوسری سے نہیں۔ اسی لیے اردو میں محاورہ ہے اندھوں میں کانا راجہ) فارسی لفظ کانا، کھوار لفظ کنو سے بھی مربوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

لیکن اس کے باوصف بھی وہ مطمئن نہیں ہوا اور پھر اس نے دراوڑی الفاظ کے معنی آنکھ کے علاوہ مور کی دم کے پروں پر ستارے جیسا نشان بھی بتائے ہیں۔ جس کی بنیاد پر اس نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ معنی براہوئی میں مفقود ہے۔ بعد ازاں وہ دراوڑی الفاظ کے مزید دو اور معنی سوراخ اور غار کا منہ ظاہر کر کے ان سب الفاظ کا منبع کردی لفظ کون کو قرار دیتا ہے۔

جہاں تک سنسکرت لفظ کانا کا تعلق ہے تو وہ دراوڑی زبانوں سے مستعار ہے۔ (۳۰) کیونکہ سنسکرت میں اس لفظ کی مزید صورتیں مفقود ہیں جیسے دراوڑی زبانوں میں اس لفظ کی کئی ایک صورتیں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر براہوئی میں خن، خننگ، خنیا (اہل نظر) خڑ ینک، (آنسو) وغیرہم اور بعینہ تامل میں کن، کان، دیکھنا وغیرہم

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ خڑ ینک Tear کے متعلق تحریر کرتا ہے

''خڑ ینک: Tear، دومی براہوئی ءِ ''خڑ ینک'' ءِ باروا گشنگ بیت کہ اے تامل ءُ کناڈا ءِ (kannir)، تولو ءِ kanunir ءُ تیلگو ءِ (kanniru) ءُ گوں سیادی داریت حالانکہ تامل کناڈا، تولو ءُ، تیلگو ءِ ہمے برزی لوز بنیاتی صورت ءُ (kann, kan) ءُ (niru, nir) ءِ دو مرکبیں لوز انت کہ (kan) ''چم'' ءُ گش انت ءُ Nir ءُ Niru ماں دراوڑی زبان ءُ آپ (Water) ءُ گش انت بزاں ''چم ءِ آپ'' Tear ءُ ماں Ul مالٹو ءِ Tear ءُ را (qanimu) گش انت ءُ اے ہم qan بزاں (eye) ءُ امو (Imu) بزاں ''آپ'' ءِ دو ہواریں ءُ مرکبیں لوز ایت۔ ادا اے یات دارگ بہ بیت کہ (Imu) اصل ءُ سنسکرت ءِ لوز ایت کہ ایشی ءُ ماں سنسکرت ءُ ''امبو'' گش انت ءُ ''نیر'' (nir) ہم سنسکرت ءِ لوز انت۔ دومی دراوڑی ءُ سنسکرت ءِ (امو ءُ امبو) گوں عربی ءِ ''ما'' (ma) گوں ہم نزیکی دراکن انت۔

اے درگت ءُ بائید ہمیش ات کہ دراوڑی ءِ پیا براہوئی ءِ تہا ہمے لوز ''خڑ ینک'' ءِ جا گہہ۔ ''خن دیر'' (khan-dir) بہ بوتیں۔ وہد یکہ براہوئی ءِ خڑ ینک'' نہ ایوکا چہ دراوڑی ءُ جتائیں لوز ایت بلکیں پدرائیں صورت ءُ اے لوز چہ ''خن'' (khan) ءِ نسبت ءُ اول ءُ خڑ ینک (Khannik) ءُ رندا Retroflex بوئیگ ءِ سوب ءُ ''خڑ ینک'' ءِ صورت ءُ دیما آتگ۔ دومی گیلگی ءِ ''خرس'' پہک ءُ گوں براہوئی ءُ دروشم انت''۔ (۳۱)

ترجمہ: خڑ ینک Tear: دوسرا براہوئی کے خڑ ینک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ تامل اور کناڈا کے کن نیر، تولو کے کنونیر اور تیلگو کے کنّ نیرو سے تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ تامل، کناڈا، تولو اور تیلگو کا یہ

اعلیٰ لفظ بنیادی صورت میں مرکب لفظ ہے کن (kan) آنکھ کو کہتے ہیں۔اور نیر اور نیرو دراوڑی زبان میں پانی کو کہتے ہیں۔یعنی آنسو اور مالٹو میں آنسو کو کن امو کہتے ہیں اور یہ بھی کن یعنی آنکھ اور اَمو یعنی پانی کے دو لفظوں کا مرکب ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ امو دراصل سنسکرت کا لفظ ہے۔اسے سنسکرت میں امبو کہتے ہیں۔اور نیر بھی سنسکرت کا لفظ ہے۔نیز دراوڑی اور سنسکرت کے امو اور امبو سے عربی کا ما قربت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ ہونا چاہیئے تھا کہ دراوڑی کی طرح براہوئی میں یہ لفظ خڑینک کے بجائے خن وِیر ہوتا۔جب کہ براہوئی کا خڑینک نہ صرف دراوڑی سے الگ ہے بلکہ ظاہری صورت میں یہ لفظ خن کی نسبت سے پہلے خنیک اور پھر Retroflex ہونے کے سبب خڑینک کی صورت میں ظاہر ہوا۔نیز گیلگی کا خرس سمجھنا براہوئی خڑینک سے مماثل ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ خڑینک اور متذکرہ بالا دراوڑی زبانوں کے الفاظ کن نیر، کنو نیر اور کن نیرو کا ذکر کر کے کچھ دراوڑی زبانوں کے ان الفاظ میں کن امو (اشک) کے موخر الذکر لفظ امو کو سنسکرت لفظ امبو (پانی) سے ماخوذ بتاتا ہے اور لفظ نیر کو سنسکرت کا لفظ قرار دیتا ہے اور پھر امو، امبو اور عربی ما (پانی) میں قربت تلاش کرتا ہے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ دراوڑی زبانوں پر سنسکرت کے گہرے اثرات مسلّم ہیں اور بعینہٖ دراوڑی زبانوں نے سنسکرت کو بھی متاثر کیا ہے اگر سنسکرت الفاظ دراوڑی زبانوں میں پائے جاتے ہیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ جہاں تک لفظ نیر کا تعلق ہے یہ سنسکرت لفظ ہرگز نہیں ہے بلکہ سنسکرت نے دراوڑی زبانوں سے مستعار لیا ہے۔اس لفظ کو ماہرین لسانیات نے خالص دراوڑی لفظ قرار دیا ہے۔(۳۲)

بعد ازاں فاضل مقالہ نگار بہت اہم مسئلے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتا ہے کہ اشک کے لیے براہوئی میں بھی دراوڑی زبانوں کے مرکب الفاظ کی طرح خڑینک کے

بجائے خن دیر ہونا چاہیئے تھا۔ اور اس کا جواب وہ یہ دیتا ہے کہ یہ لفظ کلی طور پر دراوڑی الفاظ سے مختلف ہے اور خن کی نسبت سے یہ پہلے خنیک (khannik) تھا بعد میں ملفوف (retroflex) ہونے کے سبب یہ خڑ ینک کی شکل اختیار کر گیا۔ نیز گیلگی کا خرس براہوئی کے اس لفظ سے مماثلت کا حامل ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے سوال تو بہت ہی اہم اٹھایا تھا مگر اس کا جواب اس نے انتہائی طفلانہ انداز میں دیا ہے۔ دراصل براہوئی لفظ بنیادی طور پر خن اور نیر کا مرکب ہے۔ کیونکہ براہوئی کے اسمی لاحقوں (Substantive suffixes) میں نک (nk) بہت اہمیت کا حامل ہے جو مختلف البنیاد مادوں (Roots) (یعنی دراوڑی، ہندو آریائی، اور ہند یورپی بنیادی لفظوں) سے عموماً لاحق ہوتا ہے۔ مثلاً مور (چیونٹی) + نک: مورنیک، آدین (آئینہ) + نک: آدینک، تیل + نک: تیلینک (تیز دہار) روتین + نک: روتینک (آنتیں) وغیرہم۔ علیٰ ہذا القیاس براہوئی لفظ خڑ ینک بھی اسی ترکیب و تشکیل کی غمازی کرتا ہے۔ یعنی خن + نیر + نک: خڑ ینک۔ کیونکہ اس میں 'ر' اور 'ن' کے حروف مل کر ملفوف صوت (Retroflex) کو تشکیل دیتے ہیں لہٰذا خن نیر ینک خڑ ینک کی شکل اختیار کر گیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ براہوئی میں پانی کے لیے لفظ تو دِیر ہے پھر نیر کیسے ہو گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض دراوڑی الفاظ جو 'ن' (N) سے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً کرّخ کا لفظ نے (کون) اور مالتو کا نیر یہہ (کون) براہوئی میں دیر (کون) ہو جاتا ہے۔ یعنی ان دراوڑی الفاظ کا حرف ''ن'' براہوئی میں حرف ''د'' میں تبدیل ہوتا ہے۔ مثلاً دراوڑی لفظ نیتر (خون) براہوئی میں ''دتر'' (خون) ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دراوڑی ''ن'' اور براہوئی ''د'' کی تبدیلی سے پہلے کبھی دراوڑی ''ن'' براہوئی میں مستعمل رہا ہے اور براہوئی لفظ خڑ ینک اس کی شہادت دیتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے براہوئی لفظ خڑ ینک اور گیلگی لفظ خرس کے درمیان جو مماثلت ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے وہ کسی طور پر قرین قیاس نہیں ہے بلکہ ایک لفظی بازی گری دکھائی دیتی ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ خننگ کے متعلق بحث کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

"خننگ :To see براہوئی ءِ "خننگ" ءِ بارو اگشگ بیت کہ تامل ءِ کان (kan) ءُ کنت (kant)، مالٹو ءِ کنوکا (kanuka)، کوٹا ءِ کن (kan) ءُ کڈ (kad)، تولو ءِ کون (kon) ءُ کوڈ (kod)، کناری ءِ کان (kan) ءُ کند (kand)، گوڈا گو ءِ کن kan ءُ کند kand ءُ نیکاری ءِ کنڈک kandk ءَ گوں سیادی داریت۔ اگاں ہورت چارگ بہ بیت گڈا دراوڑی ءِ اے وڑ وڑیں لوز چہ براہوئی ءِ "خننگ" (khanning) ءَ زیادت نہ ایوکا گوں بلوچی ءِ گندگ (gindag) ءَ نزیکی دراکن انت بلکیں پدرائیں صورت ءَ گوں بلوچی ءَ یک پیم انت۔

دومی کول ءِ کندت kandt بزاں (seen) گوں بلوچی زبان ءِ گوئستگیں زمان (past) پیما انت۔ کرّخ ءِ بارو ادام ہمے گشگ بیت کہ دراوڑی ءِ اے زبان گوں براہوئی ءَ زیات نزیک ترانت۔ بلے کرّخ ءِ تہا اے درگت ءَ چوشیں لوز نگوا ہیت کہ آ براہوئی ءِ (Khanning) ءَ گوں نزیک بہ بیت۔ چڑو (khana) ءِ لوز انت کہ ایشی ءِ مانہا ماں کرّخ ءَ "وش نما" انت۔ مالوم ہمے بیت کہ براہوئی "خننگ" ءِ برہلاپ دراوڑی زبانانی (kand، khanuka ءُ kanda) گوں بلوچی ءِ "گندگ" ءَ نزیک ترانت۔" (۳۴)

ترجمہ: خننگ :to see براہوئی کے خننگ کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ تامل کے کان اور کنت، مالٹو کے کنوکا، کوٹا کے کن اور کڈ، تولو کے کون اور کوڈ، کناری کے کان اور کند کوڈا گو کے کن اور کند اور نیکاری کے کنڈک سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو دراوڑی کے یہ مختلف لفظ براہوئی کے خننگ سے زیادہ نہ صرف بلوچی کے گندگ (Gindag) سے قربت رکھتے ہیں بلکہ ظاہری صورت میں بلوچی کے لفظ گندگ سے مشابہہ ہیں۔

نیز کول کے کندت یعنی (seen) سے بلوچی زبان کا گونتگیں
زمان ماضی کے مشابہہ ہے۔ کرّخ کے بارے میں ہمیشہ کہا گیا
ہے کہ دراوڑی خاندان کی یہ زبان براہوئی سے بہت قریب ہے۔
لیکن کرّخ میں اس سلسلے میں ایسا لفظ ناپید ہے۔ جو براہوئی کے
خننگ سے قریب ہو۔ صرف خنا(khana) کا لفظ ہے جس کا معنی
کرّخ میں خوش نما ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ براہوئی کے خننگ
کے برعکس دراوڑی زبانوں کے (کنوکا، کند اور کندک) سے
بلوچی کا گندگ قریب تر ہے۔

فاضل مقالہ نگار کے اس دعویٰ کہ براہوئی لفظ ''خننگ'' متذکرہ بالا دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے بلوچی کے لفظ گندگ کی نسبت کم مماثلت کا حامل ہے، سے میں متفق نہیں ہوں اور اس سلسلے میں عرض ہے کہ براہوئی میں دراوڑی زبانوں کا ک خ میں تبدیل ہوتا ہے لہٰذا دراوڑی لفظ کن براہوئی میں خن میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دراوڑی لفظ کان، کانت، کنوکا، کن، کڈ، کون، کوڈ، کنڈ، کنڈک براہوئی لفظ ''خننگ'' سے مماثلت کے حامل ہیں۔

مقالہ نگار کی اس بات سے بھی میں متفق نہیں ہوں کہ کرّخ جو براہوئی سے بہت قریب تر ہے اس میں ''خننگ'' سے ملتا جلتا لفظ نہیں ہے اور کرّخ میں خنا خوش نما کے معنی میں ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک خاندان کی زبانوں میں ہر لفظ میں مماثلت ہو۔ جہاں تک خنا (خوش نما) اور ''خننگ'' میں معنوی تبدیلی یا اختلاف (Semantic difference) کا تعلق ہے تو یہ تبدیلی مرورِ زمانہ کے ساتھ زبانوں میں یا ایک ہی خاندان کی زبانوں میں واقع ہوتی رہتی ہے۔

مقالہ نگار کی اس بات سے میں کلی طور پر متفق ہوں کہ بلوچی لفظ گندگ متذکرہ بالا دراوڑی الفاظ سے گہری صوتی و معنوی مماثلت کا حامل ہے۔ جب ہم بلوچی لفظ گندگ کی بنیاد گند (to see) کو بہ غور دیکھتے ہیں تو یہ لفظ تامل کے کنت، کوٹا کے کڈ، کناری کے

کند، کوڈا گو کے کند سے گہری حرفی، صوتی اور معنوی مماثلت کا حامل دکھائی دیتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلوچی میں یہ لفظ دراوڑی زبانوں سے مستعار ہے۔ کیونکہ دراوڑی زبانوں کا 'ک' (k) ہند آریائی زبانوں میں 'گ' (g) میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً سنسکرت نے جب دراوڑی زبانوں سے لفظ نکر (شہر) مستعار لیا تو وہ اس میں نگر میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دراوڑی لفظ کند بلوچی میں گند اور دراوڑی لفظ کنت بلوچی میں گندگ میں تبدیل ہو گیا۔ اس کی ایک اور دلیل بھی دی جا سکتی ہے۔ کہ یہ لفظ سوائے بلوچی کے کسی دوسری ایرانی زبان میں نہیں پایا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دراوڑی لفظ بلوچی میں براہوئی کے ذریعے داخل ہوا ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ کیرغ کے متعلق تحریر کرتا ہے:

> ''کیرغ :Bottom, lower side: براہوئی ءِ کیرغ ءِ باروا ڈینس برے نوشتہ کنت کہ اے ملیالم ءِ کل (kill)، کناری ءِ کر (kir)، کل (kill) ءُ کلوگ (kilog)، تیلگو کی (ki)، کڈو (kidu) ءُ کرندس (krinds)، تولو ءِ کِڈ (kid) ءُ کل (kill)، کرّخ ءِ کِتا ءُ کیّا (kiyya) گوں سیادی داریت۔ وہدیکہ ٹی بروتامل ءِ (kir)، ملیالم ءِ (kiur ءُ kir)، تولو ءِ کی (ki)، ءَ را گوں براہوئی ءِ کیرغ ءَ گوں ہمگرنچ کنت ءُ چریشی ءَ ابید کناری ءِ کر (kir)، کرا (kira) ءُ (kirgha) (کہ ایشانی مانہا جہلی نیمگ، حقیری ءُ کم تری انت) ءَ را ہم گوں براہوئی ءِ کیرغ ءَ ہمگرنچ کنت۔
>
> البت براہوئی ءِ کیرغ پدرائیں صورت ءَ بلوچی ءِ چیر (cher)، فارسی ءِ زیر ءُ جیر ءُ کھوار ءِ یارے (yare) ءَ گوں نزیکی درا کنت۔ چیا کہ 'چ' برے 'ک' برے 'ش' ءَ برے 'ز' ءَ گوں مٹ بیت۔ ءُ دومی براہوئی ءِ خیر (kher) کہ فرش ءُ ڈگار ءِ مانہاں دنت ءَ ہمے لوز ماں کردی ءِ ہم ''خر'' انت کہ یکیں مانہانی واہندانت۔'' (۳۴)

ترجمہ: کیرغ (kerag): bottom, lower side:

براہوئی کے کیرغ کے متعلق ڈینس برے لکھتا ہے کہ یہ ملیالم کے
کِل، کناری کے کِر، کِل اور کلوگ تیلگو کے کی، کڈ و اور کرندس، تولو
کے کڈ اور کِل کِر، کرّخ کے کِتا اور کیّا سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ
ٹی برو تامل کے کِر، ملیالم کے کر اور کیور، تولو کے کی سے براہوئی کے
کیرغ کو مماثل گردانتا ہے۔ علاوہ ازیں کناری کے کر، کِرا، اور کرغا
(جس کا مطلب نیچے کی طرف، حقیری اور کم تری ہے) سے بھی
براہوئی کے کیرغ کو مماثلت قرار دیتا ہے۔
البتہ براہوئی کا کیرغ ظاہری طور پر بلوچی کے چیر، فارسی کے زیر اور
جیر اور کھوار کے یارے سے قربت کا حامل ہے۔ کیونکہ 'چ' کبھی 'ک'
میں کبھی 'ک' 'ش' میں کبھی 'ز' میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور براہوئی کا
خیر جو فرش اور زمین کے معنی دیتا ہے۔ یہی لفظ کردی میں بھی خر ہے۔
جو اسی معنی کا حامل ہے۔

فاضل مقالہ کے مندرجہ بالا اقتباس کا پہلا حصہ جس میں براہوئی اور دراوڑی زبانوں کے الفاظ میں مماثلت ظاہر کی گئی ہے کسی بحث کا طالب نہیں ہے تاہم اس کا دوسرا حصہ جس میں اس نے براہوئی لفظ کیرغ کی بلوچی لفظ چیر، فارسی زیر، جیر اور کھوار کے یارے میں مماثلت ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے وہ قرین قیاس نہیں ہے۔ بلکہ محل نظر ہے اور اس نے 'چ' کی 'ک' میں، 'ک' کی 'ش' میں اور 'ش' کی 'ز' میں تبدیلی کی دلیل پیش کر کے اس مماثلت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ تبدیلی عموماً ہوتی تو نہیں ہے اور نہ ہی تاریخ لسانیات میں اس کی کوئی واحد مثال ملتی ہے۔

فاضل مقالہ براہوئی لفظ 'دیر' کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''دیر (Der): Who: براہوئی ءِ دیر (der) ءِ بارو اڈینس برے گش ایت کہ اے ماں تامل ءِ یاوار (yavar)، تولو ءِ ''یے رُو''، کرّخ ءِ ''نے'' (ne) ءُ مالٹو ءِ نے (ne) ءُ نیر یہہ (nereh) ءَ گوں سیادی داریت۔ چریشی ءَ ابید ڈینس برے کناری ءِ دارو (daru) ءَ ہم (کہ ایشی ءِ مانہا (which) انت) پہ زور براہوئی ءِ دیر (der) ءَ گوں ہمگرنچ کنت۔ حالانکہ پدرائیں صورت ءَ دراوڑی ءَ لوز گوں براہوئی ءِ دیر (der) ءَ ہچ پیمیں سیادی ءُ نزیکی ءِ نہ دارنت۔

البت براہوئی ءِ ''دیر'' پدرائیں صورت ءَ گوں ویدک ءِ ''کسیر'' (ksir) ءَ گوں سیادی داریت۔ چیا کہ ''کسیر'' (ksir) ءِ اوّلی ''ک'' اولسرا ''حذف'' بزاں دوُر دیگ بوتگ ءُ رندا ہمے لوز سیر (sir) ماں براہوئی ءِ تہا ''دیر'' ءِ صورت ءَ دیما آتکگ۔ یات دارگ بہ بیت کہ ''د'' اور ''س'' ءِ توار مدام یک دگرے ءَ گوں مٹ بنت۔ ادا اے ہم یاد دارگ بہ بیت کہ ویدک ءِ ہمے ''کسیر'' سرائیکی، سندھی ءُ کھتیرانی زبانانی تہا ''کیر'' ءِ دروشم ءَ دیما آتکگ۔ اے پیم دومی مثال سنسکرت ءِ ''کشیر'' انت کہ ماں بلوچی ءُ فارسی ءَ اے ''شیر'' (milk) ءِ صورت ءَ دیما آتکگ۔ اے پیمیں مثال باز انت چوش کہ گفتار ءُ افتار۔ (۳۵)

ترجمہ: دیر (der) : Who : براہوئی کے دیر کے متعلق ڈینس برے کہتا ہے کہ یہ تامل کے یاوار، تولو کے یے رو، کرّخ کے نے اور مالٹو کے نے اور نیر یہہ سے تعلق رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈینس برے کناری کے دارو سے بھی (جس کا مطلب جو which ہے) زبردستی براہوئی کے دیر کو مماثل قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ظاہری طور پر دراوڑی

کے لفظ سے براہوئی کا دیر کسی قسم کا کوئی تعلق اور قربت نہیں رکھتا ہے۔
البتہ براہوئی کا دیر ظاہری طور پر ویدک کے کسیر سے قربت کا حامل ہے۔ کیونکہ کسیر کا پہلا ''ک'' شروع میں حذف ہو گیا۔ یعنی مختصر ہو گیا اور پھر بعد میں براہوئی میں دیر کی صورت اختیار کر گیا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ''د'' اور ''س'' کی صوت ہمیشہ باہم دگر تبدیل ہوتی ہے۔
یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ویدک کا یہی لفظ کسیر سرائیکی، سندھی اور کھیتر انی زبانوں میں کیر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس قسم کی دوسری مثال سنسکرت کا کشیر ہے کہ بلوچی اور فارسی میں یہ شیر (دودھ) کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس قسم کی دیگر مثالیں بہت ہیں جیسے کہ کفتار اور افتار۔

فاضل مقالہ نگار کو براہوئی لفظ دیر کی دراوڑی اصلیت اور اس کے دیگر دراوڑی زبانوں کے الفاظ سے تعلق اور ان کی باہمی مماثلت ومشابہت کے سلسلے میں ہم نے اس کے ایک مضمون: ''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' کے جوابی مضمون ''براہوئی زبان کی دراوڑی حیثیت'' (۳۶) میں مفصل وضاحت کردی ہے لہٰذا یہاں اس کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

جہاں تک براہوئی دیر اور ویدک کسیر کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں فاضل مقالہ نگار نے پہلے تو اس لفظ کے حرف 'ک' کو بغیر کسی دلیل اور بنیاد کے حذف کردیا ہے اور اسے سیر بنایا ہے۔ اور پھر 'س' اور 'ک' کے باہمی تبادلے کے بارے میں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہمیشہ واقع ہوتا ہے۔ اس قسم کا 'س' اور 'ک' کا باہمی تبادلہ نہ تو براہوئی میں مروّج ہے اور نہ ہی کسی اور دراوڑی زبان میں ہم نے دیکھا ہے۔ اور پھر آخر میں سنسکرت کے لفظ کشیر کو بلوچی اور فارسی کے لفظ شیر (دودھ) سے مربوط ہونے کی مثال دی ہے۔ مگر براہوئی دیر، ویدک کسیر، سنسکرت کشیر اور بلوچی اور فارسی شیر اور سندھی، سرائیکی، کھیتر انی کے کیر کا باہمی تعلق نہ تو صوتی ہے نہ لفظی ہے اور نہ ہی معنوی ہے۔

فاضل مقالہ نگار براہوئی لفظ نسنگ کے متعلق تحریر کرتا ہے:

''نُسنگ (Nusing): to grind: براہوئی ءِ نسنگ ءِ باروا ہے
گشگ بیت کہ اے''DED 3089'' ءِ تہا متا بک ءَ گوں تیلگو ءِ
(nuru) بزاں (grinding)، تامل ءِ نورو (nuru) تباہ کنگ،
ہورت کنگ، آرت ءُ تاک، ملیالم ءِ نورو (nuru) بزاں
''powder''

دومی''DED3078'' ءِ متا بک ءَ کناڈا ءِ نلگو (nulgu) ٹکر ٹکر
کنگ، ہورت کنگ، تولو ءِ (nuli) بزاں ٹکر، بہر ءُ بخش ءُ تیلگو ءِ نلی یو
(naliyu) پروشگ، تالان کنگ۔

ءُ سیمی''DED3133'' ءِ متا بک ءَ کناڈا ءِ نسی (nusi) لگت مال
بوگ، گوئزور powder ءُ ہاک، تیلگو ءِ نسی (nusi) کسان، کم،
سُبک ءُ تولو ءِ نچو (nuccu) ءُ نگو (nuggu): کسان، کم ءَ گوں سیادی
داریت۔

وہد یکہ اے درگت ءَ ڈینس برے تامل ءِ (nasi) ءُ کوئی ءِ (nas) ءِ
مثالاں ہم پیش داریت۔ وہد یکہ براہوئی ءِ''نُت'' (nut) ءَ راپہ زور
تیلگو ءِ (nusi) ءَ گوں ہم گرنچ کنت کہ ایشی ءِ مانہا''آرت'' نہ انت
بلکیں ہما''کرم'' انت کہ آ''آرت'' ءِ تہا ودی بیت۔ اگاں کسے
بچاریت گڑا''آرت'' ءِ کرم ءِ لوز آرا براہوئی ءِ''نُت'' ءِ گوں چے
سیادی یے بوت کنت؟ اے دا کرم یے ءِ نام انت نیکہ''آرت'' ءِ
مانہاں کارمرز بیت۔

دومی اہمیں گپ ایش انت کہ دراوڑی زبانانی تہا''آرت'' ءَ را
''نت'' نہ گش انت بلکیں''آرت'' ءِ ہا تراماں تامل ءَ (pinti)،
تیلگو، کول ءُ گونڈی ءِ تہا (pindi) ءِ لوز کارمرز بنت ءُ دومی تامل ءَ

ملیالم ءِ پوٹی (poti)، ہاک، سفوف، تیلگوءِ پوڈی (podi) سفوف، آرت ءُ ہاک ءِ مانہاں کارمرز بنت کہ ایشانی گوں براہوئی ءِ ''نُت'' ءِ دوردراجیں سیادی یے ہم گندگ نہ بیت۔

البت براہوئی ءِ (nusing) ایوکا گوں تیلگوءُ کناڈا ءِ (nusi) ءَ گوں نزیکی دراکنت۔ وہدیکہ تیلگوءُ کناڈا ءِ نورو (nuru) ءُ تامل ءُ ملیالم ءِ نورو (nuru) ءَ را براہوئی ءِ ''نُسنگ'' ءَ گوں ہچ پیمیں سیادی یے نیست انت۔

براہوئی ءِ ''نُسنگ'' اصل ءَ اوستا ءِ (nusu) "dead matter"، فارسی ءِ ''ناسا'' (nasa): مردہ، مری ہوئی، اکادی ءِ نساخو nasa): (to bite)khu) عربی ءِ نسخ (naskh)، توڑنا، منسوخ کرنا، پہلوئی ءِ (nasenitan)، بلوچی ءِ ناسگ (nassag) ءُ ناسیناگ (nasenag)، لاطینی ءِ (neco، noceo ءُ nocens) ءَ گوں سیادی داریت۔ کہ اے درستیں لوزانی بنچک ہم یک انت ءُ کم ءُ گیش ایشانی بزانت ہم یک انت۔ ادا اے ہم یاد وارگ بہ بیت کہ "DED-191" ءِ ردا کوٹا ءِ آرت (art) بزاں سائیگ، ہورت کنگ ءُ درشگ: کناڈا ءِ (arad) دُرشگ، تباہ کنگ، ہورت کنگ ءُ گڈاگو ءِ (arat) ءُ (ara): ہورت کنگ ءُ درشگ گوں بلوچی ءِ آرت، آرت کنگ، ہورت ءُ ہورت کنگ ءَ گوں سیادی دارانت ءُ دراوڑی ءَ ہمے لوز پدرائیں صورت ءَ چہ بلوچی ءَ وام زرتگ ءُ وتی کتگ انت۔'' (۳۷)

ترجمہ: نُسنگ (nusing):to grind: براہوئی کے نُسنگ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ DED-3089 کے مطابق تیلگو کے نورو یعنی پیسنا، تامل کے نورو تباہ کرنا، چھوٹا کرنا، آٹا، خاک، ملیالم کے نورو یعنی سفوف سے مماثلت رکھتا ہے۔

دوم DED-3078 کے مطابق کناڈا کے نلگو ٹکڑے ٹکڑے کرنا، چھوٹا کرنا، تولو کے نلی یعنی ٹکڑا، معمولی سا اور حصہ، تیلگو کے نلی یو، توڑنا بکھیرنا۔ اور سوم DED-3133 کے مطابق کناڈا کا نُسی کُچلنا، سفوف اور خاک، تیلگو کا نسی، چھوٹا کم، ہلکا اور تولو کا نُچو اور نگو: چھوٹا، کم، سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ اس سلسلے میں ڈینس برے تامل کے نسی اور کوئی کے نس کے مثالیں بھی پیش کرتا ہے۔ براہوئی کے نُت کو زبردستی تیلگو کے نسی سے مماثل قرار دیتا ہے۔ جس کا مطلب آٹا نہیں ہے بلکہ وہ کیڑا ہے جو آٹے میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی غور کرے کہ آٹے کے کیڑے کا لفظ براہوئی کے نُت (آٹے) سے کیا تعلق رکھ سکتا ہے؟ یہ کیڑے کا نام ہے نہ کہ آٹے کے معنی میں مرّوج ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ دراوڑی زبانوں میں آٹے کو نُت نہیں کہتے ہیں بلکہ آٹے کے لیے تامل میں پنٹی، تیلگو، کول اور گونڈی میں پنڈی کا لفظ مستعمل ہے اور دیگر تامل اور ملیالم کا پوٹی، خاک، سفوف، تیلگو کا پوڈی، سفوف، آٹا اور خاک کے معنی میں مستعمل ہے۔ ان سے براہوئی کے نُت کا دُور کا بھی کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا ہے۔

البتہ براہوئی کا نُسنگ صرف تیلگو اور کناڈا کے نُسی سے قربت رکھتا ہے۔ جب کہ تیلگو اور کناڈا کا نورو اور تامل اور ملیالم کا نورو اور براہوئی کا نُسنگ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔

براہوئی کا نسنگ اصل میں اوستا کے نوسو، مردہ مادہ، فارسی کے ناسا مردہ، مری ہوئی، اکادی کے نساخو کاٹنا، عربی کے نسخ، توڑنا، منسوخ کرنا، پہلوئی کے نیسینیتان (nesenitan)، بلوچی کے ناسگ اور ناسیناگ، لاطینی کے (noceo، neco اور nocens) سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ ان سب الفاظ کی بنیاد ایک ہے اور کم وبیش ان کی

تفہیم بھی ایک ہے۔ یہاں یہ بھی یادرکھنا چاہیئے کہ DED-191 کے مطابق کوٹا کے آرت یعنی کاٹنا، چھوٹا کرنا اور پیسنا، کناڈا کا اراد پیسنا، تباہ کرنا، چھوٹا کرنا، گڈاگو کا آرات اور آرا چھوٹا کرنا، پیسنا سے بلوچی کا آرت، آرت بنانا چھوٹا اور چھوٹا کرنا، سے تعلق رکھتے ہیں اور دراوڑی نے یہ الفاظ ظاہری طور پر بلوچی سے مستعار لیے ہیں اور انہیں اپنا بنایا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے ٹی برو اور ایم بی ایمینو کی کتاب "Dravidian Etymological Dictionary" سے تین مندرجات ۳۰۸۹، ۳۰۷۸ اور ۳۱۳۱ دیئے ہیں تو براہوئی لفظ نسنگ اور دراوڑی الفاظ کے باہمی تعلق اور مماثلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ڈینس برے کے حوالے سے اس نے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ڈینس برے نے زبردستی براہوئی لفظ نُت (آٹا) کو تیلگو کے لفظ نسی سے مماثل قرار دیا ہے جس کا مطلب آٹا نہیں ہے بلکہ وہ کیڑا ہے جو آٹے کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا نُت (آٹا) اور کیڑے کے درمیان کیا تعلق ہوسکتا ہے؟

اس سلسلے میں عرض اور گذارش یہ ہے کہ ڈینس برے نے براہوئی لفظ نُت اور آٹے کے کیڑے میں کوئی مماثلت ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ (۳۸)

اس کے بعد فاضل مقالہ نگار نسنگ کی بحث کو چھوڑ کر دراوڑی الفاظ میں آٹے کے معنی میں الفاظ کا کھوج لگا کر ان کا موازنہ براہوئی لفظ نُت سے کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ ''نُت'' کا لفظ دراوڑی زبانوں میں نہ پاکر مطمئن ہوا ہے حالانکہ یہ اس کے موضوع بحث سے خارج ہے۔

پھر وہ براہوئی لفظ نسنگ کی مماثلت تیلگو اور کناڈا کے لفظ نسی سے تسلیم بھی کرتا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے کسی براہوئی لفظ کی مماثلت کو دراوڑی لفظوں سے تسلیم کیا اور اپنے موقف پر خلاف معمول ثابت قدمی سے قائم رہا ورنہ وہ پہلے تسلیم کر کے پھر اپنی بات کی تردید بھی کردیتا ہے۔

اس سے پھر وہ مطمئن نہ ہوکر براہوئی لفظ نسنگ اور اوستائی لفظ نوسی، فارسی لفظ ناسا، اکادی لفظ نساخو، عربی لفظ نسخ، پہلوی لفظ نیسنیتان، بلوچی لفظ ناسگ اور ناسیناگ، لاطینی الفاظ nocens, noceno, neco کو ہم بنیاد بتاتا ہے۔ حالانکہ اوستائی، پہلوی، فارسی اور بلوچی ایرانی خاندان کی زبانیں ہیں۔ لاطینی ہند و یورپی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور عربی اور اکادی سامی خاندان کی زبانیں ہیں۔ ان مختلف خاندانوں میں فاضل مقالہ نگار یہ واضح نہیں کرتا ہے کہ آخر یہ لفظ کس زبان کا اصل لفظ ہے اور اس کا براہوئی لفظ نسنگ سے کیسے تعلق قائم ہوا ہے؟ کیونکہ براہوئی دراوڑی خاندان کی زبان ہے۔

آخر میں فاضل مقالہ نگار اپنے موضوع بحث سے ہٹ کر ایک دفعہ پھر DED کے اندراج 191 کے حوالے سے آٹے کی بحث میں الجھ کر دراوڑی الفاظ جو آٹے کے معنوں میں ہیں، کو اصل میں بلوچی لفظ آرت (آٹا) سے مربوط کر کے نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ یہ سب دراوڑی الفاظ بلوچی زبان سے مستعار لیے گئے ہیں۔ المختصر اس بحث کا نسنگ کی بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے غلط طور پر عربی لفظ نسخ کو نسنگ سے مربوط کرنے کی کوشش میں اس کے معنی توڑنا اور منسوخ کرنا تحریر کیے ہیں۔ حالانکہ اس لفظ کے معنی میں ''تردید بطلان، منسوخ کرنا اور ایک مشہور خط کا نام'' ہیں توڑنا نہیں ہے۔ (۳۹)

فاضل مقالہ نگار کے مذکورہ بالا دونوں مضامین میں ایک بات پر زور دیا گیا ہے کہ براہوئی الفاظ کی بنیاد دراوڑی نہیں ہے اور اس کی تردید میں اس نے دنیا بھر کی زبانوں سے کچھ ملتے جلتے الفاظ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ براہوئی نے یہ لفظ دراوڑی زبانوں سے نہیں بلکہ غیر دراوڑی زبانوں سے مستعار لیا ہے۔ حالانکہ تقابلی لسانیات میں زبانوں کے تقابل میں الفاظ کی سطحی مماثلت اس کی بنیاد نہیں ہے بلکہ منضبط مماثلتیں (Systematic Similarities) اس کے لیے بنیاد کا حکم رکھتی ہیں۔ الفاظ کی سطحی مماثلتیں اس سلسلے میں گمراہ کن ثابت ہوتی ہیں۔

ضمیمہ جات

(الف) دنیا کے اہم خاندان السنہ

دنیا میں زبانوں کے کم وبیش چالیس سے پچاس خاندان ہیں، جب کہ کچھ ماہرین لسانیات نے بہت کم خاندان السنہ گنوائے ہیں مثال کے طور پر جان بیمز زبانوں کو تین بڑے گروہوں میں تقسیم کرتا ہے:

۱۔ ہندو جرمن (Indo-Germanic) گروہ جو مندرجہ ذیل آٹھ ذیلی گروہوں میں منقسم ہوتا ہے:

(۱) ہندی Indic, (۲) ایرانی (Iranic)، (۳) کیلٹی (Celtic)، اطالوی (Italic)، (۵) تیوطانی (Tuetanic)، (٦) سلاوی (Sclavanc)، (۷) ہیلینی (Hellenic)، اور ایلرائی (Illyric)

۲۔ سامی (Semitic) گروہ میں عربی عبرانی اور آرامی وغیرہم شامل ہیں۔

۳۔ تورانی گروہ میں پانچ ذیلی لسانیاتی گروہ ہیں، جن میں سے ایک دراوڑی زبانوں کا گروہ ہے۔(۱)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے دنیا کی زبانوں کے آٹھ بڑے خاندان تحریر کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

"(۱) سامی، (۲) ہند چینی، (۳) دراوڑی، (۴) مونڑا (۵) افریقہ کی بانتو، (٦) امریکی، (۷) ملایا، (۸) ہندیورپی" (۲)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے معمولی سے ردوبدل اور ترتیب کی تبدیلی کے ساتھ

مندرجہ بالا زبانوں کے آٹھ خاندانوں کا ذکر کیا ہے مگر ڈاکٹر محی الدین قادری زور کا حوالہ نہیں دیا ہے، مثال کے طور پر درج ذیل خاندان السنہ کی ترتیب ملاحظہ فرمایئے:

"(۱) آریائی یا ہند یورپی، ہند جرمانی، (۲) دراوڑی، (۳) مونڈا، (۴) سامی، (۵) ہند چینی، (۶) بانتو افریقہ کی زبانیں (۷) امریکی (۸) ملایا"(۳)

بعینہٖ قیوم بیدار نے بھی انہی آٹھ لسانی خاندانوں کو بغیر کسی حوالے کے نقل کیا ہے۔(۴) پروفیسر لیاقت سنی نے ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے مذکورہ بالا آٹھ خاندان السنہ کا ذکر ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے حوالے کے بغیر کیا ہے۔(۵)

ہم ذیل میں دنیا کے اہم خاندان السنہ کا ذکر بالتفصیل کرتے ہیں:

(۱) باسک یا ابریری (The Basqu or Iberian) خاندان السنہ: اس میں جنوب مغربی فرانس اور شمالی ہسپانیہ کی زبانیں شامل ہیں۔

(۲) شمالی کاکیشائی (The North Caucasus)

(۳) جنوبی کاکیشیائی (The South Caucasus) بشمول جارجیائی زبانیں (Georgian Languages)

(۴) ہندویورپی (Indo-European) خاندان السنہ میں مزید ذیلی خاندان السنہ حسب ذیل ہیں:

(۱) کیلٹی خاندان السنہ میں سکاچ گیلائی (Scotch Gaelic) آئرش (Irish) گیلائی، مانخ (Manx)، ویلش (Welsh)، بریٹن (Breton) اور کورنش (Cornish) زبانیں شامل ہیں:

(۲) اطالوی، لاطینی یا رومانوی (Italic, Latin or Romance) میں لاطینی، پرتگیزی (Portuguese)، ہسپانوی (Spanish) فرانسیسی (French)، اطالوی، کیٹالوی پرووینسل (Catalon-Provincial)، ریتورومانوی (Rheato Romanic) (جو جنوبی

سوئیزر لینڈ میں بولی جاتی ہے) اور رومانوی (Romanaian) زبانیں شامل ہیں۔

(۳) جرمن (Germanic) میں سویڈش (Swedish) ڈینش (Danish) ڈینو ناروی (Dano-Norwegian) ناروی' لینڈ سمال (Norwegian-Landsmall) آئیس لینڈی (Icelanic) فریسین (Frisian) انگریزی' ڈچ' فلیمی (Dutch-Flemish) ادنیٰ جرمن (Low-German) اعلیٰ جرمن (High-German) اور یائیڈیش (Yiddish) شامل ہیں.

(۴) بالٹک (Baltic) گروہ میں لٹوی (Latvian) اور لتھوانی (Lithuanian) زبانیں شامل ہیں۔

(۵) سلاوی گروہ میں عظیم روسی، (Great Russian)، سفید روسی (White Russian)، یوکرینی (Ukrainain)، پولش (Polish)، چیک (Czech) سلواک (Slovak)، سلوینی (Slovene)، کروٹ (Croat)، سرب (Serb)، اور بلغاری (Bulgarian) شامل ہیں۔

(۶) البانی (Albanian)

(۷) یونانی (Greek)

(۸) ارمینائی (Armenian)

(۹) ایرانی (Iranian) میں ایرانی' بلوچی ، کردی اور پشتو تاجکی وغیرہم شامل ہیں۔

(۱۰) ہندی (Indic) میں مشرقی ہندوستان کی زبانیں شامل ہیں۔

(۵) یورال-الطائی (Ural-Altaic) گروہ میں مندرجہ ذیل ذیلی خاندان السنہ شامل ہیں:

(۱) فینو یگرک(Finno-Ugrain) گروہ میں لیپش (Lappish)، فینی (Fannish)، کیریلائی (Carelian)، موردوینی (Mordvine) استھونی (Esthonian)، ہنگری (Hungarian) یا ماگیار (Magyar) اور لاتعداد سابقہ سوویت یونین کی زبانیں شامل ہیں۔

(۲) ترکی یا ترک وتاتار یا الطائی (Turkic, Turco-Tartar or Altaic) گروہ میں ترکی (Turkish)، آذربائی جان (Azerbaijani)، کرغیری (Kirgiz)، ازبکی (Uzbeq)، باشکری (Bashkir)، چواش (Chuvash) کاشغری (Kashgari) اورکئی دیگر زبانیں شامل ہیں۔

(۳) تنگو مانچو (Tungus- Manchu) گروہ میں مانچو چین اور ہنگری کی زبانیں شامل ہیں۔

(۶) سامی (Semitic) گروہ میں عرب اور شمالی افریقہ کی زبانیں شامل ہیں۔

(۷) منڈا، کولیرین یا آسٹروایشائی (Munda, Kolarian or Austro Asiatic) گروہ میں برصغیر کی کئی ایک زبانیں شامل ہیں، جن میں منڈاری سرفہرست ہے۔

(۸) مون خمیر (Mon-Khmer) گروہ میں نکوبار جزیرے اور شمالی مشرقی ایشیا کی زبانیں شامل ہیں۔ مثلاً کمبوڈیا اور جنوبی برما کی زبانیں شامل ہیں۔

(۹) سینائی، تبت و برمی، سینو تبتی یا ہندو چینی (Senitic, Tibeto- Chinese, Sino- Tibetan or Indo-Chinese) گروہ میں مندرجہ ذیل خاندان السنہ شامل ہیں:

(۱) چین کی زبانیں (Chinese Languages)

(۲) تھائی یا سیامی (Thi or Siamese)

(۹) تبت وبری(Tibeto- Burman)

(۱۰) کورین(Korean)

(۱۱) جاپانی(Japanese)

(۱۲) اینو(Ainu)

(۱۳) اسکیمو(Eskimo)

(۱۴) یوکیغر (Vukaghir)

(۱۵) کوریاک(Koryak)

(۱۶) چک چی(Chukchee)

(۱۷) کام چاڈل(Kamchadal)

(۱۸) گلیاک(Gilyak)

(۱۹) آسٹرونیشیائی یا مالیو پولی نیشیائی (The Austronesian or Malayo Polynesian) گروہ مزید چار ذیلی خاندان السنہ میں منقسم ہے:

(۱) انڈونیشیائی زبانیں (The Indoneshian Languages)

(۲) ملینیشیائی زبانیں (The Melanesian Languages)

(۳) مائیکرونیشیائی زبانیں (The Micronesian Languages)

(۴) پولی نیشیائی زبانیں (Polynesian Languages)

(۲۰) انڈیمانی(Andamanese)

(۲۱) پاپوان(Papuan)

(۲۲) شمالی آسٹریلوی(North Australian)

(۲۳) جنوبی آسٹریلوی(South Australian)

(۲۴) حامی وسامی یا افروایشیائی (Hamito- Semitic or Afroasiatic) مزید ذیلی خاندان السنہ میں تقسیم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) قدیم مصری (Ancient Egyptian) اور موخر کوپٹائی (Later Coptic)

(۲) امی جس میں عربی، قدیم عبرانی(Ancient Hebrew) آرامی(Aramic) اور کئی دیگر مصری زبانیں شامل ہیں۔

(۳) بربر(Berber)

(۴) کشتی(Cushite)

(۵) چاڈ(Chad)

(۲۵) نیگر-کانگو(Niger-Congo)

(۲۶) سونگھائی(Songhai)

(۲۷) وسطی سوڈانی(Central Sudanic)

(۲۸) وسطی ساہاری(Central Saharan)

(۲۹) مشرقی سوڈانی(Eastern Sudanic)

(۳۰) بش مین، ہوتینٹاٹ اور دیگر کلک زبانیں (Bushman, Hottentot and other Click Languages)

(۳۱) مابان(Maban)

(۳۲) میمی(Mimi)

(۳۳) فر(Fur)

(۳۴) تیمانائی(Temanian)

(۳۵) کوردوفانی(Kordofanian)

(۳۶) کومان(Koman)

(۳۷) برٹا(Berta)

(۳۸) کوناما(Kunama)

(۳۹) نیانگیا(Nyangiya)

(۴۰) اسکیمو-الیوٹ(Eskimo-Aleut)

(۴۱) اتھاباسکن یا نادینی زبانیں (The Athabaskan or Nadene Languages)

(۴۲) اوتوازتیکن(Uto-Aztekan)

(۴۳) پنوتینائی(Penutian)

(۴۴) ہوکان،سائیوان(Hokan- Sosuan)

(۴۵) بروشسکی (Burushaski) زبان کسی خاندان السنہ سے تعلق نہیں رکھتی اور یہ پاکستان میں وادئ ہنزہ میں بولی جاتی ہے۔(۵)

(۴۶) دراوڑی گروہ میں براہوئی، گوڈابا (Godaba)، گونڈی (Gondi)، کناڈا (Kannada)،کوڈاگو (Kodagu)،کولامی (Kolami)،کونڈا (Konda)،کوٹا(Kota)،کوئیا(Koya)،کوئی (Kui)،کورخ، کرّخ یا کورخ (Kururkh)، کووی (Kuvi)، ملیالم (Malayalam)، مالتو (Malto)، مانڈا (Manda)، نیکی (Naiki)، پارجی (Parji)، پینگو (Pengu)، تامل (Tamil)،ٹوڈا(Toda)،تولو(Tulu)،ارولا(Irula)،باڈاگا(Badaga)، ساوارا(Savara)،گاڈبا(Gadba)وغیرہم شامل ہیں۔(۶)

علاوہ ازیں دنیا کی کئی اور لاتعداد غیر ترقی یافتہ اور غیر تحریروں زبانیں موجود ہیں، جو مندرجہ بالا خاندان السنہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہیں۔

الف: دراوڑی زبانوں کی ازسرنو جماعت بندی کا جدول Reclassification of DravidiandLanguages
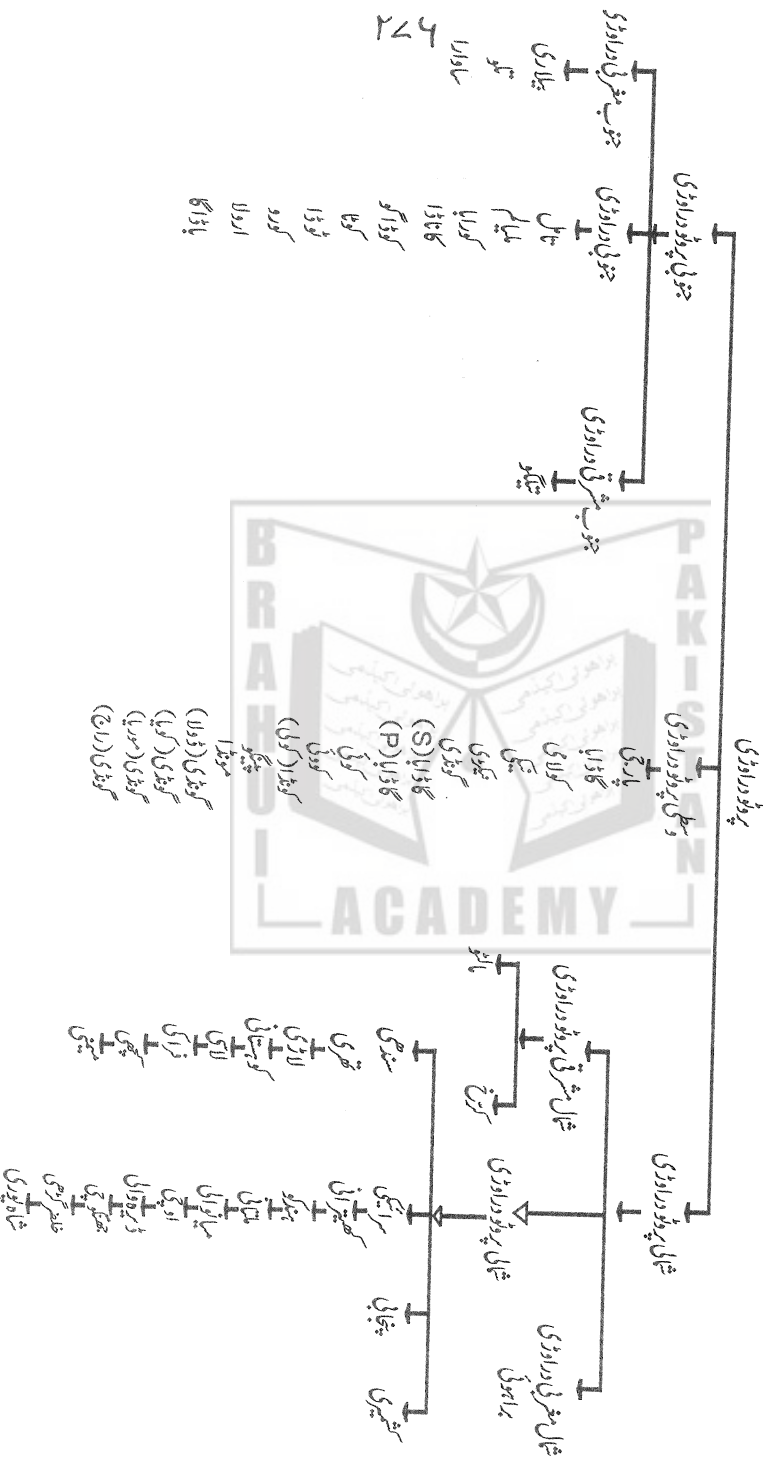
ب: براھوئی خونی رشتوں کی اصطلاحات: Brahui Consanguineal Terminology
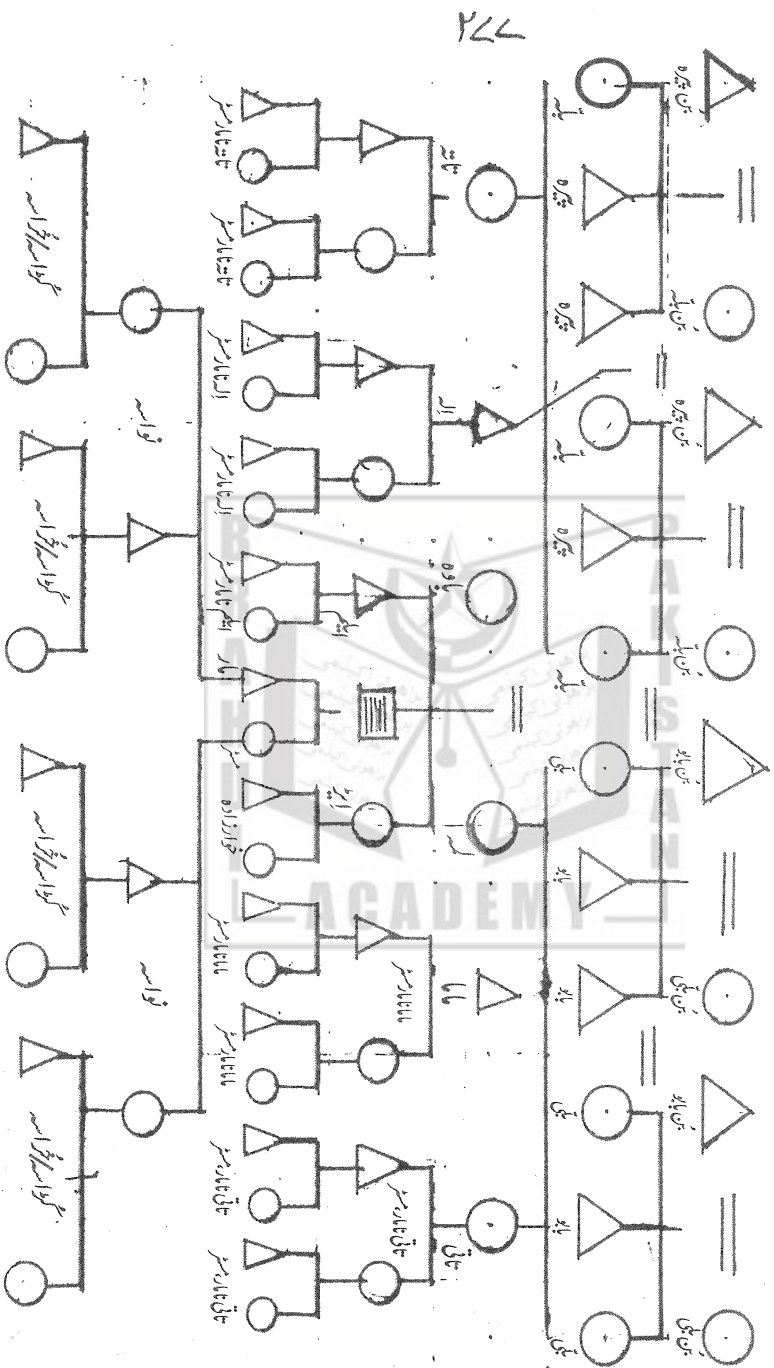
ج: براہوئی ازدواجی رشتوں کی اصطلاحات Brahui Affinal Terminology
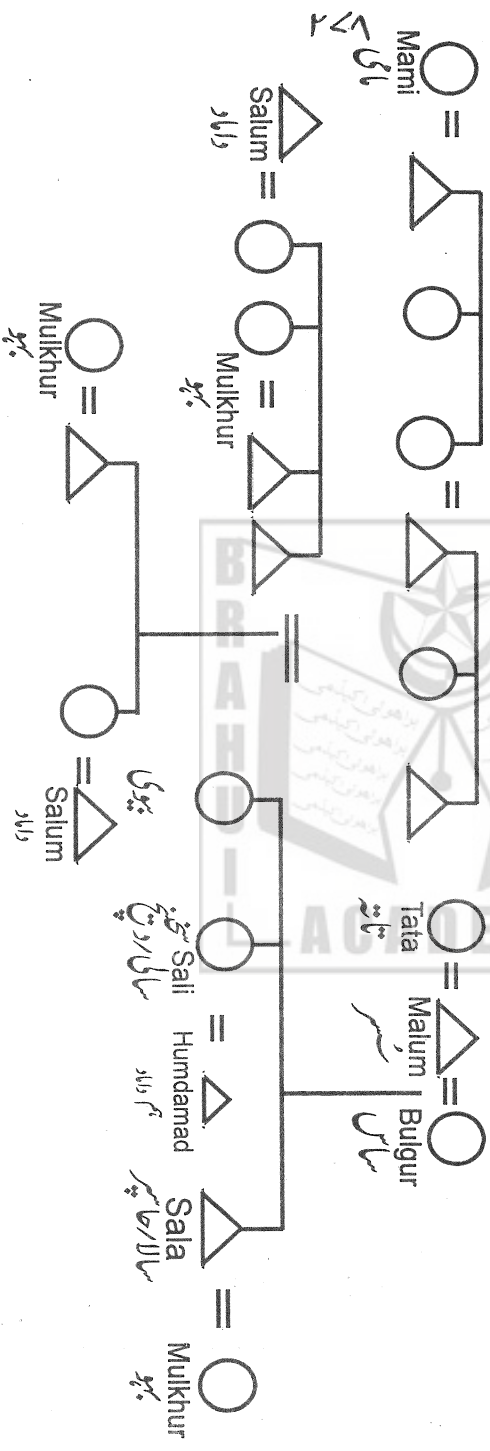
د: جدول ایرانی زبانوں کا نقشہ Iranian Family of Languages

ایرانی

سغدی — مازندرانی — لُری — گزی — قدیم پشتو — وزیری — کلانی — قدیم فارسی — قندہاری — اورماڑی — اصفہانی — تاجیکی — بختیاری — باختری

قدیم پشتو ← جدید پشتو

قدیم فارسی ← اوستائی ← پہلوئی ← فارسی

فارسی: عیدی — جدید فارسی — کردی — پارتھی

پارتھی ← بلوچی

بلوچی: مغربی بلوچی — رخشانی بلوچی — مشرقی بلوچی
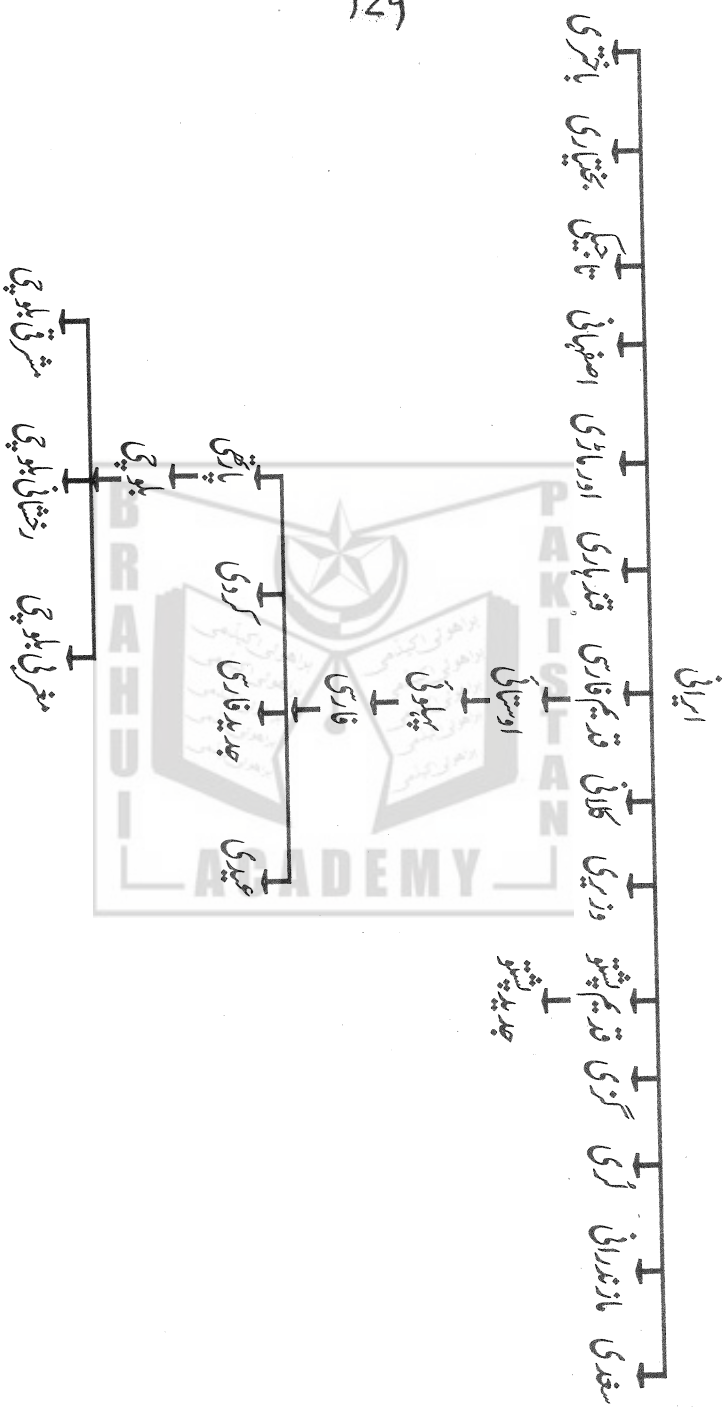
حوالہ جات

(۱) براہوئی کے متعلق متضاد نظریات

(۱) میر گل خان نصیر مینگل، ’’کوچ و بلوچ‘‘ قلات پبلشرز کوئٹہ، اشاعت دوم، ۱۹۸۳ء ص ص ۳۹ تا ۴۱۔

(۲) میر رحیم داد شاہواڑی (مولائی شیدائی) ’’تاریخ قلات‘‘ بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء ص ۱۹۰۔

(۳) ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی ’’براہوئی زبان و ادب‘‘، ’’ماہ نو‘‘ کراچی، مارچ ۱۹۶۶ء، اسی مضمون کو نور محمد پروانہ نے ہفت روزہ ’’ایلم‘‘ مستونگ ۲۹ مارچ ۱۹۶۶ء میں شائع کر کے یہ بات تحریر کی: ’’مندرجہ بالا عنوان کے تحت محترم عبدالرحمٰن صاحب کا مضمون ’’ماہ نو‘‘ کراچی کے مارچ، ۱۹۶۶ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ اگر چہ بہت سی اختلافی باتیں بھی میر صاحب نے بغیر کسی مدلل وضاحت کے کہہ ڈالی ہیں تاہم محترم براہوئی صاحب نے جس خلوص، تحقیق و تفتیش سے فاضلانہ انداز میں اس موضوع پر خامہ فرسائی فرمائی ہے بہر حال قابل قدر اور قابل توجہ ہے‘‘۔ اس مضمون کو اکتوبر ۱۹۶۶ء میں ورنا وانندہ گل کے زیر اہتمام ’’بولان نامہ‘‘ ص ص ۷۳ تا ۹۵ میں بھی شائع کیا گیا۔

(۴) آغا نصیر احمد خان احمد زئی، ’’براہوئی زبان‘‘، ’’براہوئی زبان و ادب‘‘ مرتب قیوم بیدار، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، ۱۹۸۴ء ص ۲۵۔

(5)Sir Henery Pottinger "Travels in Balochistan and Sindh" London,: Longman, Second Edition, Westmead: Gregg International Publishers, 1972, p-54.

(6)Journal of the Royal Asiatic Society of Bengal, Vol-vii, Calcutta, 1839, pp.538-556

(۷)..................ایضاً..................ص ۵۳۹۔

(8)Dr. Robert Caldwell "A Comparative Grammar of the

Dravidian or South Indian Family of Languages", Third Edition, revised and edited by Rev. J.L Wyat, New Delhi, 1974, p-39.

(۹)............ایضاً............ص ۴۰۔

(10)Charles Masson (James Lewis), "Narrative of A Journey to Kalat", London, 1843, p-394.

اس کتاب کے صفحات ۳۹۸ تا ۴۰۳ پر براہوئی فرہنگ بھی دی گئی ہے۔

(۱۱) ڈاکٹر رابرٹ کاڈویل ''دراوڑی یا جنوبی ہندوستانی زبانوں کی تقابلی صرف ونحو'' ص ۶۳۳۔

(12)Nasir Brohi, Studies in Brahui, History, Herald Press, Karachi, 1977, p-63,

(۱۳) عبدالرزاق صابر، ''براہوئی زبان واب'' سہ ماہی ادبیات، جلد۲، جولائی تا دسمبر ۱۹۸۸ء، شمارہ ۵، ۶، ص ص ۲۹۷ تا ۳۰۲

(14)Sir William Wilson Hunter, "A Comparative Dictionary of the Non-Aryan Languages of India and High Asia", (London: Trubner And Co, 1868)

(15)Theodor Duka, "An Essay on the Brahui Grammar, After the German Works of the Late Dr. Trumpp of Munich University", Journal of the Royal Asiatic Society, New Series, Vol-xix, 1887, p.p-59 ff.

(16)G.A Grierson "Linguistic Survey of India" Vol-iv, Munda and Dravidian languages, Calcutta, 1906, p.219-239.

(17)Sir Denys Bray, "The Brahui Language", Brahui Academy Quetta, 1977, Vol-2, Part l, p-19.

(18)"Cambridge History of India" vol-l.

ص ۴۲ پر مرقوم ہے کہ بلوچستان کے براہوئیوں کی زبان دراوڑی ہے لیکن وہ خود دراوڑی نہیں ہیں بلکہ ایرانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ بشپ کاڈویل، گرائرسن، آرہوز بلر اور ڈینس برے وغیرہم بھی براہوئی زبان کو تو دراوڑی تسلیم کرتے ہیں مگر براہوئی قوم کو دراوڑی تسلیم نہیں کرتے ہیں جب کہ پروفیسر رالسن

انہیں ایرانی نسل، ڈینس برے اور رزلے انہیں ترک وایرانی نسل قرار دیتے ہیں۔

(۱۹) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: میر گل خان نصیر، ''تاریخ بلوچستان'' (دو جلدیں) کوئٹہ، ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۷ء ''بلوچستان قدیم وجدید تاریخ کی روشنی میں'' نساء ٹریڈرز، کوئٹہ، ۱۹۸۲ء ص ص ۲۱۲-۳۵۷۔

(۲۰) ملک صالح محمد لہڑی ''بلوچستان ون یونٹ سے پہلے'' اسلامیہ پریس کوئٹہ، ۱۹۵۵ء، کوئٹہ ص ص ۲۶ تا ۳۱

(۲۱) میر احمد یار خان (خان قلات) ''مختصر تاریخ بلوچ وخوانین بلوچ'' ص نمبر ۷۔ اور "Inside Balochistan" Royal Book Company Karachi, 1977, p.p-xiii-xi.

(22)Mir Khuda Bux Bijrani Marri Baloch, "The Balochis Through Centuries: History Versus Legend" Balochi Academy Quetta 1964, Chapter No: iv, p.p-23-24.

اور ''بلوچستان تاریخ کے آئینے میں'' ترجمہ سعید احمد رفیق، نساء ٹریڈرز کوئٹہ، ۱۹۸۹ء طبع دوم، ص ص ۱۵۰-۱۵۱

(۲۳) میر گل خان نصیر ''کوچ وبلوچ'' ص ص ۶۰-۶۱۔

(۲۴)..ایضاً.. ص ۴۷۔

(25)A.L Basham, "The Wonder that was India", Fontana-Collins, 1967, p.p-85-86

(۲۶) خروشتی تحریروں کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

"Text and Translation" as Published by Sten Konow in C-ll, Vol-ll, Kharoshthi Inscriptions Corpus Inscriptionum Indicarum, C.ll, Vol-ll, Calcutta, 1929, p.165, Pervin T. Nasir, Rare Coins in the National Museum of Pakistan Karachi, pp.14-19, and J. Allan, Catalogues of the Coins of Ancient India, London, 1936.

(۲۷) میر عاقل خان مینگل نے میر گل خان نصیر کے حوالے سے کجولا کدفیزس کے سکوں کا حوالہ اپنے مضمون ''براہوئی یا کردگالی زبان'' ''ٹیکی'' براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۷۶ء ص ۱۳، نور محمد پروانہ نے بھی اپنے ایک مضمون ''براہوئی زبان وادب'' مطبوعہ ''مستائی'' براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۷۶ء ص ص ۱۰ تا ۱۲ پر ان سکوں کا حوالہ دیا ہے، آغا نصیر خان احمد زئی نے بھی اپنے مضمون ''براہوئی زبان'' مطبوعہ براہوئی زبان و ادب ایک جائزہ' مرتب قیوم بیدار ص ص ۲۹-۳۰ پر ان سکوں کا حوالہ دیا ہے۔ پروفیسر نادر قمبرانڑی نے ''براہوئی زبان'' ''قلم قبیلہ منتخب ادبی تحریروں کا مجموعہ'' اگست، ۱۹۸۱ء ص س ۱۷۲، تا ۱۷۵ پر ان سکوں کا حوالہ

دیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے اپنی کتاب ''براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ'' مرکزی ادبی بورڈ لاہور، ۱۹۸۲ء ص ص ۵۵ تا ۵۸ پر اور اپنی کتاب ''براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ'' براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ۲۰۰۶ء ص ص ۱۰۱ تا ۱۰۶ پر ان سکوں کا حوالہ دیا ہے۔ پروفیسر عزیز مینگل نے اپنی کتاب ''پنجابی براہوئی لسانی رشتے'' سعد پبلی کیشنز، کوئٹہ یکم ستمبر ۱۹۹۵ء ص ص ۱۸ تا ۱۹ پر ان سکوں کا حوالہ دیا ہے، پروفیسر سوسن براہوئی نے اپنی کتاب ''براہوئی قدیم نثری ادب'' براہوئی اکیڈمی کوئٹہ ۲۰۰۳ء ص ص ۹۳ تا ۹۴ پر ان سکوں کا حوالہ دیا ہے۔ میر گل خان نصیر نے ان سکوں کے حوالے ''تاریخ افغانستان'' مولفہ علی احمد کہزاد سے لیے ہیں اور مذکورہ بالا مصنفین نے بغیر تحقیق کیئے ان سکوں پر مہر تصدیق ثبت کردی اور انہیں بطور حوالہ اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ علی احمد کہزاد کی ''تاریخ افغانستان'' بہت سے بے بنیاد مفروضات پر موسس ہے، جس کے متعلق ملک سعید دہوار اپنے شکوک وشبہات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

''یہ معلوم نہیں کہ ''تاریخ افغانستان'' کے مولف کے نظریئے کی بنیاد کن آثار وشواہد پر رکھی ہوئی ہے'' (ملک سعید دہوار بلوچستان: ''ماقبل تاریخ'' مطبوعات النساء کوئٹہ، ۱۹۹۱ء ص ۳۷۳)

(۲۸) پروفیسر خاطر غزنوی اور ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان ''ہندکو زبان کا آغاز وارتقاء''، نظر ثانی: ڈاکٹر انعام الحق جاوید، مطالعاتی رہنما ایم فل پاکستانی زبانیں وادب پشتو، ہندکو، تورالی، گاوری، علامہ اقبال یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء ص ۱۹۶۔

(۲۹) ابن حوقل ''ایران درصورت الارض'' ترجمہ جعفر شعار، تہران ایران ۱۳۴۴، ص ۸۶۔

(۳۰) شہاب الدین یاقوت الحموی البغدادی ''معجم البلدان'' ص ۱۳۸۔

(۳۱)..........................ایضاً..........................جلد ۲، ص ۲۸۱۔

(۳۲) پرویز ناتل خانلری ''تاریخ زبان وادبیات فارسی'' جلد اول طبع سوم، تہران، ایران ۱۳۴۴، ص ۲۸۴

(33)Vu. V. Gankovsky, The People of Pakistan, U.S.S.R Academy of Sciences Moscow and Lahore, 1972, p.p33-35.

(۳۴) میر گل خان نصیر ''بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی''، ''بلوچوں کی عرب عجم سے نقل مکانی'' ماہنامہ ''بلوچی دنیا'' جلد ۴۹، شمارہ ۸، نومبر ۲۰۰۶ء ص ۲۷۔

(۳۵) شیخ محمد مردوخ کردستانی ''تاریخ مردوخ'' جلد اول، رد نمبر ۶۵، ص ۸۰۔

(۳۶)..........................ایضاً..........................رد نمبر ۳۴۵ ص ۱۰۴۔

(۳۷) آغا نصیر خان احمد زئی، ''براہوئی زبان''، ''براہوئی زبان وادب'' مرتب قیوم بیدار ص ۲۷۔

(۳۸) اخوند محمد صالح ''کوردگال نامک'' باب اول ''دربیان اکرادِ براخوئی''، بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۹۱ء ص ۱۰

(۳۹)..........................ایضاً..........................ص ص ۶۶-۶۷۔

(40)Tariq Rehman, "Language and Politics in Pakistan", Oxford University Press, 1977, p-158.

(۴۱) جدید نظریات نسلیات کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

(i)Barzun J: "Races: A Study in Modern Superstition", New York: Harcourt, Brace, 1937.

(ii)Benedict, R: "Race: Science and Politics", New York: Viking, 1945 (Rev. ed).

(iii)Benedict, R and G. Weltfish: "The Races of Mankind", New York: Public Affair Committee, 1943.

(iv)Boas F: "Race, Language and Culture", New York: Macmillan, 1942.

(v)Boyed W.C: "Genetics and Races of Man" Boston: Heath 1950

(vi)Coon C.S: "The Races of Europe" New York: Macmillan 1939

(vii)Dobzhansky, T. "Genetics and the Origin of Species", New York, Columbia University Press, 1942.

(۴۲) ''گوردگال نامک'' ص ۱۵۱۔

(۴۳) پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی ''تاریخ ایران'' مجلس ترقی اردو، لاہور ۱۹۶۷ء جلد اول ص ۴۴۷۔

(۴۴) آغا نصیر احمد خان احمد زئی ''براہوئی زبان تورانی زبانوں کے خاندان سے ہے'' ماہتاک ''سوغات بلوچی، کراچی قسط اول ماہ اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۱۳۱ اور ماہنامہ 'بلوچی دنیا' ملتان اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۶ (قسط اول)

(۴۵) میر نصیر احمد خان احمد زئی ''تاریخ بلوچ و بلوچستان'' نوری نصیر خان مرکز اشاعت کوئٹہ، ۲۰۰۰ء جلد اول، طبع دوم ص ۲۰۰۔

(۴۶) پروفیسر عزیز مینگل ''براہوئی تا سنسکرت و ہندی تو سنگتی'' براہوئی آرٹس اکیڈمی کوئٹہ۔

(۴۷) پروفیسر عزیز مینگل، ''شیر و شکر'' براہوئی آرٹس اکیڈمی، کوئٹہ ۱۹۸۳ء ص ۱۰۔

(۴۸) پروفیسر عزیز مینگل ''پنجابی براہوئی لسانی رشتے'' سعد پبلی کیشنز، کوئٹہ ۱۹۹۵ء ص ۳۴۔

(۴۹) پنجابی زبان کی دراوڑی اور منڈاری حقیقت پر ملاحظہ فرمائیے:

''ڈاکٹر انعام الحق جاوید'' پنجابی زبان وادب کی مختصر تاریخ'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء میں عین الحق فریدکوٹی کا مضمون ''پنجابی زبان کا پس منظر'' ص ۷ تا ۱۰ اور عین الحق فریدکوٹی کی کتاب ''اردو زبان کی قدیم تاریخ'' لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۱۷ اور عین الحق فریدکوٹی کی کتاب Pre-Aryan Origins of the Pakistani Languages" Orient Research Centre, Lahore,

1992' اورڈاکٹرغلام علی الانا ''سندھی بولی ءَ جوبن بنیاد' سندیکا اکیڈمی کراچی ۲۰۰۴ء طبع دوم۔

(۵۰) پروفیسرعزیز مینگل، آریائی اور براہوئی لسانی روابط، براہوئی زبان وادب ایک جائزہ، مرتب قیوم بیدار، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، مئی ۱۹۸۶ء، ص ۴۲

(۵۱)..........................ایضاً..........................ص ص ۴۵ تا ۴۶

(۵۲) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، ''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط'' پی ایچ ڈی مقالہ (غیر مطبوعہ) ۱۹۹۴ء ''ماحصل'' ص ص ۳۷۶ تا ۳۸۶۔

(۵۳) عبدالرزاق صابر، بلوچستان میں سندھی کے قدیم نامور شعراء' ہفت روزہ ایلم مستونگ، جلد نمبر ۳۵، شمارہ نمبر ۱۲، ۲۶ مارچ ۱۹۹۴ء ص نمبر ۶

(۵۴) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، ''دراوڑستان'' براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ۲۰۰۳ء ص ۱۳

(۵۵) ماہنامہ استار سوراب، جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۲، ۱۵ مئی تا ۱۵ جون ۲۰۰۱ء ص ص ۲۶ تا ۳۲

(۵۶) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر ''منہ ہیت، نیاڑی تا ادب از قیوم بیدار براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، ۲۰۰۰ء ص ص ۷ تا ۸

(۵۷) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، بیستمیکو صدی ٹی براہوئی ادب (بیسویں صدی میں براہوئی ادب) سہ ماہی دے ٹک کوئٹہ، اپریل تا جون ۲۰۰۳ء، شمارہ نمبر ۲۶، ص ۱۰

(۵۸) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، ''دراوڑستان'' براہوئی اکیڈمی پاکستان کوئٹہ، ۲۰۰۳ء ص ص ۲۸ تا ۴۳

(59)Dr. Razzaq Sabir, Brahui Culture, Balochistan Times Quetta, 6th November, 2003,

(۶۰) ماہنامہ استار سوراب، ۱۵ مئی تا ۱۵ جون ۲۰۰۱ء

(۶۱) عبدالقادر اثیر شاہواڑی نے کہا ''براہوئی زبان جو بلوچستان اور سندھ کے صوبوں کے علاوہ افغانی بلوچستان اور ایرانی بلوچستان میں بھی بولی جاتی ہے ماہر لسانیات کے مطابق ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔'' (براہوئی اردو لغت' براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ۱۹۵۵ء ص ۶)۔

(۶۲) پروفیسر عبداللہ جان جمالدینی نے پروفیسر شاہین قیصرانی کی کتاب ''بلوچستان تاریخ و مذہب'' کے پیش لفظ میں تحریر کیا ''لسانیات کی رُو سے براہوئی کے بارے میں بھی رفتہ رفتہ اس نظریئے کو رد کیا جارہا ہے کہ یہ دراوڑی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ نظریہ نہ صرف رد کیا جارہا ہے بلکہ لسانیات کے مطالعے سے کچھ ایسے شواہد بھی سامنے آرہے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ براہوئی بھی ایرانی زبانوں ہی کے زمرے میں شامل ہے'' (پیش لفظ ''بلوچستان: تاریخ و مذہب'' مصنفہ پروفیسر شاہین قیصرانی، ادارہ تدریس کوئٹہ، نومبر ۱۹۹۴ء ص iii-iv)۔

(۶۳) پروفیسر نادر قمبرانڑی ''براہوئی زبان'' ماہنامہ 'احوال خضدار، ۱۹۷۸ء ص ۱۷۔

(۶۴)...ایضاً..ص ۱۷۔

(۶۵)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءُ دراوڑی زبانانی بے بنئیں ہمرنگ چے راست، چے دروگ'' السں بلوچی، اسلام آباد، تاک ۲، اگست ۲۰۰۶ء ص ۱۹۔

(66)Edward Babun, "The Varieties of Man: An Introduction To Human Races" (London 1969) p.p-58.59.

(۶۷)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءُ دراوڑی زبانانی بے بنئیں ہمرنگ چے راست، چے دروگ'' ص ۲۰۔

(۶۸)...ایضاً..ص ۲۰۔

(۶۹)...ایضاً..ص ۲۰۔

(۷۰)...ایضاً..ص ۲۱۔

(71)Irfan Habib "People's History of India" vol-l, Lahore, 2004, p-55.

(۷۲)مزید تفصیل کے ملاحظہ فرمایئے: Victor Sarianidi

"Bactrian Centre of Ancient Art" Mesopotamia, 1977, 12:97-110, "New Finds in Bactria and Indo-Aryan Connections", 1979, S.A.A, 1977: 11,643-59; "Margiana in the Bronze Age" in: Kohl, 1981: 165-93; "The Bactrian Pantheon", 1986, I A S C C A I B 10:5-20, "South-west Asia: Migrations: the Aryan and Zoroastrians", 1987, IASCC AIB 13:44-56; "Cult Symbolism of Bactrian and Margiana Amulets" 1988 in: Gnoli and Lanciotti 1988 111,1281-94; "Soviet Excavations in Bactria", 1989: "The Bronze Age" in: "Ligabue and Salvatori" n.d: 107-23.

(73)Ralph T.H Griffith "The Hymns of The Rigveda" Translated with a Popular Commentary, 2nd edition, London, 1896: Indian Reprinted and edited by J.L Shastri, Delhi, 1973, Mandal-l 100.18)

(۷۴)..................ایضاً..................منڈل چہارم ۲۱-۲۰، ۴۷۔

(۷۵)..................ایضاً..................منڈل دہم ۱۱. ۶۵۔

(۷۶) میر عاقل خان مینگل، ''براہوئی یا کردگالی زبان''، ''ٹیکی'' ص ص ۱ تا ۲۱۔

(۷۷) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، ''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط'' ص ۵۹۔

(78)Dr. Razzak Sabir, "Socio-Cultural and Linguistic Ties Between Balochistan (Paksitan) and Central Asia", Research Journal "Middle East" Area Study Centre, University of Balochistan, Quetta, Vol-iv, 1996, p.p-29-30.

(۷۹) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر ''کیا اردو کا اصل مؤلد بلوچستان ہے؟'' ماہنامہ ''اخبار اردو'' اسلام آباد، نومبر ۲۰۰۳ء جلد ۱۹، شمارہ ۱۱، ص ص ۲۴۱ تا ۲۴۸۔

(۸۰)..................ایضاً..................ص ص ۲۴۹ تا ۲۵۶۔

(۸۱) مزید تفصیل کے لیے ان نونکات کو ملاحظہ فرمائیے:

Dr. Robert Caldwell, "A Comparative Grammar of the Dravidian or South Indian Family of Languages" p.p-66-67.

(۸۲) مزید تفصیل کے ملاحظہ فرمائیے:

David McAlpin, Proto-Elamo- Dravidian: The Evidence and its Implications, Philadelphia, 1981; Muhammad A Dandamaev, A Political History of the Achaemenid Empire, Leiden, 1989, p-l, Colin Renfrew, Language Families and the Spread of Farming' in: D.R. Harris, (ed.), the Origins and Spread of Agriculture and Pastoralism, p-81; and C.C Lamberg. Karlovsky, "Excavations at Tape Yahya, 1967-69", "The Proto-Elamite Settlement at Tape Yahya", and (with Martha Lamberg- Karlovsky) "An Early City in Iran, V.Yuri Gankovsky, "The People of Pakistan", Lahore, p-33.

(83)John Beams, An Outline of Indian Philology, second

edition London, 1863, p.10.

(۸۴) ڈاکٹر غلام علی الانا، "سندھی بولی ءَ جو بن بنیاد" زیب ادبی مرکز حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۴ء اشاعت اول ص ص ۱۱۴ تا ۱۱۶۔

(۸۵) ڈاکٹر غلام علی الانا کے پہلے موقف اور نظریئے میں تبدیلی اور ترمیم و نظر ثانی کے لیے ملاحظہ فرمایئے:
ڈاکٹر غلام علی الانا "سندھی بولی ءَ جو بن بنیاد" سندیکا اکیڈمی کراچی، طبع دوم، ۲۰۰۴ء اور اس کے انگریزی مضمون:
"Origin and Ancestry of Sindhi Language" "Sociology of Sindhi Language in" Origin and Growth of Sindhi Language, Institute of Sindhology, 2002, p.p-258-322.
اور ڈاکٹر غلام علی الانا "مہاگ" "برصغیر جی بولین جو لسانیاتی جائزو" مصنف گرائرسن مترجم ڈاکٹر فہمیدہ حسین، سندھی بولی ءَ جو با اختیار ادارو، حیدرآباد سندھ، ۲۰۰۰ء ص ص ۵ تا ۳۱۔

(86)S.M Andronov "The Brahui Language, Nauka Publishing House: Central Deptt: of Oriental Literature, 1980, p-17.

(87)Thomas R. Trautmann, Dravidian Kinship, Cambridge: Cambridge University Press, London, New York, 1981, p-11.

(88)James Hornell, Mentoirs of the ASB, 1920, Vol-vii, No-3, TRSL Yengar Dravidian India, p-3

(۸۹) ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب، لاہور طبع ثانی ۱۹۵۰ء، ص ۷۸

(۹۰) پروفیسر احتشام حسین، ہند آریائی مسلمانوں کی آمد سے پہلے، اردوئے معلیٰ، لسانیات نمبر دہلی، جلد سوم، شمارہ ۴-۵، ص ۳۳

(۹۱) جان بیمز، مترجم سید احتشام حسین، ہندوستانی لسانیات کا خاکہ لکھنو، طبع ثانی، ۱۹۴۸ء، ص ۳۰

(۹۲) مولانا ابوجلال ندوی، سندھی مہریں، رسالہ تاریخ و سیاست، انجمن ترقی اردو پاکستان، نومبر ۱۹۵۳ء اور ماہنامہ ماہ نو، کراچی ۱۳ اقساط، اگست تا دسمبر ۱۹۵۶ء

(۹۳) جاوید اختر، نور محمد پروانہ کا نظریہ براہوئی، ماہنامہ استار سوراب، جلد ۶ شمارہ ۱۰، جنوری ۲۰۰۷ء ص ص ۱۳ تا ۱۸

(۹۴) تاریخ ادبیات مسلمانان ہندو پاک (چودھویں جلد)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۷۱ء ص ۴۵۵

(۹۵)..........................ایضاً..........................ص ص ۴۲۳ تا ۴۲۴

(۹۶) پروفیسر انور رومان، براہوئی زبان اور اس کی لغت، ہفت روزہ ایلم مستونگ ۱۷ اگست ۱۹۶۷ء ص ۴

(۹۷) سید کامل القادری، سامیوں کی ایک قدیم زبان براہوئی، ہفت روزہ ایلم مستونگ ۱۶ اپریل ۱۹۶۰ء

(۹۸)علامہ نور محمد پروانہ، وادیٔ سندھ اور اس کے وارث، روز نامہ امروز، لاہور، سنڈے ایڈیشن ۷ مئی ۱۹۷۹ء

(۹۹)علامہ نور محمد پروانہ، براہوئی ثقافت، ثقافت وادیٔ بولان میں، بزم ثقافت کوئٹہ، ۱۹۶۶ء، ص ۲۶۸

(۱۰۰)..........................ایضاً..........................ص ۲۶۹۔

(۱۰۱)ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی، اردو اور براہوئی کے لسانی روابط، (پی ایچ ڈی مقالہ) براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ۲۰۰۶ء، ص ۶۷ اور براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ لاہور، ۱۹۸۲ء ص ۴۵۔

(۱۰۲)انٹرویو، ماہنامہ استار، سوراب، شمارہ ۶، جلد نمبر ۱، جولائی ۲۰۰۱ء ص ص ۹ تا ۲۱

(۱۰۳)پروفیسر عزیز مینگل، آریائی اور براہوئی لسانی روابط، براہوئی زبان وادب ایک جائزہ، مرتب قیوم بیدار، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، مئی ۱۹۸۶ء ص ۴۵

(104)Mir Ahmad Yar Khan Baloch, Khan-e-Baloch, Ex-Ruler of Kalat State, Inside Balochistan, Royal Book Company Karachi, 1975, Preface, p-xiv.

اور مختصر تاریخ قوم بلوچ وخوانین بلوچ، ص ص ۲۹ تا ۳۱۔

(۱۰۵)ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، ص ۴۶۔

(۱۰۶)ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی، براہوئی قوم وزبان، شش توئی (شش ماہی) کپوت، جیکب آباد سندھ، ۱۹۸۳ء اشاعت ۲۱، ص ص ۵۷ تا ۵۹۔

(۱۰۷)ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی، براہوئی برادری ءِ توار (براہوئی برادری کی پکار)، ہفت روزہ ایلم مستونگ، جلد ۳۱، شمارہ ۹، ۳ مارچ ۱۹۹۷ء، ص ۹۔

(۱۰۸)ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی، ''براہوئی براہوئیءِ'' کیر تھر پبلی کیشنز جیکب آباد، ۲۰۰۳ء ص ۱۲

(۱۹۰)..........................ایضاً..........................ص ۱۷

(۱۱۰)ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی، براہوئی زبان، ماہوار سوجھرو، جلد ۵ نمبر ۵۲، جولائی ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۔

(۱۱۱)..........................ایضاً..........................ص ۱۸

(۱۱۲)قیوم، براہوئی زبان کا تاریخی ولسانی پس منظر، براہوئی زبان وادب ایک جائزہ، مرتب قیوم بیدار، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، مئی ۱۹۸۶ء، ص ص ۴۲-۴۳

(۱۱۳)..........................ایضاً..........................ص ۴۳

(۱۱۴)..........................ایضاً..........................ص ۴۲

(۱۱۵)قیوم بیدار، براہوئی زبان اور اس کی لسانی خصوصیات، ماہنامہ اخبار اردو، اسلام آباد، دسمبر ۲۰۰۶ء، جلد نمبر ۲۲، شمارہ نمبر ۱۶، ص ۲۷

(۱۱۶)..........................ایضاً..........................ص ۲۸

(۱۱۷) پروفیسر عزیز مینگل، آریائی اور براہوئی لسانی روابط، براہوئی زبان وادب ایک جائزہ، مرتب قیوم بیدار، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، مئی ۱۹۸۶ء ص ۴۵

(۱۱۸) علامہ نور محمد پروانہ، براہوئی دُوئی آ غیر براہوئی تاتحقیقات 'توشہ، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ ۱۹۷۷ء، ص ص ۱۸ تا ۱۹، اور اداریہ ہفت روزہ ایلم مستونگ، ۱۸ ستمبر ۱۹۹۳ء۔

(۱۱۹) علامہ نور محمد پروانہ، براہوئی زبان واونا ادب (براہوئی زبان اور اس کا ادب)، مستائی، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ ۱۹۷۶ء ص ص ۴-۵۔

(120)The Brahuis of Balochistan: History Struggles to define Ancient Race, The Finance Daily Karachi, Special Suppliment, 18th January, 1995.

(۱۲۱) علامہ نور محمد پروانہ، ہفت روزہ ایلم مستونگ، ۱۰ جولائی ۱۹۹۳ء۔

(۱۲۲) علامہ نور محمد پروانہ، تینا تینا خیال (اپنا اپنا خیال)، ہفت روزہ ایلم مستونگ، ۱۷ ستمبر ۱۹۹۳ء۔

(۱۲۳) علامہ نور محمد پروانہ، اداریہ، ہفت روزہ ایلم مستونگ، ۲۶ جون ۱۹۹۴ء

(۲) براہوئی کا تاریخی پس منظر

(1)Carleton S. Coon, S.M Garn and J.B Birdsell, Races... A study of the Problems of Race formation in Man, Springfield: Thomas, 1950, Carleton S. Coon, with Hunt, Edward E. The Living Races of Man, New York: Knopf, 1965, Carleton S. Coon. The Origin of Race, New York; Alfred A Knopf, 1962, Story of Man, 2nd edition. Rev, New York, Knopf, 1962, and London Edward Babun, The Variety of Man, London, 1969.

(2)Ernest Mackay, The Indus Civilization Sang-E-Meel Publications Lahore, pp.2001-2002

(3)Walter A. Fairservis Jr. Excavations in the Quetta Valley, West Pakistan, Anthropological Papers of American Museum of Natural History, 47, 2, New York, 1956

(4)Stuart Piggott, The pre-Historic India, London, 1948, pp.145-145

(5)Dr. Henry Filed, Anthropological Reconnaissance in West Pakistan, Cambridge; Peabody Museum, 1955.

(6)Sylvia Matheson, Time off to Dig: Mundigak, An Afghan Adventure Oxford University Press, New York, and Delhi, 1982, p.108.

(7)J.R Lukacs Human Dental Remains from Early Neolithic Levels at Mehrgarh, Baluchistan, Current Anthropology, 1983, a, 24(3): pp.390-392, Deciduous Tooth Crown Dimensions in Living and Prehistoric Populations of Western Dental Anthropology and the Origin of two Iron Age Populations of Northern Pakistan Homo, 1983, c, 34(1): pp.1-15, Dental Anthropology of South Asia Populations: A Review in the People of South Asia, edited by J. R Lukacs, New York, Plenum Publishing co., 1984, pp.133-157, Dental Pathology and Tooth Size at Early Neolithic Mehrgarh: An Anthropological Perspective, in South Asian Archaeology, 1985, a, edited by J. Scotsman's and M. Taddei, pp.121-150, Naples: Instituto Universitario, Orientale, 1985, Tooth Size Variation in Prehistoric India, American Anthropologist 87(4): pp.811-825, J.R Lukacs D.H Retief and J.F Jarrige, Dental Disease in Prehistoric Baluchistan National Geographic Research, 1985, 1, (2): pp.184-197, Dental Morphology and Odontometrics of Early Agriculturalists from Neolithic Seventh International Symposium Dental Morphology, (Paris, May, 1986). Edited by D.E Russell J.P, J.P. Samtoror and Sigogneau pp.287-305Memories Musee d'historic Naturelle (Paris) Serie C, Vol.53, Dental Paleo pathology; Methods for Reconstructing life from the Skeleton edited by Iscan, Y. and Kennedy, K.A.R New York Alan R. Liss, 1988, Dental Pathology and Dietary Patterns in

Iron Age Northern Pakistan, in South Asian Archaeology, 1985, edited by P. Sorenson and K. Frifelt, Scandinavian Institute of Asian Studies Copenhagen, 1988.

(8)Fazal Dad Kakar, The Antiquity of Human Settlement in Quetta Valley In: Dr. Ahmad Nabi Khan (ed.) Pakistan Archaeology No.27, 1992, The department of Archeology and Museums Ministry of Culture and Sports, Govt. of Pakistan, Karachi, p.11.

(9)Yuri, V. Gankovsky, the People of Pakistan, U.S.S.R Academy of Sciences, Moscow, and Peoples Publishing House Lahore, 1972, pp.33-35

(10)Asko Parpola, Indus Script Decipherment Madras, 1970, p.14

(11)Julian H. Steward, Theory of Culture Change: The Methodology of Multilinear Evolution Urbana, iii, p.204f.

(12)J. R. Lukacs Human Dental Remains from early Neolithic Levels at Mehrgarh, Baluchistan Current Anthropology, 1983, a, 24 (3): pp.390-392, Deciduous Tooth Crown Dimensions in living and Prehistoric Populations of Western India, American Journal of Physical Anthropology, 1983, b, 61 (3): pp.38-397, Dental Anthropology and Origin of two Iron Age Populations of Northern Populations: A Review in the People of South Asia, edited by J. R Lukacs, New York, Plenum Publishing Co., 1984, pp.133-157, Dental Pathology and Tooth Size at Early Neolithic Mehrgarh: An Anthropological Perspective, in south Asia Archaeology, 1985, a, edited by J. Schotsmans and M. Taddei, pp.121-150, Naples: Instituto Universitario Orientale, 1985, Tooth Size Variation in Prehistoric India, American Anthropologist, 87 (4): pp.811-825, J. R Lukacs D.H Retief and J. F Jarrige Dental Disease in prehistoric Baluchistan National Geographic Research, 1985, 1, (2): pp.184-197, Dental Morphology and Odontmentriecs of Early Agriculturalists

from Neolithic, Seventh International Symposium, Dental Morphology, (Paris, May, 1986) edited by D.E. Russell J. P, J.P Samtoro and Sigogneau pp.287-305, Memories Musee d'historic naturelle, (Paris) Seric C. Vol-53, Dental Paleo pathology: methods from reconstructing health status and dietary patterns in prehistory, in reconstructing life from the Skelton edited by Iscan, Y. And Kennedy, K.A.R. New York Alan R. Liss, 1988, Dental Pathology and dietary Patterns in Iron Age Northern Pakistan, in south Asian Archaeology, 1985, edited by P. Sorenson and K. Frifelt, Scandinavian Institue of Asian Studies Copenhagen, 1988, and K.A.R. Kennedy, Trauma and Discuses in the Ancient Harappans in B. B Lal and S.P Gupta (eds) frontiers Indus Civilization Wheeler Vol, pp.425-36, New Delhi, 1984

(13)Viktor Sarianidi Bactrian Centre of Ancient Art, Mesopotamia 1988, 12: pp.97-110, New Finds in Bactria and Indo Iranian Connections, South Asian Archaeology, 1977, 11; pp.643-659, Margiana in the Bronze age in Kohl, of the Culture of Central Asia, Information Bulletin, Moscow, 1986, 10: pp.5-20 South-west Migration the Aryan and Zoroastrian Bulletin, Moscow, 13; pp.44-56, Soviet Excavations in Bactria: the Bronze Age In; Ligabue and Salvatore 1989, 107-123, and Methew Spriggs (ed), Marxist, Perspective in Archaeology Cambridge, Cambridge University Press, 1984

(14)V.M Masson and Ahmad Hassan Dani, (eds) History of Civilizations of Central Asia, Vol.1, UNESCO Publishing Paris, 1992, pp.234-244.

(15)Quoted in M.K Dhavalikar, Cultural Imperialisms (Indus Civilization Western India) New Delhi, 1955, 209

(16)M. Tosi, S. Malek Sharmizadi and M.A Joyenda the Bronze Age in Iran and Afghanistan, in Ahmad Hassan Dani and V.M Masson, (eds), History of Civilizations in Central

Asia, 1992, p-215.

(17)W. A Fairservis, Central Asia and the Rig Veda: The Archaeological Evidence, in: Geroge Erdosy, (ed), the Indo-Aryans of Ancient South Asia, 1997, pp.210-212

(18)Mehrgarh, Field Reports 1974. From Neolithic Times To The Indus Civilization, The Reports of Eleven Seasons of Excavations In Kachi District, Balochistan By The French Archaeological Mission To Pakistan, Edited By Catherine Jarriage, Jean-Francois Jarriage, Richard H. Meadow and Ganzague Quivron, Published By The Department of Culture and Tourism, Government of Sindh, Pakistan, In Collaboration With The French Ministry of Foreign Affairs, October, 1985, p.89.

(19)Asko Parpola, Deciphering the Indus Script, Cambridge, University Press, London, 1994, p.154

(20)Sir Herold Bailey, Mleccha-, Baloc, and Gadrosia, BSOAS 36, 1973, (3): pp.584-587.

(21)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Oxford University Press, Amen House London, Revised Edition, 1984, Entry No.3776.

(22)Kramer, Samuel Noah and John Maier, Myths of Enki, the crafty god, New York, 1989, 46f.

(۲۳)ابن حنیف، ''سات دریاؤں کی سرزمین'' ملتان، ۱۹۷۵ء ص ص ۱۵۴ تا ۱۹۸، اور پروفیسر اکرم میرانی، ''سرائیکی ڈیلس'' (سرائیکی زبان میں) نگارشات، لاہور، ۱۹۷۸ء ص ص ۱۴ تا ۱۸۔

(24)Sir Alexander Cunningham, Archaeology of India Vol. V., Report for the Year 1872-73, Calcutta, pp.126-130

(25)Dr. Rafiq Mughal, Introduction ot the Pottery of Period l and ll of Sarai Khola, in: M.A Halim, Excavations at Sarai Khola Part-ll, Pakistan Archaeology, 1972, 8: 34-53., New Evidence of the Early Harappan Culture, from Jalilpur, Pakistan Archaeology, 1974, 27: (2): pp.106-113., and

Ancient Cholistan, Ferozsons, Rawalpindi, Lahore and Karachi, 1997, pp.64-65.

(۲۶)رگ وید،۳۔۳۳۔۱۔

(27)T. Burrow an:l M.B Emeneau "A Dravidian Etymological Dictionary" Oxford University Press, Amen House, London, revised edition. 1984, Entry No.5258.

(28)Sir Alexander Burnes, A Voyage on the Indus, being the third volume of Travels into Bokhara, Oxford University Press, London and New York, 1973, p.114.

(29)Ahmad Hassan Dani, A Short History of Pakistan, p.96

(30)Sir Denzil Ibbetson and MacLagan, A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjabi and North-West Frontier Province (in three Volumes), Complied by H.A Rose, Aziz Publishers, Lahore, 1978, second edition, Vol-l, p-29

(31)Epigraphia Indica, Calcutta and Delhi, xxvii, p.265.

(32)Samuel Beal's Chinese Accounts of India, Calcutta, 1958, Vol.iv, 460.

(33)E. Sachau, Al-Beruni's India, Lahore, Vol.l, pp.300,302.

(34)Mahabharata, 3, p.266

(35)Baudhayana, Dharmasastra, Vol.1, 29.

(36)B.D Mirchandani, Glimpses of Ancient Sindh, A Collection of Historical Papers, p.19.

(37)Dr. Ahmad Hassan Dani, Sindhu-Sauvira, The Journal of History and Political Science, Vol.ll, No.1, University of Punjab, Lahore, pp.15-25

(38)H.D Sankalia, Prehistory and Protohistory of India and Pakistan, University of Bombay, 1962, pp.271-74H.D Shankalia B. Subbarao and S.B Deo, The Excavations at Maheshwar and Navdatoli, 1952-53, Poona and Baroda, 1958, p.252.

(39)Ainul Haq Faridkoti, Pre-Aryan Origins of the Pakistani Languages, Orient Research Centre Lahore, 1992.

(40)Ibn Khurdadba, Kitabu-l Masalik Wa-l Mamalik, in Eliot

and Dowson, The History of India as told by its own Historians, Vol-l, Islamic Book Service, Lahore, 1976, p.13.
(41)Lt. Col. H. Yule, Marco Polo 2 Vol., London, 1871, Vol-ll, chapter xviii, p.295.
(42)Sylvia A. Matheson, "The Tigers of Balochistan", Oxford University Press, Karachi, and Lahore, 1975, p-63.
(43)M.S Andronov, "The Brahui Language", Moscow, p-17.
(44)D.N Shankara Bhat, "The Koraga Language in Bhadriraja Krishnamurti (ed-), Studies in Indian Linguistics, Annamalangar, 1968, pp-290-295, and Linguistic Survery of India Series, 7, Poona, 1971.
(45)Mehrgarh Field Reports 1974, From Neolithic Times to the Indus Civilization: The Reports of Eleven Seasons of Excavations in Kachi District, Balochistan by the French Archaeological Mission to Pakistan, edited by Cathrine, Jarriage- Jean, Francois, Richard H. Meadow and Ganzaque Quivron, published by the Department of Culture and Toursim, Government of Sindh, Pakistan in Collaboration with the French Ministry of Foreign Affairs, October, 1975, pp-65-66.
(46)M.B Emeneau, "Language and Linguistic Area: Essays by Murray B. Emeneau, selected and introduced by Anwar S. Dill, Stanford University Press, Stanford, California, 1980, p-321.
(47)Lluis Quintana Murci, Raphaelle Chaix, R. Spencer Wells, Doron M. Behar, Hamid Sayar Rosaria Scozzari, Chiara Rengo, Nadia Al-Zahery, Ornella Semino, A. Silvana Santachiara- Benerecetti, Alfredo Coppa, Qasim Ayub, Aisha Mohyuddin, Chris Tyler Smith, S. Qasim Mehdi, Antonio Torroni and Ken McElreavey, Where West Meets East: The Complex mt DNA Landscapes of the Southwest and Central Asian Corridor, in AJHG (Amercian Journal of Human Genetics, vol-74, Issue 5, 827-845, I, May 2004, pp-82-845; and K. McEleavey and L. Quintana-Murci, A Population Genetics Perspective of the Indus Valley Thourgh

Unimparentally-Inherited- Markers, Annals of Human Biology, March- April 2005, 32 (2): pp.154-162.
48)Sir Denys Bray "The Brahui Language" Vol-2 Part-ll, p-17
(49)Sir John Marshal, and Others, MohenjoDaro and The Indus Civilization, 5 vols, London, 1931.
(50)U. P Arora, Greeks on India, Indian Society for Greek and Roman Studies, Bareily, 1966, pp.iii, 97and 35 ff, Greek Attitude Towards the Indians, Journal of Ganganatha, Tha Kendriya Sanskrita Vidyapeetha, Allahabad, 1983, Baladeva Upadhyanatha Felictation Volume, xxvii, Part,1-4, pp.97-109, and Classical Accounts of India. Some Observations in Graeco-Indica, India's Cultural Contacts with Greek World, Delhi, 1991.
(51)George Rawlison, The History of Herodotus, vol-2, London, 1858-60, p-485.
(52)..............................Ibid........................., p-485
(53)Dr. Hiremath, Genesis and Growth of Dravidian Trivandrum, Dravidian Lingustic Association, 1989, Publication No.39, p.23
(۵۴) پروفیسر علی عباس جلال پوری، خرد نامۂ جلال پوری، تخلیقات، لاہور، اگست ۲۰۰۰ء، ص ۱۸۰۔
(55)Ernest Mackay, The Indus Civilization, pp.91-92۔
(56)Mehrgarh Field Reports 1974, p-138۔
(57)The Finance Daily Karachi Special Suppliment, 18th January 1995.
58)Abdul Aziz Farooq, Rock Carvings and Inscriptions from Balochistan, The Archaeology, vol-ii, No.2 Karachi, 1990, p-52.
(59)Sir Charles Masson, Narrative of A Journery to Kalat, London, 1843, p-8.
(60)A.W Hughes, The Country of Balochistan, Book World Quetta, 2002, p-150.
(61)Sylvia A. Matheson, The Tigers of Balochistan, p-151.
(62)Sir Denys Bray, The Life History of A Brahui, Royal Book Company, Karachi,3, 1977, p-16.

(63)The Gazetteer of Balochistan (Jhalawan), p-103.

(64)The Gazetter of Balochistan (Sarawan), p-71.

(65)Census of India, 1901, Vol-1, Ethnographical Appendices, an explanation of the method of measurement will be found at page 6, and vol-V,VA and V.B, Balochistan by Hughes Buller, ICS, Bombay Times of India Press, 1902.

(66)Longworth Dames, The Baloch Race, A Monogarph, Journal of Royal Asiatic Society London, Vol-IV, London, 1904, pp.11-12

(67)The Encylopaedia of Britanica, London, Vol.2, p-264.

اور جاوید اختر ''براہوئی ادب کا سماجی پس منظر'' براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ، ۲۰۰۳ء ص ص ۱۱۶ تا ۱۱۷۔

(۳) براہوئی اور قدیم دراوڑی

1)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Brahui Academy, Quetta, , Vol.2. Part II, p.41.

2)................................ Ibid.................................p.42.

3) Sir John Marshall, First Light on A Long-Forgotten Civilization, The Illustrated London News London, 20 September 1924:528-532, Reprinted in Possehl (ed.): Ancient Cities of The Indus, New Delhi, 1970, pp.105-107.

4) Colonel Sir Thomas Holdich, The Gates of India, Gosha-e-Adab, Quetta, 1977, p.43.

5)M.S.Andronov,A Lexico-Statistic Analysis of The Chronology of The Disintegration of Proto-Dravidian, II J, 1964, Vol.7,Nos 2-3,pp.170-186, M.S Andronov, Dravidian Languages, Nauka Publishing House, Central Department of Oriental Literature, Moscow, 1970, M.S.Andronov, The Brahui Language, Nauka Publishing House, Central Department of Oriental Literature, Moscow, 1980, pp.17-18, and Kamil V. Zvelebil, Comparative Dravidian Phonology, 1, Janu Lingurrum, Series Practia, 80, The Hague-Paris, 1970.

6)John Marshall.Op Cit, 1924, pp.528-532.

7)Asko Parpola, Deciphering The Indus Script, Cambridge: Cambridge University Press, New York and London, 1994, p.59
8)Sir Mortimer Wheeler, The Indus Civilization, 3rd edition, Cambridge: Cambridge University Press, 1968, p.108.
9)Asko Parpola, The Indus Script Decipherment, Madras, The Scandinavian Institute of Asian Studies, Copan Hagen 1970, p.6
10)..Ibid........................ p.14.
11)For detailed study see the following:
i. Leslie Alock, The Characteristics of The Proto-Indian Script, in: Zide and Zvelebil, 1976 (commentary by the translator: 20-22, (1964). 1976.
ii. Alekseev, G. V. Yuri V. Knorozov, A.M. Kondrator and B. Ya.Volchok, 1969, Soviet Studies On Harappan Script", translated by Hem Chandra Pande, Edited By Henry Field and Edith M. Laird (Field Research Projects, Occasional Paper 6) Cocunut Grov.
iii. N.V.Gurov, Prospects for the Linguistic Interpretation of The Proto-Indian Texts (on the basis of Dravidian Languages) in: Proto-Indica: 1968: 28-50, reprinted with the critical comments. in: Gurov (1968) 1975; and some modifications in Gurov, 1970 a.
iv. N.V.Gurov, Towards The Linguistic Interpretation of The Proto-Indian Texts, 1970, Journal of Tamil Studies Madras, 2 (1): 53-87.
v. N.V.Gurov, Finnish Decipherment of Proto-Indian Interpretations. Translated by Hem Chandra Pande, edited by Henry Field (Field Research Projects, Study 42) Coconut Grove, 1970.
vi. Yuri.V.Knorozov, The Formal Analysis of The Proto-Indian Texts,Journal of Tamil Studies Madras.2(1): 13-25.(Reptd: with some modifications of Knorozov. 1968)
vii. Yuri.V.Knorozov, The Formal Analysis of The Proto-

Indian Texts. in: Proto-Indica 1968:4-19, Reptd: In Knorozov (1968) 1976, and with Some modifications in Knorozov 1970 b.

viii. Yuri V- Knorozov, The Characteristics of The Language of The Proto-Indian Interpretations. in: Zide and Zvelebil 1976: 55-59. (with commentary by the translators: 59-62)

ix. Yuri V.Knorozov,A Brief Report on The Investigation of Proto-Indian Texts,Moscow,1968; A.K.Zide and K.Zvelebil, The Soviet Decipherment of The Indus Valley Script,(translation and critique),1972.

x. A.K.Zide, A Brief Report of Work to date on The Indus Valley Script, Paper contributed to The Chicago Linguistic Society, April, 19-20, 1968, p.225.

xi. Yuri.V.Knorozov, The Formal Analysis of The Proto-Indian Texts. in: Zide and Zvelebil 1976: 97-107 (with commentary by the Editors: 107-112.).

xii. Yuri.V.Knorozov, M.F.All'bedil and B.Ya. Volchok and N.Gurov, Some Groups of Proto-Religious Interpretations of The Harappans. in: Lal and Gupta, Frontiers of The Indus Valley, Delhi, 1969-171.

xiii. Yuri. Knorozov, The Formal Analysis of The Proto-Indica 1968:4-19, Reprinted in Knorozov (1968) 1976, and with some modifications. in: Knorozov 1970.

xiv. Yuri.V.Knorozov, Great Harappa: The Time Maxus In: Sputnik, 1984.

xv. V.V.Vertogradova, Indian Interpretations and Inscriptions in Unknown Script From Kara Tepe in: Old Termez, Nauka Publishing House, Moscow, 1983.

12)David W.McAlpin, Linguistic Prehistory: The Dravidian Situation In: M.M.Deshpande and P.E.Hook, Aryan and Non-Aryan in India, Ann Arbor: University of Michigan Press, 1978, pp.175-183; and McAlpin, Proto- Elamite- Dravidian: The Evidence and Its Implications, Philadelphia, 1981

13)M-S.Andronov, Dravidian Languages, Nauka Publishing

House, Moscow, 1970.
14)M.B. Emeneau, The Non- Literary Dravidian Languages, in Norman H. Zide {Ed) Current Trends In Linguistics In South Asia, Mouton, The Hague, 1969.
15)J.P.Mallory, In Search of The Indo-European Languages, Archaeology and Myth, London: Thames and Hudson, 1991
16)F .C. Southworth, Reconstructing Social Context From Language: Indo-Aryan and Dravidian Prehistory; in: George Erdosoy,(ed.)The Indo-Aryan of Ancient South Asia, 1997-
17)T.R.Trautmann, The Study of Dravidian Kinship in: Madharv M. Deshpande and Peter Edwin Hooks (eds.)Aryan and Non-Aryan in India, An Arbor, University of Michigan Press, 1979, and T.R.Trautmann, Dravidian Kinship, Cambridge: Cambridge University Press, Landon, 1981.
Review of Decipherment of the Proto-Dravidian Inscriptions of the Indus Civilization: A First Announcement By Asko Parpola, Seppo Koskenniemi, Semo Parapola and Pentti Aalto, Copenhagen: The Scandinavian Institute of Asian Studies, 1969, in The Journal of Asian Studies, 29, 1970, pp.714-716
18)Walter A. Fairservis, The Harappan Civilization and Its Writing, New Delhi, 1992, p.17.
19)David W.McAlpin, Toward Proto- Elamite-Dravidian, Language, 50, 1970, pp. 89-101, Elamite and Dravidian: Further Evidence of Relationship, Current Anthropology, 16,1975,pp.105-115.With Comments By M.B.Emeneau, William H.Jacobson, Jr., F.B.J.Kuiper, Herbert H.Paper, Erica Reiner, Roman Stopa, Francois Vallat and Roger W.Wescott, and Reply By McAlpin, and Elamo-Dravidian: The Evidence and Its Implications, Philadelphia, 1981.
20)Mehrgarh, Field Reports 1974. From Neolithic Times To The Indus Civilization, The Reports of Eleven Seasons of Excavations In Kachi District, Balochistan By The French Archaeological Mission To Pakistan, Edited By Catherine

Jarriage, Jean-Francois Jarriage, Richard H. Meadow and Ganzague Quivron, Published By The Department of Culture and Tourism, Govt: of Sindh, Pakistan, In Collaboration With The French Ministry of Foreign Affairs, Oct 1985, p.83.

21)M.S.Andronov, The Brahui Language, pp.27-28.

22)M.B.Emeneau, Brahui and Comparative Dravidian Grammar, University of California, Publication in Linguistics, 27, Berkeley, 1962.Chapters 2(pp.7-20), 4 (pp.47-61) and 5 (pp.62-70), Reptd: With Modifications and The Titles 'Brahui Vowels' (pp.329-32), 'Iranian And Indo- Aryan Influences On Brahui' (pp.320-328) in Emeneau, 1980

23)M.B.Emeneau, Language and Linguistic Area, Essays by M.B.Emeneau, selected and introduced by Anwer S. Dil, Stanford University Press Stanford, California, 1980, Chapter No. 13, p.320.

24)See the following for comparative Dravidian Phonology:

i. L.V. Ramaswami Aiyar, Ancient Dravidic Initial Sound k- and Its Modern Derivatives, Education Review Madras, 1931, Vol. 37, pp. 549-553.

ii. L.V. Ramaswami Aiyar, The Initial Labials of Dravidian, Education Review Madras, 1931, Vol. 37, pp.99-104.

iii. L.V. Ramaswami Aiyar, The Back Fricative x- of Dravidian, Indian Antiquity Bombay, 1933, Vol.62, pp. 157-158.

iv. Robert Caldwell, A Comparative Grammar of The Dravidian or South-Indian Family of Languages, London, 3rd rev edition, 1913.

v. Thomas Burrow, Two Developments of Initial k- in Dravidian, Bulletin of the School of Oriental and American Studies London, 1943, Vol.1I, No.1, pp.122-139.

vi. M.B.Emeneau, Phonetic Observations on the Brahui Language, Bulletin of the School of Oriental and American

Studies London , 1937, Vol.8, No.4, pp.981-983.
vii. M.B. Emeneau, Brahui Demonstrative Pronouns, Journal of Asian Society of Bengal Calcutta, 1961, Vol.3, No. 1, pp. 1-6.
viii. M.B. Emeneau, North Dravidian Velar Stops, JP. MT, maNi viZa malar: Cambridge, 1961, pp.371-388.
ix. M.B. Emeneau, Dravidian and Indian Linguistics, Pt 1, Berkeley, 1962.
x. M.B.Emeneau, Dravidian and Indian Linguistics, Pt.I, Berkeley, 1962.
xi. M.B. Emeneau, Sketch of Dravidian Comparative Phonology, Berkeley, 1963.
xii. M.B. Emeneau, Kodagu and Brahui Development of Proto-Dravidian z. II J, 1971, Vol.13, No.3, pp.176-198.
xiii. M.B. Emeneau, Brahui and Comparative Grammar, Berkeley and Los Angeles, 1962.
xiv. .B.Krishnamurti, Comparative Dravidian Studies, in T.A.Sebeok (ed.), Current Trends in Linguistics, V, The Hague-Paris, 1969, pp.309-333.
xv. B. Krishnamurti, Dravidian Nasals in Brahui, Dravidian Linguistics Annamalainagar, 1969,pp.65-74.
xvi. M.Pfeiffer, Elements of Kurukh Historical Phonology, Leiden.1972.W.S.
xvii. Allen, Phonetics in Ancient India, London. Oxford University Press, 1953.
xviii. Denys Bray, The Brahui Language, Part 1, Brahui Academy, Quetta, reprinted. 1977.
xix. M.S.Andronov, Notes on Brahui, Journal of Tamil Studies Madras, 1976, Vol., 1, Nos. 5-6, pp.1-6.
xx. M.S Andronov, Dravidian Pronouns: A Comparative Study, Journal of Tamil Studies Madras, 1975, Nos 7-8.
xxi. M.S. Andronov, Dravidian Languages, Moscow, 1970
xxii. M.S. Andronov, Case-Suffixes in Dravidian: A

Comparative Study, Journal of Tamil Studies Madras , 1976, Nos 5-6

xxiii. M.S. Andronov, The Negative in Dravidian: A Comparative Study, Journal of Tamil Studies Madras , 1976, Nos 9-10.

xxiv. M.S. Andronov, The Brahui Language, Moscow, 1980

xxv. Kamil V. Zvelebil, A Comparative Dravidian Phonology, I, The Hague-Paris, 1977.

25)Kamil V. Zvelebil gives some Dravidian words for red ceyyon, cevvel and cevvel, which are derived from the Proto-Dravidian root ke. For a detailed study, see his article: Dravidian Case-Suffixes: Attempt At A Reconstruction, Journal of American Oriental Society, New Haven,92 (2): pp.272-276.

26)C.Chakaravati, Literary History of Ancient India, Calcutta, p.464.

27)Dr.R.C. Hiremath, Genesis and Growth of Dravidian, Dravidian Linguistic Association, Trivandrum Publication, 39, 1984, p. 179.

28)..........Ibid..........p.459.

29)..........Ibid..........p. 459.

30)..........Ibid..........p.465.

31)Srimati Akshaya Kumari Devi, The Evolution of Rigvedic Pantheon, Calcutta, 1938, p.486.

32)Asko Parpola, The Indus Script Decipherment, pp.4,6, Asko Parpola, Seppo Koskenniemi, Semo Parpola and Penti Aalto, Decipherment of The Proto-Dravidian Inscriptions of The Indus Civilization, The Scandinavian Institute of Asian Studies, Copan Hegen,1970.pp.5,15,23,29,30.

33)Asko Parpola, The Indus Script Decipherment, p.21.

34)Asko Parpola, The Indus Script Decipherment,pp.4,6, Asko Parpola, Isolation and Tentative Interpretation of a Toponym in The Harappan Inscription, Contributed in Colloque Du XXIX Congress Des, Orientlists, Paris,

Juillet,1973,p.134, Asko Parpola, Deciphering The Indus Script, pp.275-277, and Asko Parpola and Others, Decipherment of The Proto-Dravidian Inscriptions of The Indus Civilization (First Announcement), Special Publication No.1 of The Scandinavian Institute of Asian Studies, Copan Hagen,1969,p.50.

35)Asko Parpola, Deciphering The Indus Script, pp.275-277.

36)..........Ibid.......... p.237.

37)Walter A. Fairservis, The Script of The Indus Valley Civilization, A Report Published in Scientific American, March 1984, Its writing: A Model for Decipherment of Indus Script, Vanguard Books, Pvt. Ltd, reprinted at Rekha Prints New Delhi, Appendix A, pp.149-188

38)Thomas Burrow, The Sanskrit Language, 3rd edition, London, p.386.

39)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Oxford University Press, Amen House London, Revised Edition, 1984, Entry No.4119.

40)..........Ibid.......... Entry No.4385.

41)..........Ibid.......... Entry No.973.

42)..........Ibid.......... Entry No.1645.

43)..........Ibid.......... Entry No.1897 and 2247.

44)..........Ibid.......... Entry No.2685

45)..........Ibid..........Entry No.3171.

46)..........Ibid.......... Entry No.554 and 571.

47)..........Ibid.......... Entry No.2120.

48)..........Ibid.......... Entry No. 479.

49)..........Ibid........... Entry No.3106

50)..........Ibid.......... Entry No.1138

51)..........Ibid.......... Entry No.3220.

52)..........Ibid.......... Entry No.2221.

53)..........Ibid.......... Entry No.4088.

54)..........Ibid.......... Entry No.1428.

55)……………………………Ibid.…………… Entry No.3663.
56)……………………………Ibid.………… Entry No.1209, 973 a and 973 b.
57)……………………………Ibid.…………… Entry No.3796 and 3828
58)……………………………Ibid.…………… Entry No.4242.
59)Sir George Grierson, Linguistic Survey of India, Government Press of India, Calcutta, 1919, Vol. I, Part-II.
60)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2. Part III, pp.162-163.
61)……………………………Ibid.…………… p. 205.
62)……………………………Ibid.…………… p. 62.
63)……………………………Ibid.…………… p. 64.
64)……………………………Ibid.…………… p. 193.
65)Ibid. p.202, and Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, p. 104, Entry No. E.111.
66)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.415.
67)……………………………Ibid.…………… Entry No.3627.
68)……………………………Ibid.…………… Entry No.4277.
69)……………………………Ibid.…………… Entry No.1901.
70)……………………………Ibid.…………… Entry No.2355.
71)……………………………Ibid.…………… Entry No.1842.
72)……………………………Ibid.…………… Entry No.1094 and 1098.
73)……………………………Ibid.…………… Entry No.1094 and 1191.
74)……………………………Ibid.…………… Entry No.3600.
75)……………………………Ibid.…………… Entry No.1012.
76)……………………………Ibid.…………… Entry No.1401.
77)……………………………Ibid.…………… Entry No.3366.
78)……………………………Ibid.…………… Entry No.3930.
79)……………………………Ibid.…………… Entry No.643.
80)……………………………Ibid.…………… Entry No.1379.
81)……………………………Ibid.…………… Entry No.1561.
82)……………………………Ibid.…………… Entry No.1633.
83)……………………………Ibid.…………… Entry No.1835.

84)..............................Ibid.............. Entry No.2937.
85)..............................Ibid..............Entry No.2238.
86)Sir R.L.Turner, Comparative Dictionary of Indo-Aryan Languages, London and New York: Oxford University Press, 1962, Entry No.4884 and Entry No.2629.
87)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No. 1138.
88)..............................Ibid.............. Entry No.419.
89)..............................Ibid..............Entry No.3656.
90)..............................Ibid.............. Entry No. 4215.
91)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2. Part III, p.220.
92)Robert Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian or South Indian Family of Languages, p.595.
93)..............................Ibid.............. p. 616.
94)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.651.
95)..............................Ibid.............. Entry No.665.
96)..............................Ibid.............. Entry No.1298.
97)Ralph T. H. Griffith, The Hymns of the Rig Veda, translated with a popular commentary, IV, 16, 13, London, 1922, Hiremath, Genesis and Growth of Dravidian, Preface, p-11 and Wheeler, Five Thousand Years of Pakistan, Royal India and Pakistan Society, London, 1950, p-31.
98)Monier Williams, Sanskrit English Dictionary, Clander Press, 1956, p.312.
99)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.1831.
100)The Gazetteer of Balochistan (Chagai Distt:), Govt: of Balochistan, Gosha-e-Adab, Quetta, 1986, p.202.
101)T. Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No. 3207.
102)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2. Part iii, p. 199.
103)T. Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological

Dictionary, Entry No.3882.
104)……………………………Ibid.……………… Entry No.1669.
105)Thomas R. Trautmann, Dravidian Kinship, Cambridge: Cambridge Uty: Press, London and New York, 1981, p.147
106)Robert Parkin, Some Comments on Brahui kinship Terminology, Indo-Iranian Journal, Springer, Netherlands, Vol.32, No. I, January, 1989, pp.37-43.
107)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Vol.3, p.68.
108)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.308 and 481.
109)T.Burrow, Further Dravidian Words in Sanskrit, Art 7. Reprinted From Bulletin of The School of Oriental And American Studies London, 12, 1947-48, pp.365-396.
110)Doctor Nabi Bukhsh Baloch, Comprehensive Sindhi Dictionary, Sindhi Adabi Board, Hyderabad, 1960, p.91.
111)Professor Irawati Karve, Kinship Organisation in India, Asia Publishing House Bombay, 1962, p 87.
112)Denys Bray, The Brahui Language, Vol. 2, Part III, p. 51.
113)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No. 308.
114)R. L. Turner, A Comparative Dictionary of The Indo-Aryan Languages, Entry No.10055.
115)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2, Part iii, P. 190.
116)Dr. Abdul Rehman Brahui, Brahui Aur Urdu Ka Taqabali Mutala, Ph D Dissertation, (A Comparative Study of Brahui and Urdu), Brahui Academy Quetta, 2006, p.244.
117)M. Longworth Dames, A Text Book of Balochi Language, Balochi Academy Quetta, 1991, Part IV. P.88.
118)Prof: Irawati Karve, Kinship Organisation In India, p.92.
119)T. Burrow and M. B. Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.483, and 4813 and A Dravidian Etymological Dictionary Supplement, Oxford: Clarendon, Press, 1968, Entry No. 3945.

120)T-Burrow and M. B. Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No: .4813.

121)Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, Naples, 1979, Entry No. I, 226, p. 322.

122)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2, Part III, p.237.

123)Adriano V.Rossi, Iranian Lexical Elements In Brahui, Entry No.H. 1020, p.253.

124)Morgenstierne, Balochi Miscellanea, A.C.R., 20, 1946-48, pp.253-292, p.283.

125)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.3613 and Entry No. 3296.

126)Herlod W.Scheffler and Floyed G. Loumbsbury, A study In Structural Semantics: The Sirione Kinship System, Englewood Cliffs, and N.J.Prentice-Hall, 1971, pp.22-130.

127)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.3613.

128)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2, Part III, p.63.

129)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.4317.

130)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2, Part III, p.144.

131)....................................Ibid....................p.257.

132)R.L.Turner, A Comparative Dictionary of The Indo-Aryan Languages, Entry No.12871.

133)J.Szemereny, Studies in Kinship Terminology of the Indo-European Languages with Special Reference to Indian, Iranian, Greek and Latin, Varia, 1977, p.69.

134)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry.No.1970, and A Dravidian Etymological Dictionary Supplement, Entry No. 1970.

135)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2, Part III, p.201; and T. Burrow and M.B. Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No. 3901.

136)T. Burrow and M. B. Emeneau, A Dravidian

Etymological Dictionary, Entry No 3768.
137)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2. Part III, p.49, and Adriano V.Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, Entry No. I, 2-3, p.297.
138)Mohammad Sardar Khan Baloch, Literary History of The Balochis, Balochi Academy, Quetta, 1977, p.19.
139)M.S.Andronov, The Brahui Language, p.4.
140)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.142.
141)Denys Bray, The Brahui Language, Vol.2, Part iii, p. 287.
142)Adriano V.Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, Entry No.179, p.114.
143)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No. 364.
144)Asko Parpola, Deciphering The Indus Script, pp. 257-277.
145)T. Burrow and M.B. Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.342.
146)................................Ibid.................Entry No.448.
147).................Ibid. Entry No.643 and Entry No.600.
148)................................Ibid.................. Entry No.420.
149)Maulvi Abu Turab, Naqid-E-Zihanat ba Zaban-e-Brohi, (in Urdu Language), Islamia Press Lahore, 1893, p.111.
150)T.Burrow and M.B.Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.3838.
151)................................Ibid................. Entry No.3911.
152)................................Ibid................. Entry No.133.
(۱۵۳)سر ولیم ولسن ہنٹر، ہندوستان اور بالائی ایشیاء کی غیر آریائی زبانوں کی تقابلی لغت، اردو ترجمہ وتعارف شبیر حسن اختر، سرائیکی ریسرچ سینٹر، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان، ۲۰۰۳ء، مقالہ خصوصی ۱۱، لسانیات، ص ۳۴
154)Iravathan Mahadevan, (i), Terminal Ideograms in the Indus Script, In: G. L. Possehl (ed.), Harappan Civilization: A Recent Perspective, Second Edition, Delhi, 1993, pp.311-317; and (ii) Study of The Indus Script Through Bi-Lingual Parallel, in: G.L.Possehl, (ed.), Ancient Cities of

The Indus, New Delhi, 1979, pp.261-267.
155)Jonathan Mark Kenoyer, Ancient Cities of The Indus Valley Civilization, American Institute of Pakistan Studies, Oxford University Press, Karachi, 1997,p.78.
156)Asko Parpola, Deciphering The Indus Script: A Summary Report, in: South Asian Archaeology, 1993, (ed.) Asko Parpola and Pelleri Koskkallio, Helsinki: Suomalainen Tiedeakatemia, 1994, 2, pp.571-586.
157)R.T. Robert Caldwell, A Comparative Grammar of The Dravidian or South-Indian Family of Languages, New Delhi, 1974, p.222.
158)Iravathan Mahadevan, Op cit, pp.311-317, and pp.261-267.
159)See the following for comparative Dravidian morphology:
i. F.A. Bigg-Wither, A Guide to the Study of Brahui, Allahabad, 1902.
ii. Robert Caldwell, A Comparative Grammar of The Dravidian or South-Indian Family of Languages, London, 3rd rev edition, 1913.
iii. Denys Bray, The Brahui Language, Part 1, Brahui Academy, Quetta, reprinted. 1977.
iv. Jules Bloch, The Grammatical Structure of Dravidian Languages, Poona, 1954.
v. M.B.Emeneau, Brahui and Comparative Grammar, Berkeley and Los Angeles, 1962.
vi. M.B. Emeneau, Brahui Demonstrative Pronouns, AS, 1961, Vol. 3, No. 1, pp.1-6.
vii. M.B.Emeneau, Dravidian and Indian Linguistics Pt 1, Berkeley, 1962.
viii. M.B. Emeneau, India and Historical Grammar, Annamalainagar, 1965.
ix. L.V.Ramaswami Aiyar, The Tense-Forms of the

Brahui Verbs, Education Review Madras, 1928, Vol.34, pp.7-11.L.V. Ramaswami, Aiyar, Brahui Verbs, Journal of the Oriental Research Madras, 1930, Vol. 4, pp.57-64.

x. K.V. Subbaiya, A Comparative Grammar of Dravidian Languages, IA,1910-1911, Vol. 39-40.

xi. B.Krishnamurti, Comparative Dravidian Studies, in T.A.Sebeok (ed.), Current Trends in Linguistics, V, The Hague-Paris, 1969, pp.309-333.

xii. M.S.Andronov, Notes on Brahui, Journal of Tamil Studies, 1969, Vol., 1, No. 2, pp.1-6.

xiii. M.S Andronov, Dravidian Pronouns: A Comparative Study, Journal of Tamil Studies Madras, 1975, Nos 7-8.

xiv. M.S. Andronov, Dravidian Languages,Moscow, 1970.

xv. M.S. Andronov, Case-Suffixes in Dravidian: A Comparative Study, Anthrops St.Augustine., 1976, Nos 5-6.

xvi. M.S. Andronov, The Negative in Dravidian: A Comparative Study, Journal of Tamil Studies Madras, 1976, Nos 9-10.

xvii. M.S. Andronov, The Brahui Language,Moscow 1980.

xviii. T.Duka, An Essay on Brahui Grammar, after the German of Late Dr.Trumpp of Munich University, Journal of the Royal Asiatic Society London,1887, Vol.19,pp.59-135.

xix. R.C.De Armond, The Grammatical Morphemes of Brahui Verb, Dravidian Linguistics Annamalainagar, 1971, Vol. 32, pp.91-106.

xx. Kamil V. Zvelebil, A Sketch of Comparative Dravidian Morphology, 1, The Hague-Paris-New York, 1977.

xxi. Bhadriraju Krishnamurti, The Dravidian Languages, Cambridge: Cambridge University Press, 2003.

(۴) براہوئی، سندھی اور سرائیکی

(۱) سندھو جسے ایرانیوں نے اپنی قدیم کتاب ''اویستا'' میں ہندو کے نام سے موسوم کیا کیونکہ ان کی زبان میں 'س' (s) 'ھ' (H) سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ دراصل مقامی غیر ہندو آریائی لفظ (Non-Indo Aryan Word) ہے۔ یہ بروشسکی زبان (Burusasky) کے لفظ سندا (Sinda) سے مماثل ہے۔ اور شینا زبان میں یہ لفظ سن (Sin) کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ بروشسکی لفظ بمعنی پانی سل (Sil)، شل (Tshil) وغیرہم بھی لفظ سندھ سے مماثلت کے حامل ہیں۔ ہر چند اسے بعض ماہرین لسانیات نے ہندو یورپی بنیادی لفظ سدھ (Sidh) (تقسیم کرنا) سے بھی مربوط کیا ہے۔ اور اس لفظ میں اور شمالی کا کیشیائی سندیز (Sindes) کے مابین مماثلت بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ سندھو (Sindhu) اور کئی دیگر دریاؤں کے نام جو یو (U) لاحقے پر اختتام پذیر ہوتے ہیں واضح طور پر ہندو آریائی ہیں۔ جب کہ پنو (Pinnow) نے ایسے دریاؤں کے نام جو یو لاحقے پر ختم ہوتے ہیں، کا علاقہ ظاہر کیا ہے۔ جو پروٹو بروشسکی الفاظ سے موسوم ہیں۔ اس کی دی گئی مندرجہ ذیل فہرست ملاحظہ فرمائیے:

"Sinhui (C.F Burusaski sinda, dial, sende, Shina, sin)

Kuhu/a (Visnu, BhagPur= Kabul River= Vedic kubha, Greek Kophen, C.F Kobhi)

Suvastu (Swat, Subhavastu)

Vaksu (Vaxs, Oxos." (Michael Witzel, Aryan and Non-Ayran Names in Vedic India. Date for the Linguistic Situatiion C.1900- 500 BC, Harvard University Press, pp.42-43.

المختصر ''رگ وید'' میں لفظ سندھو دریائے سندھ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اور وادی سندھ کے لیے سپت سندھو جو ایرانیوں کی قدیم کتاب ''اویستا'' میں ہفت ہندو کی صورت اختیار کر گیا۔ ویدی سنسکرت نے یہ لفظ پروٹو بروشسکی سے مستعار لیا ہے۔

(2)Dr. B.S Guha and P.C Basu, Report on the Human Remains, excavated at Mohenjo-daro in 1928- 1929, in Further

Excavations at Mohenjo-daro, edited by E.J.H Mackey, Vol-l, pp.613-638, Govt: Press of India, New Delhi, 1938
(3)Dr. B.S Guha and R.B.S Sewell, Human Remains, in Mohenjodaro and the Indus Civilization, edted by John Marshall, Vol-2, pp.599-648, Arthur Probsthain, London 1931
(4)J.R. Lukacs, Human Dental Remains from Early Neolithic Levels at Mehrgarh, Balochistan, Current Anthropology, 1983, 24 (3): pp.390-392, and Dental Anthropology of South Asian Populations:A Review in People of South Asia,ed: by J.R.Lukacs,pp-133-157,Plenum Pub:Company,NewYork 1984
(5)Niaz Rasool, (ed), Pakistan Archaeology No:29, 1994-1996, the Deptt: of Archaeology, Pakistan, Karachi, pp-113.
(6)Richard F. Burton, Sindh and the Races that inhabit in the Valley of the Indus, Oxford University Press, Karachi, 1973, p-69, Dr. Ernst Trumpp, The Grammar of Sindhi Language, Lepzig F.A Brokhans, 1872, Introduction, p-1, George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, vol-viii, Part-l, Government Press of India, Calcutta, 1919.
بھیرومل مہر چند اڈوانی 'سندھی بولی ءَ جی تاریخ' سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد، ۱۹۵۶ء، ص ۶۹، مرزا قلیچ بیگ، ''سندھی ویاکرن'' جلد ۳، سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد، ۱۹۴۰ء، ص ۱۴، اور ڈاکٹر گربخشانی 'مقدمۂ لطیف' سندھ آفتاب پریس حیدرآباد، ۱۹۵۰ء ص ۱۱۴، اور
John G. Bordie, A Descriptive Sindhi Phonology, Ph.D Thesis, University Of Texas, 1958 (based on standard Vicholi and followed by Ramanujan Masica)
(7)Dr. Ernst Trumpp, The Grammar of Sindhi Language, George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India,

vol-viii, part-l.

ڈاکٹر مہر عبدالحق سمرا، ملتانی اور اس کا اردو سے تعلق' اردو اکادمی، بہاولپور، ۱۹۶۷ء، ''سرائیکی زبان دیان مزید تحقیقاں'' (سرائیکی زبان کی مزید تحقیقیں)، سرائیکی ادبی بورڈ ملتان، دلشاد کلانچوی، ''سرائیکی لسانیات''، سرائیکی اکادمی ادب بہاولپور، ''سرائیکی زبان تے ادب'' (سرائیکی زبان اور ادب) سرائیکی ادبی مجلس، بہاولپور، علامہ عتیق فکری، عتیق العتیق، سرائیکی ادبی مجلس بہاولپور، ۱۹۷۱ء

John G. Bordie, A Descriptive Sindhi Phonology, University of Texas, 1958, Christopher Shackle, The Siraiki Language of Central Pakistan: A Reference Grammar, School of Oriental and African Studies London, 1976, Siraiki: A Language Movement in Pakistan, Modern Asian Studies 11;3: pp.379-403, 1977, A Century of Siraiki Studies in English, Bazm-e-Saqafat, Multan, 1983; Ahsan Wagha, The Siraiki Language: Its Growth and Development, Derawar Publications, Islamabad, 1990, U.A Smirnov, The Lehndi Language, Central Department of Oriental Literature USSR, Academy of Sciences, Institute of Oriental Studies, Moscow, 1963, translated by E.H. Tsipan.

(8)Richard Burton, A Grammar of the Jataki or Balochi Dialect, Journal of the Bombay Branch of the Royal Asiatic Society lll: Part-l: 84-125, and Sindh and the Races that Inhabit the Valley of the Indus, p-60.

(۹) ڈاکٹر کے ایس بیدی، 'تین ہندوستانی زبانیں' انجمن ترقی اردو، دہلی ۱۹۶۱ء، ص ۹۹، ڈاکٹر شہباز ملک ''پنجابی لسانیات'' مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۱۴۲، ڈاکٹر احمد حسین قریشی ''پنجابی ادب کی مختصر تاریخ''، مکتبہ میری لائبریری لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۱۷، حافظ محمود شیرانی ''پنجاب میں اردو'' کتاب نما، لاہور، ۱۹۷۲ء ص ۷۶، عین الحق فرید کوٹی، ''اردو زبان کی قدیم تاریخ'' اورئینٹ ریسرچ سینٹر لاہور، ۱۹۷۹ء، اور

Ainul Haq Faridkoti, "Pre-Aryan Origins of the Pakistani Languages, Orient Research Centre, Lahore, 1992, p.41.

(10)E.B Steedman, Report on the Revised Settlement of the Jhang District of the Punjab, Lahore, 1882, p-58.

(11)Edward O'Brien, Report on the Land Revenue Settlement of the Muzaffargarh Distt: of the Punjab, Govt: Press of the Punjab, Lahore,1882,p-72,A Glossary of the Multani Language, revised by James Wilson and Pandit Hari Kishan Kaul, 1903, reproduced by Siraiki Adabi Board Multan, 2001.

(12)Dr. Andrew Jukes, Dictionary of Jataki or Western Punjabi, Religious Book and Tract Society, Lahore and Kegan Paul, Trench Trubner and Company, London, 1900, reproduced by Siraiki Adabi Board, Multan, 2003.

(13)Trevor Bomford, Rough Notes on the Grammar of the Language Spoken in the Western Punjab, Journal of the Royal Asiatic Society of Bengal, Calcutta, LXIV, Part-l; pp.296-335.

(14)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-viii, Part-l.

(15)Yuri V. Gankovsky, The People of Pakistan, Peoples Publishing House, Moscow, 1971, p-110.

(16)Dr. Ghulam Ali Allana, Origin and Growth of Sindhi Language, Institute of Sindhology, University of Sindh, Jamshoro, 2002, pp.301-304.

(17)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l, p-138, Ayub Khuhro, A Story of the Suffering of Sind: A Case for the Separation of Sind from the Bombay Presidency, 1930, p-206, in Hamida Khuhro, The Making of

Modern Sind: British Policy and Social Change in the Nineteenth Century, Indus Publications, Karachi, (ed) 1982, Documents on Separation of Sind from the Bombay Presidency, Vol-l, Institute of Islamic History, Culture and Civilization Islamabad.

(۱۸)ڈاکٹر مہر عبدالحق سمرا، 'ملتانی اور اس کا اردو سے تعلق' دلشاد کلانچوی، سرائیکی لسانیات، اور
Ahsan Wagha, The Siraiki Langauge: Its Growth and Development, Derawar Publications, Islamabad, 1990,
بھیرومل آڈوانی، ''سندھی بولی ءَ جی تاریخ'' سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۶ء، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ''سندھی بولی ءَ جی مختصر تاریخ'' حیدر آباد ۱۹۶۲ء، سیفلنامہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی، ''لسانیات پاکستان'' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، شرف الدین اصلاحی، ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ڈاکٹر غلام علی الانا، ''سندھی بولی ءَ جی بن بنیاد'' اور اس کی دیگر کتابیں۔

(19)Asko Parpola, The Indus Script Decipherment, Madras, 1970, pp-4-6.

(20)Dr. Walter A. Fairservis, The Script of the Indus Valley Civilization, A Report published in Scientific American, March, 1984, and the Harappan Civilizatoin and its Writing, A Model for Decipherment of Indus Script, Vanguard Books, Pvt. Ltd, reprinted at Rekha Prints, New Delhi, 1992, Appendix A, pp.149-188

(21)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Oxford University Press, Amen House London, revised edition, 1984, Entry No.4385

(22)..............................Ibid, Entry No.1897 and 2247

(23)..............................Ibid, Entry No.3996..........

(24)..................................Ibid, Entry No.4119...........

(25)..................................Ibid, Entry No.1645...........

(26)..................................Ibid, Entry No.2120...........

(27)..................................Ibid, Entry No.3220...........

(28)..................................Ibid, Entry No.1428...........

(29)..................................Ibid, Entery No.973a and 973b...........

(30)..................................Ibid, Entry No.1138...........

(31) ....Ibid.................Entry No.3796 and 3828

(32)..................................Ibid, Entry No.2529...........

(33)George Abrahm Grierson, Linguistic Survey of India, vol-l, Part-ll.

(34)Chakaravarti, Literary History of India, Calcutta, p.70.

(35)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.154 and DEDR Entry No.183.

(36)................Ibid, Entry No.483 and DEDR Entryy No. 4813, and DEDS Entry No.3945.

(37)......................Ibid, Entery No.1970, and A Dravidian Etymological Dictionary Supplement, Clarendon Press, Oxford, 1968, Entery No.1970.

(38)..................................Ibid, Entry No.364...........

(39)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l, Part-ll.

(40)..................................Ibid, ...

(41)..................................Ibid, ...

(42)Robert Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian Or South Indian Family of Languages, revised edition, New

Delhi, 1974, p-613.

(43)....................................Ibid, p-613............ اور

Dr. R.C Hiremath, Genesis and Growth of Dravidian, Dravidian Linguistic Association, Trivandrum, 1984, p-179.

(44)Bloomfield, Language, George Allen and Unwin Ltd, London, 1961, p-12

(45)Iravathan Mahadevan, (1) Terminal Ideogrames in the Indus Script, in: G.L Possehl (ed.), Harappan Civilization: A Recent Perspective, second edition, Delhi, 1993, pp-311-317, and (ii)Study of the Indus Script Through Bi-lingual Parallel, in: G.L Possehl (ed.), Ancient Cities of the Indus, New Delhi, 1979, pp-261-270.

(46)....................................Ibid, ...

(47)....................................Ibid, ...

(48)....................................Ibid, ...

(49)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.1379.

(50)....................................Ibid, Entry No.2937 ....

(51)....................................Ibid, Entry No.2238 ....

(52)....................................Ibid, Entry No.3600 ....

(53)....................................Ibid, Entry No.4277 ....

(54)....................................Ibid, Entry No.3801 ....

(55)....................................Ibid, Entry No.1901 ....

(56)....................................Ibid, Entry No.2780 ....

(57)....................................Ibid, Entry No.1941 ....

(58)....................................Ibid, Entry No.1835 ....

(59)..............................Ibid, Entry No.1094 and 1191

(60)..............................Ibid, Entry No.1012 ....

(61)..............................Ibid, Entry No.3930 ....

(62)..............................Ibid, Entry No.960 ....

(63)..............................Ibid, Entry No.1094 and 1191

(64)R. Pischell, Comparative Grammar of the Prakrit Languages, Motilal Banarasidas, Delhi, 1965, p-7

(65)C. Chakravarty, Literary History of Ancient India, Calcutta, p-70, and Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian or South Indian Family of Languages, New Delhi, 1974, p-570

(66)Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian or South Indian Family of Languages, p-577.

(67)..............................Ibid, p.577 ....

(68)..............................Ibid, p.578 ....

(69)..............................Ibid, p.578 ....

(70)..............................Ibid, p.579 ....

(71)..............................Ibid, p.587 ....

(72)..............................Ibid, p.590 ....

(73)..............................Ibid, p.598 ....

(74)..............................Ibid, p.599 ....

(75)Chakravarati, Literary History of India, p.70.

(76)L. Bloomfield, Language, p.12.

(77)(59)......................Ibid, p.600, and Srimati Akshaya Kumari Devi, The Evolution of Rigvedic Pantheon, Calcutta, 1938, p-486, Sir Denys Bray, The Brahui Language, Brahui Academy, Quetta vol-2, part-iii 1978, p-239, T. Burrow and

M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.3438, and Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, Neples, 1979, p-41, Entry No.A 297 , اور

جارج ابراہام گرائرسن نے Linguistic Survey of India جلد اول، حصہ دوم ص نمبر ۶۸ پر پوسی کا لفظ بلی کے معنی میں منڈا زبانوں کے زمرے میں دیا ہے، جو دراوڑی زبانوں سے مستعار ہے۔

(78)Dr. R.C Hiremath, Genesis and Growth of Dravidian, Dravidian Linguistic Association, Trivandrum, 1984, p-218

(79)..............................Ibid, p.218

(80)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l, part-ll.

(81)..............................Ibid, ...

(82)..............................Ibid, ...

(83)..............................Ibid, ...

(84)..............................Ibid, ...

(85)..............................Ibid, ...

(۸۶) عین الحق فرید کوٹی، اردو زبان کی قدیم تاریخ، اورینٹ ریسرچ سینٹر لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ص ۱۴۲ تا ۱۶۹

(۸۷)..............................ایضاً..............................

(۸۸)..............................ایضاً..............................

(۸۹)..............................ایضاً..............................ص ۲۳۳

(۹۰)..............................ایضاً..............................ص ص ۲۴۰ تا ۲۴۲

(۹۱)..............................ایضاً..............................

(۹۲)..............................ایضاً..............................

(93)Iravathan Mahadevan(i) Terminal Ideogrames in the Indus Script, in: G.L Possehl (ed.), Harappan Civilization: A Recent Perspective pp.311-317, and (ii)Study of The Indus Script Through Bi-Lingual Parallel, in G.L Possehl (ed.)

Ancient Cities of the Indus, pp.261-270

(94)Perso J. Gidwani, A Preliminary Study of Sindhi Personal Names, Bulletin of Decan College Post- Graduate Institute, Pune, 1981, pp-202-206,

Similiarities in Sindhi and Dravidian Languages, Sindhi Academy Delhi, Government Territory Delhi, 1996, and

سندھی اور دراوڑی زبانوں میں مماثلت (سندھی زبان میں) سندھی ادب، جلد ۱۲ نمبر ۱۲، انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی جام شورو، ۱۹۹۶ء ص ص ۵۷-۶۹

(95)Sir Denys Bray, The Life History of A Brahui, Royal Book Company, Karachi, 3,1977, p-15.

(۹۶) عبداللطیف بنگلزئی، ''براھوئی پن تا جائزہ'' زمرد پبلیکیشنز، کوئٹہ، ۱۹۹۷ء، ص ص ۴۸ تا ۴۹۔

(97)Francis Britoo, Personal Names in Tamil Society Anthropological Linguistics, vol.29, No.1-4, Spring 1986, p-349, and Shanimugam, S.V Dravidian Nouns: A Comparative Study, Annamalal University, Annamalal Nagar Tamil Nadu, 1971, p.37.

(۹۸) ڈاکٹر عبدالمجید میمن سندھی، شکار پور جی بولی ءِ سندھی بولی ءِ جو بااختیار ادارو حیدرآباد ۱۹۹۲ء، ص ص ۳۳ تا ۳۸، ڈاکٹر دادمحمد خادم بروہی، سبی جی بولی، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، حیدرآباد، ۱۹۹۲ء، ص ۲۳، ڈاکٹر دادمحمد خادم بروہی، سندھی براھوئی بولی ءِ جو تقابلی جائزو، سندھی بولی ءِ جو بااختیار ادارو، حیدرآباد، ۱۹۹۴ء، ص ص ۱۸ تا ۱۹، ڈاکٹر غلام علی الانا، سندھی بولی ءِ جو بن بنیاد، سندیکا اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ص ۲۲۰ تا ۲۲۱، اور پروفیسر شیخ محمد فاضل ماتھیلی، اباوڑی جی بولی، سندھی بولی ءِ جو بااختیار ادارو، حیدرآباد، ص ص ۴۰ تا ۴۲۔

(۹۹) ڈاکٹر دادمحمد خادم بروہی، سندھی براھوئی بولی ءِ جو تقابلی جائزو، ص ص ۸۶ تا ۸۷۔

(۱۰۰)..........................ایضاً..........................ص ۴۰ تا ۴۸

(۵) براہوئی اور بلوچی

(1)Jules Bloch, Sanskrit et Dravidien B.S.L (Bulletin de la Societe de Linguistique de Paris), 1924, 25: pp.1-25.

(2)George Morgenstierne, Report on A Linguistic Mission to North Western India, Oslo, 1923, p.5.

(3)Josef Elfenbein, A Periplous of the Brahui Problem, Studia Iranica, 16: pp.215-233.

(4)........................Ibid, 222f ....

(5)Charles Masson, Narrative of A Journey to Kalat, London, 1843, p-394.

(6)"The Phonetic System of Brahui is in all important respects identical with that of Balochi with the addition of fricatives and voiceless lateral ih", Elfenbein, Brahui, Encyclopaedia Iranica, Vol-iv, 1990, pp.433-443

(۷) جیولز بلاخ تحریر کرتا ہے:

"In the Whole family, only Brahui does not recognize gender. This omission is due, as many other peculiarities of this language, to the Iranian Surroundings". (The Grammatical Structure of Dravidian Languages, Poona, 1954, p-5).

(8)Josef Elefenbein, Blochi Schmitt, 1989, p-360.

(9)Longworth Dames, The Baloch Race: A Historical and Ethnographical Sketch, Royal Asiatic Society, London, 1904, p-24.

(10)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Brahui Academy, Quetta, vol-2, part-ll, pp-26-27.

(۱۱) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، 'بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط' پی ایچ ڈی تحقیقی مقالہ، مرکز مطالعۂ پاکستان، جامعۂ بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۹۴ء، ص ۳۷۶۔

(12)M.B Emeneau, Iranian and Indo-Aryan Influence on Brahui: Language and Linguistic Area: Essays by Murray M.B Emeneau, selected and introduced by Anwer S.Dil, Stanford University Press, Stanford, California, 1980, p-340.

(۱۳) ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، 'بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط' ص ۳۷۷

(۱۴) میجر ای موکلر، بلوچی گرامر' اردو ترجمہ محمد بیگ بلوچ، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، ۱۹۸۸ء ص ۷۔

(۱۵) عین الحق فرید کوٹی تحریر کرتا ہے:

''دراوڑی زبانوں میں 'ک' کا لاحقہ بطور ایک مفعولی علامت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ تامل اور ملیالم میں کو، تیلگو میں کو اور کی اور کناری میں کے اور گے، تولو میں کو اور گو اور ٹوڈا میں 'ک' اور 'گ' ہے'' (اردو کی قدیم تاریخ، اورئینٹ ریسرچ سینٹر، لاہور، طبع سوم، جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۲۳۸) جب کہ ڈاکٹر عبدالرزاق صابر نے اس لاحقہ یعنی ک کو بلوچی تصور کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''دونوں زبانوں میں اسم مفعول مادہ کے ساتھ اوک کے لاحقے سے تشکیل پاتا ہے۔'' (بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط، ص ۳۷۸)۔

(16)Denys Bray, The Brahui Language, Vol-2, Part-ll, p-27.

(17)M.B Emeneau, Iranian and Indo-Aryan Influence on Brahui: Language and Linguistic Area, Notes, p-347.

(18)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Oxford University Press, Amen House London, revised edtion, 1984, Entry No.3171.

(19)..............................Ibid, Entry No.2120 ....

(20)..............................Ibid, Entry No.2221 ....

(21)..............................Ibid, Entry No.1428 ....

(22)..............................Ibid, Entry No.973 a, and 973 b

(23)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l, part-ii.

(24)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.4277.

(25)..................................Ibid, Entry No.3600 ....

(26)..................................Ibid, Entry No.1401 ....

(27)..................................Ibid, Entry No.3666 ....

(28)..................................Ibid, Entry No.3930 ....

(29)..................................Ibid, Entry No.1379 ....

(30)..................................Ibid, Entry No.1633 ....

(31)..................................Ibid, Entry No.1835 ....

(32)..................................Ibid, Entry No.1831 ....

(33)..................................Ibid, Entry No.3207 ....

(34)..................................Ibid, Entry No.1669 ....

(35)..................................Ibid, Entry No.364 and 308

(36)Ibid Entry No.483, and 4813 and A Dravidian Etymological Dictionary Suppliment, Oxford: Clarendon Press, 1968, Entry No.3945.

(37)T. Burrow and M.B Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Entry No.4317.

(38)..................................Ibid, Entry No.142 ....

(39)Ibid, Entry No.1970, and A Dravidian Etymological Dictionary Suppliment, Entry No.1970.

(40)C. Chakravarty, Literary History of Ancient India, Calcutta, p-70, and Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian Or South Indian Family of Languages, New Delhi, 1974, p-570, and DED Entry No.960

(41)Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian Or South Indian Family of Languages, p-577.

(42)....................................Ibid, p-577 ....

(43)....................................Ibid, p-578 ....

(44)Ibid, p-600, Srimati Akshaya Kumari Devi, The Evolution of Rigvedic Pantheon, Calcutta, 1938, p-486, Sir Denys Bray, The Brahui Language, Brahui Academy, Quetta, 1978, Vol-2, part-iii, p-239, D.E.D Entry No.3438, Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, Neples, 1979, p-41, Entry No.A-297, and George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l, Part-ll, p-68.

(45)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l, Part-ll.

(46)....................................Ibid, ...

(47)....................................Ibid, ...

(48)....................................Ibid, ...

(49)....................................Ibid, ...

(50)....................................Ibid, ...

(51)Sir Denys Bray, The Brahui Language, vol-2, Part-lll, p-290, DED Entry No.2926, and Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, p-156, Entry No.G-22.

(52)DED Entry No.1561.

(53)....................................Ibid, Entry No.2238 ....

(54)....................................Ibid, Entry No.1379 ....

(55)....................................Ibid, Entry No.2368 ....

لنگار کے سلسلے میں اس میں براہوئی کا ذکر نہیں کیا گیا ہے:

(56)..Ibid, Entry No.2353 ....

(57)..................................... ....Ibid, Entry No.1956 ....

(58)...................................... ....Ibid, Entry No.1379 ....

(59)..Ibid, Entry No.1935 ....

(60)..Ibid, Entry No.1881 a and 1881 b

(61)..Ibid, Entry No.1538 ....

(62)..Ibid, Entry No.3498 ....

(63)..Ibid, Entry No.1879 ....

(64)..Ibid, Entry No.1879 ....

(65)..Ibid, ...Entry No.3796 and 3828

(66)..Ibid, Entry No.1098 ....

(67)..Ibid, Entry No.1156 ....

(68)..Ibid, Entry No.1087 ....

(69)T. Burrow and M.B Emeneau, Dravidian Etymological Notes, Suppliment to DED. DEDS and DBIA, l, Journal of the American Oriental Society, 92, 1972, 397- 418, Ibid.475-491.

(70)DED Entry No.3714

(71)..Ibid, Entry No.3440 ....

(72)..Ibid, Entry No.3686 ....

(73)T. Burrow and M.B Emeneau, Dravidian Etymologcial Notes, 2578, 2830.

(74)T. Burrow and M.B Emeneau, Dravidian Etymological Dictionary Suppliment, Entry No.2545

(75)DED Entry No.1238.

(76) ....Ibid, Entry No.2353 ....

(77)..............................Ibid, Entry No.1337 ....

(78)DEDS Entry No.935.

(79)DED Entry No.73.

(80)..............................Ibid, Entry No.2056 ....

(81)Dravidian Etymological Notes, 1145.

(82)DED Entry No.1391.

(83)DED, DEDS, DEN.3789.

(84)DED Entry No.3864.

(85)Dr. R.C Hiremath, Genesis and Growth of Dravidian, Dravidian Linguistic Association, Publication, 39, Trivandrum, 1984, p-459.

(86)..............................Ibid, p-459 ....

(87)..............................Ibid, p-459 ....

(88)DED Entry No.1138

(89)Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, p-76, Entry No.B-65.

(90)..........Ibid, p-77, Entry No. B-70.

(91)..........Ibid, p-100, Entry No. E-77.

(92)..........Ibid, p-103, Entry No. E-94.

(93)..........Ibid, p-156, Entry No. G-16.

(94)..........Ibid, p-196, Entry No. H-412.

(95)..........Ibid, p.202-203, Entry No. H-482.

(96)..........DED Entry No.358 and 659.

(97)Andriano Rossi, Iranian Lexical Element in Brahui, p-313, Entry No.l-155.

(98)...........DED Entry No.3726 and 3765.

(99)Adriano Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, pp-332-333, Entry No.l-328, and R. Turner, A Comparative Dictionary of the Indo-Aryan Languages, London, 1966, Entry No.5793

(100)Caldwell, A Comparative Grammar of Dravidian Or South Indian Family of Languages, p-574.

(101)Sir Denys Bray, The Brahui Langauge, Vol-2, Part-lll, p-114, and Andriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, p-64, Entry No.B-12.

(102)Denys Bray, The Brahui Language, vol-2, Part-lll, p-281

(103)............................ Ibid, p-49......................

(104)............................ Ibid, pp.49-50.................

(105)............................ Ibid, pp.66-67.................

(106)............................ Ibid, p-77............................

(107)............................ Ibid, pp.88-89.................

(108)............................ Ibid, p-156......................

(109)............................ Ibid, p-241......................

(110)............................ Ibid, p-242......................

(111)............................ Ibid, p-225......................

(112)...........Ibid, p-202, and Adriano V. Rossi, Iranian Lexical Elements in Brahui, p-104, Entry No.E-111

(۶) براہوئی زبان کی دراوڑی حیثیت

(۱)''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بخش بزدار، تقویتی مواد برائے ایم فل پاکستانی زبانیں و ادب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ص ص ۱۰۴ تا ۱۳۵۔

(۲)..ایضاً..ص ۱۰۴۔

(3)Edward Babun, "The Varieties of Man: An Introduction to Human Races" London, 1969, p.p:58-59.

(4)Dr. Henry Field, "An Anthropological Reconnaissance in West Pakistan", Cambridge: Peabody Museum, 1955.

بحوالہ ملک سعید دہوار، بلوچستان ماقبل تاریخ'' مطبوعات النساء کوئٹہ، ۱۹۹۱ء ص ص ۳۲۴-۳۲۳۔

(۵) یوری گنگوفسکی، ''پاکستان کی قومیتیں'' دارالاشاعت ترقی ماسکو، ۱۹۷۶ء ص ۴۲۔

(۶)''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بزدار ص ص ۱۰۴-۱۰۵۔

(۷)..ایضاً..ص ۱۰۵۔

(8)R.T. Rev. Robert Caldwell: "A Comparative Grammar of the Dravidian or South Indian Family of Languages", New Delhi, 1974, p-235.

(۹)..ایضاً..ص ۲۳۲۔

(۱۰) کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بزدار ص ۱۰۶۔

(۱۱)..ایضاً..ص ۱۰۹۔

(12)Lt. R.Leech, Epitome of the Grammar of The Brahuiki, the Balochi and Panjabi Languages with Vocabularies of the Baraki, the Pashi, the Lughmani, the Cashgari, the Teerahai and the Deer Dialects, Journal of the Asiatic Society of Bengal, Vol-vii, June 1838, p-539.

(13)George Shirt, Traces of A Dravidian Element in Sindhi, The Indian Antiquary, Vol-ll, December, 1878, pp-292-294.

(۱۴)مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

Denys Bray, Brahui Language, Vol-l, Brahui Academy Quetta, 1977, p.p-76-77. اور

George Shirt, Traces of A Dravidian element in Sindhi, The Indian Antiquary Vol-ll, December; 1878, p-294.

(۱۵)''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بخش بزدار ص ۱۰۸۔

(۱۶)..............................ایضاً..............................ص ۱۱۰۔

(۱۷)بحوالہ بشپ کاڈویل

A Comparative Grammar of the Dravidian or South Indian Family of Languages, p-280.

(۱۸)..............................ایضاً..............................ص ۲۸۰۔

(19)John Beams, "Comparative Grammar of the Modern Aryan Languages of India, Delhi, 1966, Vol-ll p-256.

(۲۰)..............................ایضاً..............................ص ص ۲۵۴-۲۵۷۔

(۲۱)ڈاکٹر غلام علی الانا، ''سندھی بولی ءجون بنیاد، سندیکا اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۴ء ص ص ۲۴۱-۲۴۲۔

(22)Denys Bray, "Brahui Language" Vol-l p-12

(23)Jules Bloch "The Grammatical Structure of Dravidian Languages, Poona, 1954, p-21.

(۲۴)''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بخش بزدار ص ۱۱۶۔

(۲۵)..............................ایضاً..............................ص ۱۱۱۔

(26)M.S. Andronov, "The Brahui Language, Nauka Publishing House, Central Department of Oriental Literature, Moscow, 1980, p-39.

(۲۷)''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بخش بزدار، ص ۱۱۳۔

(۲۸)..............................ایضاً..............................ص ۱۱۳۔

(۲۹)..............................ایضاً..............................ص ۱۱۴۔

(۳۰)..............................ایضاً..............................ص ۱۱۳۔

(۳۱)..............................ایضاً..............................ص۱۱۴۔

(۳۲)..............................ایضاً..............................ص۱۱۵۔

(۳۳)..............................ایضاً..............................ص۱۱۶۔

(۳۴)..............................ایضاً..............................ص ص۱۱۶-۱۱۷۔

(۳۵)..............................ایضاً..............................ص۱۱۷۔

(۳۶)اس استفہامیہ یا مبہماتی بنیاد کے لیے ملاحظہ فرمایئے:

T. Burrow and M.B. Emeneau, A Dravidian Etymological Dictionary, Oxford, 1961, pp-351-353, Entry No:4228:

(36)Jules Bloch, The Grammatical Structure of Dravidian Languages" p-5

(۳۸)''کیا براہوئی دراوڑی زبان ہے؟'' از واحد بخش بزدار ص۱۳۳۔

(۳۹)واحد بخش بزدار ''ہمارا مشترکہ لسانی ورثہ'' ماہنامہ ''اخبار اردو'' اسلام آباد، جلد نمبر۱۹، شمارہ۱۱، نومبر ۲۰۰۳ء ص ص ۱۵۶ تا ۱۷۰، اور پروفیسر فتح ملک اور سید سردار احمد پیرزادہ تجمل حسین کی کتاب ''پاکستان میں اردو'' مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء میں یہی مضمون دیکھیے ص ص ۱۱۳ تا ۱۴۸۔

(۴۰)..............................ایضاً..............................۔

(۴۱)..............................ایضاً..............................۔

(۴۲)..............................ایضاً..............................۔

(۴۳)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءُ دراوڑی زبانانی سیادی؟'' ''الس بلوچی'' اسلام آباد، تاک جولائی ۲۰۰۶ء ص ص ۲۸ تا ۳۳۔

(۴۴)واحد بخش بزدار، اردو اور پاکستانی زبانوں کا ربط باہم، ماہنامہ اخبار اردو، اسلام آباد اگست ۲۰۰۶ء جلد۲۲، شمارہ۸، ص ص ۱۶-۲۱

(۷) براہوئی الفاظ کی دراوڑی بنیاد

(۱)واحد بخش بزدار، ''براہوئی لوزانی بُنجک'' اُلس بلوچی، اسلام آباد، تاک ۵، نومبر ۲۰۰۶ء ص ۱۸۔

(۲)مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے پروفیسر عزیز مینگل، ''براہوئی ناسنسکرت و ہندی تو سنگتی'' براہوئی آرٹس اکیڈمی، کوئٹہ، ''شیر و شکر'' براہوئی آرٹس اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء اور ''پنجابی براہوئی لسانی رشتے'' سعد پبلی کیشنز، کوئٹہ، ۱۹۹۵ء۔

(۳)ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، ''بلوچی اور براہوئی زبانوں کے روابط'' پی ایچ ڈی مقالہ (غیر مطبوعہ) پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ، بلوچستان، ۱۹۹۴ء ص ص ۳۷۶، ۳۸۶۔

4)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-iv:Munda and Dravidian Languages,Calcutta,1906, p:627

(5)Charles Masson, Nàrrative of a Journey to Kalat, London, 1843, p-394.

(6)M.B Emeneau, Iranian and Indo-Aryan Influences on Brahui, Language and Linguistic Area, Essays of M.B. Emeneau, selected and introduced by Anwar S.Dil, Stanford University Press, Stanford and California, 1960, p:340.

(۷)..............................ایضاً..............................ص ۳۴۷

(8)Jean Aitchison, Teach Yourself Linguistics, London, 1992, pp; 150,151.

(۹)ڈاکٹر شوکت سبزواری ''اردو لسانیات'' مکتبہ تخلیق ادب کراچی، ۱۹۶۶ء ص ص ۱۰-۱۲۔

(۱۰)واحد بخش بزدار ''براہوئی لوزانی بنجک'' ص ۱۸۔

(۱۱)..............................ایضاً..............................ص ص ۱۸۔۱۹۔

(۱۲)..............................ایضاً..............................ص ۱۹۔

(13)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Brahui Academy Pakistan, Quetta, 1978,Vol-2 part-iii, p-103

(۱۴)واحد بخش بزدار، ''براہوئی لوزانی بنجک'' ص ۱۹۔

(۱۵) ایلامی اور دراوڑی زبانوں کے باہمی روابط کے لیے ملاحظہ فرمایئے:

David W.McAlpin, Linguistic Pre-histroy: the Dravidian Situation, in: M.M Deshpande and P.E Hooks Aryan and Non-Aryan in India, An Arbor: University of Michiagan, 1978, pp:175-183, M.B Emeneau, The Non Literary Dravidian Languages, in: Norman H.Zide (ed.) Current Trends in Linguistics, in: South Asia, Mouton, the Hague 1991, J.P Mallory, In Search of the Indo-European Languages, Archaeology and Myth, London: Thames and Hudson, 1991, F.C Southworth, Reconstructing Social Context From Language: Indo-Aryan and Dravidian Prehistory, In George Erdosy (ed.) The Indo-Aryan of Ancient South Asia, T.R Trautmann, The Study of Dravidian Kinship, In: Madhav. M-Deshpande and Peter Edwin Hooks (eds), Aryan and Non-Aryan in India, An Arbor: University of Michigan Press, 1979, and David McAlpin, Proto-Elamo- Dravidian: The Evidence and its Implications, Philadelphia, 1981.

(16)Vu.V. Gankovsky, The People of Pakistan, U.S.S.R, Academy of Sciences, Moscow, and Lahore, 1972, pp.33-35.

(۱۷) واحد بخش بزدار ''براہوئی علوزانی بنجک'' ص ۱۹۔

(۱۸)............ایضاً............ص ص ۱۹-۲۰۔

(۱۹)............ایضاً............ص ۲۰۔

(۲۰)............ایضاً............ص ۲۰۔

(۲۱)............ایضاً............ص ص ۲۰-۲۱۔

(۲۲)............ایضاً............ص ۲۱۔

(۲۳)............ایضاً............ص ص ۲۱-۲۲۔

(۲۴)..ایضاً..ص۲۲۔

(25)Sir Denys Bray, The Brahui Language, Vol-l, p,157.

(۲۶)..ایضاً..ص۲۱۹۔

(27)M.S Andronov, The Brahui Language, USSR Academy of Sciences, Institute of Oriental Studies, Nauka Pub: House, Central Deptt: of Oriental Literature, Moscow, 1980, p,57

(۲۸)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءِلوزانی کسہ'' بلوچی اُلس، تاک ۶: دسمبر ۲۰۰۶ء ص ص ۲۱-۲۴۔

(۲۹)..ایضاً..ص ص ۲۱-۲۲۔

(30)T. Burrow, Further Dravidian Words, in Sanskrit Art-7, reprinted from Bulletin of the School of Oriental and American Studeis, London, 12, 1947-48, pp.365-396

(۳۱)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءِلوزانی کسہ'' ص۲۲۔

(32)George Abraham Grierson, Linguistic Survey of India, Vol-l Part-iii.

(۳۳)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءِلوزانی کسہ'' ص ص ۲۲-۲۳۔

(۳۴)..ایضاً..ص۲۳۔

(۳۵)..ایضاً..ص۲۳۔

(۳۶)جاوید اختر، ''براہوئی زبان کی دراوڑی حیثیت'' ماہنامہ ''مہر'' نوشکی، جولائی ۲۰۰۷ء، جلد۳، شمارہ۷، ص ص ۴-۱۶۔

(۳۷)واحد بخش بزدار، ''براہوئی ءِلوزانی کسہ'' ص ص ۲۳-۲۴۔

(38)Densy Bray, The Brahui Language,Vol-2 Part-lll, p.220.

(۳۹)مولوی نور الحسن نیرّ مرحوم، ''نور اللغات'' جلد چہارم ک-ے نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، طبع سوم، ۱۹۸۹ء ص ۹۲۸۔

(٨) دنیا کے اہم خاندان السنہ (ضمیہ الف)

(1)John Beams, An Outline of Indian Philogogy, second edition, London, 1868, pp.1-3.

(٢) ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب لاہور، ١٩٥٠ء طبع ثانی ص ٤٩۔

(٣) ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی، براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ٢٠٠٦ء، ص ٧٩۔

(٤) قیوم بیدار، براہوئی زبان کا تاریخی ولسانی پس منظر، براہوئی زبان وادب ایک جائزہ، مرتب قیوم بیدار، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ ١٩٨٦ء، اور براہوئی زبان اوراس کی لسانی خصوصیات، اخبار اردو اسلام آباد، دسمبر ٢٠٠٦ء جلد ٢٢ شمارہ ١٢ صڈ ٢٧٨۔

(٥) پروفیسر لیاقت سنی، براہوئی اور دراوڑی زبانوں کی مماثلتیں، ماہنامہ ماہ نور لاہور، جلد ٥٩، شمارہ نمبر ١٠-٩، رجسٹر نمبر LRL-81 ستمبر اکتوبر ٢٠٠٦ء ص ص ١٥ تا ١٢۔

(٦) یہ سارا مواد مندرجہ ذیل کتابوں سے ماخوذ ہے:

(1)B. Bloch and G.L Trager, Outline of Lingustic Analysis, Baltimore, 1942.

(2)L- Bloomfiled, Language, New Yark, 1933.

(3)L- Bloomfild, Outline Guide for the Practical Study of Foreign Languages, Baltimore 1942.

(4)F- Boas, General Anthropology, New Yark, 1939, pp.124-125.

(5)F. Boas, Handbook of American Indian Languages, Washington, 1910, Introduction.

(6)F- Boas, Race, Language and Culture, New York, 1940, pp.199-225.

(7)W.L Graff, Language and Languages, New York 1932.

(8)L.H. Gray, Foundation of Language, New York 1939.

(9)R.A. Hall, Leave Your Language Alone! Ithaca: Linguistica, 1950.

(10)J.O.H Jespersen, Language: Its Nature Development and Origin, New Yourk 1921.

(11)C. Klukhohn, Mirror for Man, New York, 1949, pp.145-167.

(12)G. de- Languna, Speech: Its Function and Development, New Haven: Yale University Press 1927.

(13)R.H Lowie, An Introduction to Cultural Anthropology, New York 1940, pp.342-355.

(14)E. Sapir, Language, New York, 1921.

(15)E. Sapir, Language in Encyclopedia of Social Sciences, ix, 1933, pp-155-169.

(16)E. Sapir, Language, Race and Culture, in V.F Calverton, ed. The Making of Man, New York: Modern Library, 1931, pp.142-156.

(17)M. Schlauch, The Gift of Tongues, New York: Modern Age, 1942.

(18)E.H Sturtevant, An Introduction to Linguistic Science, New Haven: Yale University Press, 1947.

(19)W.I Thomas Primitive Behaviour, New York, 1937, pp.49-97.

(20)J Yendryes, Language, A Linguistic Introduction to History, New York, 1925.

(21)Melville Jacobs and Bernhard J. Stern, General Anthropology, New York, 1952, pp.279-298.

(22)Jawaharlal Nehru, About Language Families from Letters from a father to his daughter, in L. Brander ed. English Thought and Speech Today, Oxford: Oxford

University Press, 1937, pp.3-10.
(23)C. L Barber, The Story of Language, London, 1982.
(24)Derek Bicherton, Roots of Language, Chicago, 1990.
(25)Derek Bickerton, Language and Human Behaviour, London 1996.
(26)Lyle Campbell, Historical Linguistic, Edinburgh, 1998.
27)R. M. W Dixon, The Languages of Australia Cambridge, 1980.
28)William A. Foley, Anthropological Linguistic, Oxford 1997
(29)Giacalone Ramat, Anna and Paolo Ramat (ed.) The Indo- European Languages, London, 1998.
30)J. P Mallory, In Search of the Indo-Europeans London, 1989
(31)Dale Spender, Man Made Language, London, 1985.
(32)George, Yule, The Study of Language, Combridge, 1996.
(33)Kamil Zvelebil, Comparative Dravidian Phonology, The Hague, and Paris: Mouton, 1970, C. F and F. M. Voegelil Classification and Index of the World Languages, Department of Anthropology, Indian University, New York, pp.124-127, Sesha Iyengar, T.R The Ancient Dravidians, Madras, 1925, and Vaiyapuri Pillai, S. History of Tamil Language and Literature, Madras 1957.